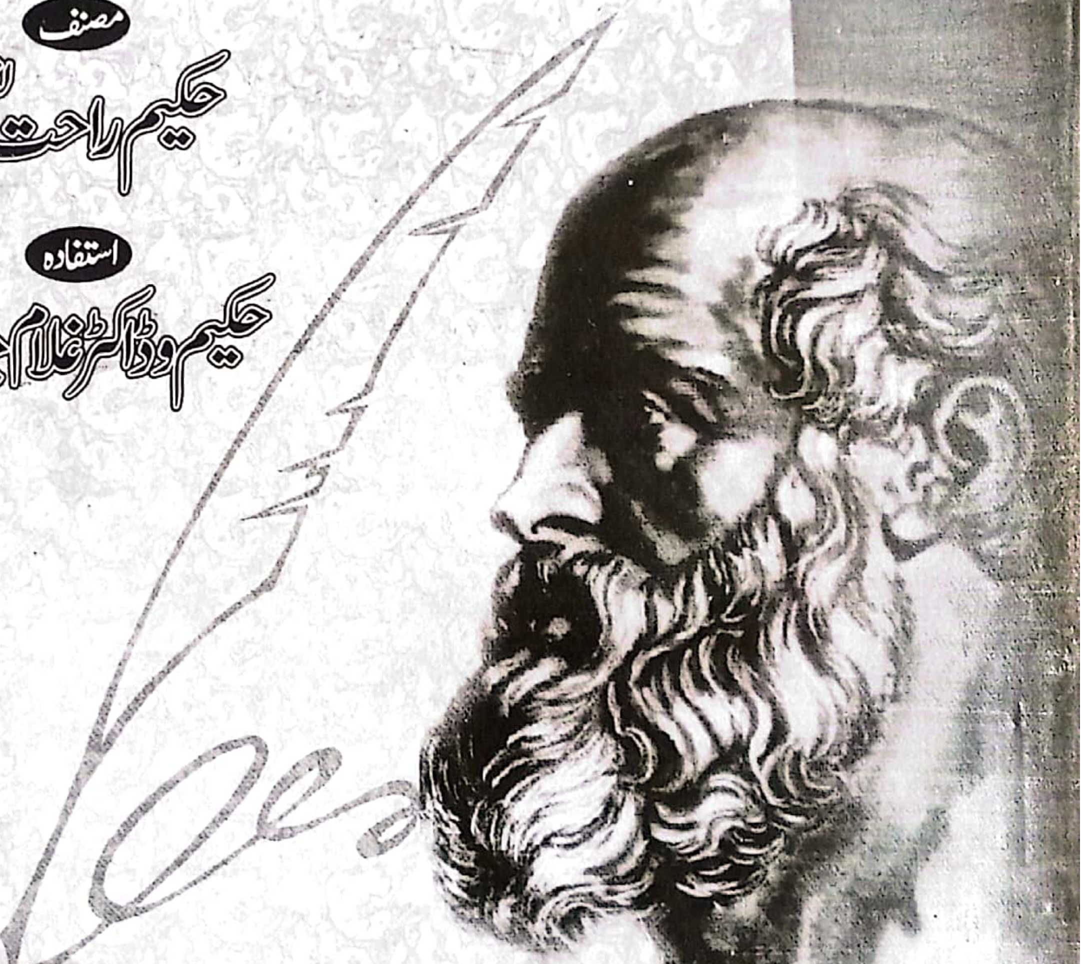
تاریخ طب

مصنف

حکیم راحت نسیم

استفادہ

حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی



عثمان پبلی کیشنز

تاریخ طب

حکیم راحت نسیم

ہر قسم کی بکس کے لیے یا وی پی بکس منگوانے کے لیے اس پتہ پر خط لکھیں

عثمان پبلی کیشنز شیخ محمد بشیر

جلال دین ہسپتال اُ دو بازار لاہور۔

042-7640094

0333-4275783

Ujpublications@hotmail.com - Sh_publiccation@hotmail.com

Rs 240

محمد عثمان نے
نیر اسد پریس سے چھپوا کر
عثمان پبلی کیشنز سے شائع کی

ناشر

عثمان پبلی کیشنز

شیخ محمد بشیر اینڈ سن

انتساب

جناب پروفیسر حکیم منصور العزیز

کے نام

مؤلف

نام : ـــــــ راحت سعید

قلمی نام :ـــــ حکیم راحت نسیم سوہدروی

والد کا نام :ـــــ حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی

پیدائش :ـــــ یکم اپریل ۱۹۵۵ء - سوہدرہ

تعلیم :ـــــ بی۔ اے

فاضل الطب والجراحت طبیہ کالج لاہور۔

سرگرمیاں :ـــــ سابق مدیر ماہنامہ طب و صحت لاہور۔

سابق مدیر ماہنامہ الحکیم لاہور

مدیر اعلیٰ سوہدرہ گزٹ (رلیسرچ جرنل)

سیکرٹری جنرل پاکستان طبی ایسوسی ایشن پنجاب۔

کالم نگار مشاورتی طب روزنامہ جنگ لاہور، لندن

طبیب مطب ہمدرد لاہور

ایڈیٹر ماہنامہ حروف لاہور

تصانیف :ـــــ مشاورتی طب، قیام حمل سے دودھ پلانے تک۔

پھل غذا بھی دوا بھی، ذیابیطس اسباب و علاج۔

بیماریاں اور اُن کا آسان معالجہ، شہد سے شفاء

بالوں کے امراض و علاج، تاریخ طب،

سرزمین پاک سے ارض مقدس تک (سفر حجاز مقدس)

موٹاپا اسباب و علاج (زیر طبع)

موجودہ پتہ :ـــــ ۱۳۲ / انارکلی لاہور،

سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ

پیش لفظ

تاریخ طب کا موضوع اپنی وسعت کے اعتبار سے ہمہ گیر اور افادیت کے اعتبار سے عالمگیر تھے۔ طب کا وجود انسان کے وجود کے ساتھ ہی دکھائی دیتا ہے اگرچہ علاج معالجہ کے اصول اور طریقہ ہائے کار ہر دور میں مختلف رہے ہے۔

طب کے طالب علم کے لیے تاریخ طب کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے تاکہ ماضی کے آئینہ سے جھانک کر ہم معلوم کر سکیں کہ ہمارے اکابرین نے کیا خدمت انجام دی۔ آج ہم کہاں کھڑے ہیں۔ اور مستقبل کا چیلنج کیا ہے۔

تاریخ طب کی متعدد کتب اس وقت مارکیٹ میں موجود ہیں۔ لیکن زیر نظر تالیف کئی لحاظ سے منفرد ہے۔

مؤلف حکیم حاجی راحت نسیم سوہدروی علمی و ادبی حلقوں اور طبی میدان میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ ان کے والد گرامی محترم حکیم عنایت اللہ نسیم ہماری ملی تاریخ اور طبی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں۔ اور یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ طبی شعور و ادراک مولف کا ورثہ میں ملا ہے۔ اور اس ورثہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مولف پہلے کئی کتب کے ذریعہ اپنی حیثیت منوا چکے ہیں۔

انہوں نے تاریخ طب کے میدان میں اپنی نگارشات کو طلبہ کے لیے انتہائی مفید بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کا اندازہ سادہ سلیس اور ادبی ہے۔ طب کے مختلف ادوار کو انہوں نے انتہائی مختصر مگر جامع انداز میں پیش کیا ہے اور قبل ازیں شائع شدہ تمام کتب سے بھرپور فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب میں مختلف تاریخ ساز طبی شخصیات کے حالات زندگی اور طبی خدمات کا جو

جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ دیگر کتب کی نسبت بے جا طوالت کی بجائے مختصر مگر جامع ہے اور طالب علم کے لیے یہ انداز زیادہ مفید اور سہل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حکیم صاحب کی اس خدمت اور سعی جملیہ کو کامیابی سے ہمکنار کریں اور

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ کے مصداق وہ مستقبل میں مزید تلمی کام سے بہرہ ور ہوں

پروفیسر حکیم سید صابر علی ایم اے۔
جلال پور جٹاں۔ ضلع گجرات

یکم اگست ۱۹۹۰ء

عرض مؤلف

کافی عرصے سے دل میں یہ خواہش انگڑائی لے رہی تھی کہ طب کی انتہائی سہولت کے پیش نظر تاریخ طب کی کوئی ایسی مختصر سہل زبان اور عام فہم کتاب مرتب کی جائے مگر گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے اس ضروری امر کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ یہ کوشش نہایت مختصر عرصے میں پایہ تکمیل کو پہنچی البتہ تاریخ طب ایک مستقل موضوع ہے اور اس بات کا متقاضی ہے کہ طب کے اصل ماخذات سے استفادہ کر کے ایک مستند تاریخ طب مرتب کی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مہلت دی تو دلی کوشش سے اس کام کو جلدی پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے گا۔

میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ تاریخ طب کے سلسلے میں یہ ایک عالمانہ کوشش ہے بلکہ اس کو طب کے موجودہ مزاج کے طالب علم کے لیے ایک طالب علمانہ کوشش سمجھ کر غلطیوں سے صرف نظر کیا جائے اور آئندہ ایڈیشن میں غلطیوں کی اصلاح کے لیے مفید مشوروں سے نوازا جائے۔

میں اس کتاب کی تیاری کے لیے جناب عبدالعزیز فاروق، جناب ڈاکٹر انجم اصحانی کے علاوہ ان تمام کتابوں اور مقالات کے مصنفوں کا شکر گزار ہوں جن سے میں نے استفادہ کی۔

حکیم راحت نسیم سوہدروی

فہرست

مضمون	صفحہ
پیش لفظ	۵
عرض مؤلف۔	۷
باب اوّل	۱۱
تاریخ کیا ہے	۱۱
تاریخ نویسی کی اہمیت	۱۲
باب دوم	۱۴
علم طب کے حدوث وقدیم کی بحث	۱۴
باب سوم	۱۷
مختلف ادوار طب	۱۷
بابلی طب	۱۷
مصری طب	۱۸
سفیدی چینی طب	۲۰
یونانی طب	۲۱
ہندی طب	۲۳
ایرانی طب	۲۵
رومی طب	۲۶
باب چہارم	۲۸
طب اسلامی	۲۸
قرآن مجید میں طبی ادویات	۳۰
طب عہد رسالت مآب میں	۳۱
طب دور خلافت راشدہ میں	۳۷
طب دور بنی امیہ میں	۳۷
طب دور بنو عباسیہ میں	۳۸
اندلس کا طبی دور	۴۱
باب پنجم	۴۳
طبی شخصیات	۴۳
اسقلی بیوس	۴۳
بقراط	۴۴
ارسطو	۴۷
جالینوس	۵۰
خالد بن یزید	۵۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ابو سہل مسیحی	۵۳	طب میں دویدوں کا حصہ	۸۵
علی ابن الطبری	۵۳		
محمد بن زکریا رازی	۵۵	**باب ہفتم**	۸۷
علی بن عباس مجوسی	۵۸	پاکستان میں اسلامی طب کی ضرورت	۸۷
بوعلی سینا	۶۰		
جابر بن حیان	۶۴	**باب ہشتم**	۹۰
ابوالقاسم زاہروی	۶۶	اطباء پاکستان اور ترویج طب کیلئے	
اسماعیل جرجانی	۶۷	کوششیں۔	۹۰
عبداللطیف بغدادی	۶۸	حکیم حافظ محمد سعید	۹۲
علاؤالدین قرشی	۶۹	شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی	۹۳
برہان الدین نفیسی	۷۱	حکیم نیر واسطی	۹۳
محمود آملی	۷۱		
حکیم علی حسین گیلانی	۷۲	**باب نہم**	۱۱۵
ابن زہر	۷۳	اخلاق کی اہمیت	۹۸
ابن الہیثم	۷۴	اخلاقیات طب	۹۹
کمال الدین ایرانی ۔	۷۷	پیشہ طبابت کی تعریف اور اس کا	
فخرالدین رازی	۷۷	تعارف	۱۰۴
نجیب الدین ثمرقندی	۷۸	طبیب کے اوصاف	۱۰۶
		طبیبوں کے باہمی تعلق اور رابطے	۱۰۹
باب ششم :	۸۰	طبیب اور مریض کا باہمی تعلق	۱۱۱
برصغیر میں طب	۸۰	پیشہ ورانہ رازداری	۱۱۳
برطانوی عہد اور حکیم اجمل خان	۸۱	مایوس العلاج مریضوں سے معالج	
مسیح الملک حکیم اجمل خان	۸۳	کا تعلق	۱۱۳
اطبا اور دویدوں کا طب میں حصہ	۸۴	طبیب کی ذمہ داریاں	۱۱۵

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
طبیب اور معاشرہ	۱۱۷	اسلام میں حفظان صحت کے اصول	۱۲۶
نئی طبی تحقیقات اور طبیب	۱۱۹	عیادت	۱۳۲
معالج اور قانون	۱۲۲	علاج و معالجہ اور پرہیز	۱۳۳
		کھانا اور کھانے کے آداب	۱۳۷
باب دہم	۱۲۴	عبادات کے طبی فوائد	۱۴۲
سرورِ کائنات فخر دوعالم کی پسندیدہ		روحانی امراض اور علاج	۱۴۵
غذائیں ۔	۱۲۳	فلسفۂ دعا	۱۴۷

باب اوّل

تاریخ کیا ہے؟

تاریخ کیا ہے اس بارے میں علماء کی مختلف آراہیں بعض کے نزدیک تاریخ قبروں سے مُردہ گھڑے اکھاڑنے کا نام ہے بعض کے خیال میں محض حکمرانوں اور ان کے حالات و کارنامے بیان کرنے کا نام ہے کچھ اسے جھوٹ کا پلندہ قرار دیتے ہیں۔ ایک گروہ تاریخ کو گذرے ہوئے حالات کا مرقع سمجھتا ہے تاریخ کو عبرت نامہ بھی کہا جاتا ہے اس طرح کئی دوسری آرا بھی تاریخ کے بارے میں ہیں مگر کوئی رائے بھی جامع نہیں ہے۔ تاریخ دراصل واقعات کو تسلسل کے ساتھ ریکارڈ کرنے کا نام ہے۔

تاریخ کا مفہوم مختلف ادوار میں بدلتا رہا ابتدا میں اس سے مراد قصے کہانیوں کا بیان کیا جاتا تھا آج کے سائنسی دور میں تاریخ بھی مستند واقعات کی مستند دستاویز ہوتی ہے۔ سیاسی سماجی تہذیبی زندگی کے اور اقتصادی پہلو کا مطالعہ بھی دائرہ تاریخ میں آتے ہیں تاریخ سیاسی واقعات پر دلالت کرتی ہے اور سماجی انقلاب کو زیر بحث لاتی ہے یہ اپنے وقت کی مذہبی و تہذیبی تصویر بھی پیش کرتی ہے اور اس میں ہونے والی اقتصادی و معاشی کامیابیوں کی داستان بھی سناتی ہے۔ سادہ لفظوں میں تاریخ اپنے زمانے کے نظریاتی تمدنی سیاسی سماجی معاشرتی معاشی واقعات کا ریکارڈ ہوتا ہے جس میں ان واقعات کے اسباب وقوع و نتائج پر بھی بحث کی گئی ہوتی ہے۔ تاریخ کا مفہوم اب محض قصہ کہانیوں بیان نہیں بلکہ اب یہ مستند واقعات سائنسی انداز میں بیان کا نام ہے۔

زمانے کے تغیر سے مقابلہ کرنے اور جدید معلومات سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ ماضی سے پورے طور پر آگاہی حاصل ہو تاکہ حال کی ناقدانہ تحلیل کی جائے بلکہ تاکہ مستقبل کی منصوبہ بندیوں میں غلطیوں سے محفوظ رہنا ممکن ہو سکے تاریخ کا علم ان سب کے حافظے کا قائم مقام ہے۔ ایک انسان سے اگر اس کا حافظہ چھین لیا جائے تو اس میں قوت فیصلہ بالکل باقی نہ رہے گی اس طرح اگر کسی قوم کو اس کی تاریخ کے علم سے محروم کر دیا جائے تو وہ خود اپنی

شناخت کے قابل نہ رہے گی اور اقوام عالم میں اس کا کوئی مقام نہ ہوگا۔

تاریخ نویسی کی اہمیت :

انسان کی انفرادی اجتماعی اور قومی زندگی میں راہنمائی کے لیے تاریخ کا مطالعہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے افراد اور قوموں میں علم و حکمت سوچ و بچار فکر و استدلال کی صلاحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ماضی کی غلطیوں کے مطالعہ سے مستقبل کے روشن راستے نظر آتے ہیں مختلف ادوار میں تہذیب و تمدن کے سلسلے میں کی جانے والی انسانی اور قومی کاوشوں کا اندازہ ہوتا ہے جس کی بنیاد پر آئندہ تمدن کی عمارت استوار کی جاسکتی ہے اس میں ماضی کی سیاسی کشمکش قوموں کے عروج و زوال کے واقعات کے مطالعہ کا موقع ملتا ہے قومی و ملی سطح پر لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے راہنمائی ہوتی ہے تاریخ کے مطالعہ سے پہلے افراد کے علاوہ قوموں کی نظریاتی وابستگی ذہنی سطح علمی ترقی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس طرح صنعتی فنون کے میدان میں گذشتہ ادوار کی کارکردگی کا جائزہ ہوتا ہے۔ جس سے آئندہ کا انسان صنعتی میدان میں اپنی راہنمائی ہموار کرتا ہے مسلمانوں سے پہلے تہذیبی طور پر بہت سی قومیں ترقی کے بام عروج پر پہنچیں انہوں نے مختلف علوم کے میدان میں بڑی جولانیاں دکھائیں مگر حیرت کی بات ہے کہ اسلام سے قبل تاریخ کا فن کوئی خاص حیثیت نہ رکھتا تھا اسلام کے آغاز کے فوراً بعد مسلمانوں کے ابتدائی دور کے واقعات کو محفوظ کرنے کی ضرورت کا احساس شدت کے ساتھ ابھرا۔ تدوین حدیث، تدوین مغازی، تدوین سیرت سے ہی تاریخ نویسی کا آغاز ہو گیا بعد ازاں اس میدان میں ابن طبری، ابن کثیر ابن کامل ابن خلدون، امام غزالی جیسے نامور تاریخ نویس پیدا ہوئے جس کی مثال کسی اور تہذیب میں ملنا محال ہے۔

تاریخ نویسی کی طرح مسلمانوں نے اسلامی علوم و فنون بشمول طب کی تدوین پر خصوصی توجہ دی حفظ صحت کے بارے میں جس شدت سے اسلام نے زور دیا اسی شدت سے حفظان صحت اصول صحت کے بارے میں کثیر تعداد میں کتابیں تالیف کیں بعض صورتوں میں دوسرے موضوعات کی کتابوں میں ضمنی طور پر طب کے موضوع باب لکھنے کا اہتمام کیا اس سلسلے میں ابن قیم کا نام سرفہرست ہے۔ انہوں نے اپنی معروف تالیف زاد المعاد میں طب نبوی ایک مستقل باب قائم کیا ہے اسی طرح ابن سینا، ابن اشد ابن الہیثم، البیرونی زکریا

جیسے لوگوں کے تصنیفی وطبی کارنامے مسلمانوں کی علمی تاریخ کا شاندار باب ہیں زکریا رازی نے اپنی تالیف عجائب المخلوقات میں طب کے علاوہ دوسرے فنون پر لکھ کر ایک شاندار کارنامہ انجام دیا ہے۔ ابتدا میں مسلمانوں کا طبی علم بڑا مستند اس کی وجہ ان کا علمی مطالعہ بھرپور فائدہ اور کامل تجربہ تھا انہوں نے اپنے نظریات وتجربات کو اپنی تاریخ طب کی کتابوں کا موضوع بنایا اور آئندہ نسلوں نے ان معلومات سے اپنے عقائد کی بنیاد بنا کر علم طب کو تحقیق کے ذریعے آگے بڑھایا چنانچہ کئی صدیوں گذرنے کے باوجود مسلمانوں کا طریقۂ علاج اور علم طب آج بھی مستند ومستفید اور عام ہے۔

طب عربی زبان کا لفظ ہے اس کے اصل معنی جھاڑ پھونک کے ہیں یہ لفظ بتاتا ہے کہ اس فن کا آغاز ابتدائی قوموں جھاڑ پھونک ٹوٹکے اور جادو منتر سے ہوا آخر زمانے کی رفتار کے ساتھ تجارت اور قیاسات نے اوہام وتخیلات کی جگہ لے لی۔ یہاں تک کہ آج یہ سرتاپا تجربات ودلائل عقلی وطبعی پر مبنی ہے۔ اطبا کی اصطلاح میں علم طب کے ذریعے انسانی بدن کی صحت اور مرض کے حالات معلوم کرنا ہے اس علم کی غرض وغایت یہ ہے کہ اگر صحت ہو تو اس کی نگہداشت کی جائے اور جسم میں مرض پیدا نہ ہونے دیا جائے اگر مرض پیدا ہو جائے تو اس کے ازالہ کی تدبیر کی جائے۔

علم طب کی تدوین اور فنون کی طرح تاریخ طب لکھنا ایک دلچسپ چیز ہے لیکن اس کے ساتھ ایک مشکل کام بھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ طب کے آغاز کے حالات وواقعات کا جاننا تاریخی معلومات کی عدم موجودگی میں نہایت مشکل ہوتا ہے۔

علم طب کے بارے میں صحیح یا مستند معلومات حاصل کرنا بہت مشکل ہے اس راہ میں بڑی دقت یہ ہے کہ دوسرے علوم کی طرح علم طب کی ابتدا بھی توہم آمیزہ معلومات سے ہوئی۔

باب دوم

علم طب کے حدوث و قدیم کی بحث

طب کے آغاز کے بارے حکما نظریات کے دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک کے مطابق یہ دنیا اور طب دونوں قدیم الوجود ہیں۔ اس گروہ کے مطابق طب ہر زمانے میں انسان کی ضرورت رہی ہے دوسرے نظریے کے حکما حدوث اجسام کے قائل ہیں، اس کی بنا پر وہ طب کو بھی حادث قرار دیتے ہیں۔ آگے چل کر موخرالذکر نظریہ کے حکما مزید دو گروہوں میں تقسیم ہیں ایک کے نزدیک فن طب تجربہ و قیاس سے وقوع پذیر ہوا جبکہ ان کا دوسرا گروہ وحی الٰہی کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔

آگے چل کر طب کا وحی والہام کا نظریہ قبولیت عام حاصل کر گیا اس طرح طب کو ایک الہامی فن سمجھا جانے لگا اس سلسلے میں کئی حکما نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے معروف حکیم بقراط اسی نظریے کے حامل تھے افلاطون نے بھی اپنی کتاب میں اسقلی بیوس کو اس محرک کے تحت صاحب الہام کہا تھا۔ جالینوس بھی یہی نظریہ رکھتے تھے اس کا اظہار کئی مواقع پر کیا تھا اس سلسلے میں اُن کا استدلال یہ تھا کہ علم طب کے ادراک کے لیے محض عقل انسانی کافی نہیں ہو سکتی لیکن یہ بات حیرت انگیز ہے بقراط کے دو معروف شاگرد فیلوس اور اسا ابیس اس معاصر نظریے کے برعکس طب کی انسانی مساعی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔

طب کو اور بھی بہت سی قومیں الہامی علم سمجھتی تھی اس سلسلے میں یہودیوں کا نظریہ یہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر اس علم کی وحی کی صورت میں نازل کیا تھا۔ اصابیوں کے نزدیک یہ علم ہیکلوں سے پھیلا اور ان کے مذہبی راہنما ولی پر الہام کے ذریعے وارد ہوا مجوسیوں کے نزدیک زرتشت پر چار طرح کے علوم کی کتابیں نازل ہوئیں تھیں ان میں ایک طب تھی آیور ویدک طریقہ علاج بھی ویدوں کے نزدیک ایک الہامی تھا۔

علم طب کی ابتدا کے بارے میں البتہ اسلام کا نظریہ اس سے مختلف ہے۔ اور اس سلسلے کے علما طب کو قیاس و تجربہ کا نتیجہ قرار دیتے ہیں جمہور علما اسلام کی رائے یہی ہے۔

البتہ بعض کے خیالات اس سے قطعی مختلف ہیں۔ جیسا کہ ابوجابر مغربی قدیم حکماء کی طرح الہامی تصور کرتے ہیں شیخ موفق الدین اسعد بن الیاس معطران طب کبھی الہامی علم سمجھتے تھے اور اس بارے میں انہوں نے استدلال کے لیے ابن عباس سے ایک روایت بیان کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام عقاقیر و اشجار سے دریافت کر کے ان کے فوائد تحریر کیا کرتے تھے۔ اسلام میں طب نبوی ایک مستقل موضوع ہے آیا یہ طب الہامی تھا یا تجربہ و قیاس پر مبنی تھا اس سلسلے میں صاحب سفر الہارہ کا بیان ہے کہ طب نبوی کی دوسری طب سے کوئی نسبت نہیں ہے کیونکہ طب نبوی وحی الٰہی اور نبوت و کمال عقل سے سرفراز ہوتی ہے۔ معروف فلاسفر علامہ ابن خلدون کے بقول تجربہ و قیاس کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور اس بات کو انہوں نے کئی طریقوں سے استدلال بھی کیا ہے۔

مرض کا حدوث :

طب کی ابتدائی تاریخ جاننے کے لیے مرض کے حدوث کی تاریخ جاننا نہایت ضروری ہے ابوجابر نے طب کو الہامی قرار دیا ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل بھی دی کہ پہلے انسان کو یقیناً بھی اعانت کی ضرورت پڑی ہوگی تاہم روسو اور ان کے پیشرو کاروں کی نظر میں تمدنی زندگی کے آغاز سے عوارض و امراض کا وجود نہیں تھا۔ لیکن موجودہ طبی وارضی جائزوں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہے کہ مرض کے جراثیم انسان سے بھی بہت عرصہ پہلے موجود تھے۔ انسان ابتدائی طور پر کن امراض میں مبتلا رہا اس بارے تفصیلات کا فقدان ہے۔ حالیہ آثار قدیمہ کی کھدائیوں سے انسانی و حیوانی ہڈیوں اور جسم کے دوسرے اعضاء کا ماہرین طب نے مختلف طریقوں سے تجزیہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ابتدائی انسان بھی مختلف امراض سے دوچار رہا۔

پتھر کے زمانے میں پائے جانے والے امراض کے بارے میں البتہ بعض تفصیلات ملتی ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ بیماریوں کے نام بھی منظر عام پر آتے ہیں چنانچہ ان ماہرین کے مطابق اس زمانے میں دانتوں کے امراض کم تھے اسی طرح موجودہ امراض انہضام بھی اس وقت نہیں پائے جاتے تھے البتہ التہاب کے امراض کی موجودگی کے ثبوت ملے ہیں۔

ابتدائے زندگی میں جب علم طب کا شعور پیدا نہیں ہوا تھا تو لوگ مختلف مظاہر فطرت اور اثر و رسوخ و روحانی شخصیات کو اپنا معالج سمجھتے اور وہ مختلف توہمات کی رو میں بہہ کر ان سے علاج معالجہ کے لیے رجوع کرتے اگر ایسے معالج کسی وجہ سے صحت یابی کے مختلف اعمال کی انجام دہی سے انکار کر دیتے تو پھر مریض مایوس ہو کر موت کے لیے انتظار کرنے لگتا۔

دنیا کی وحشی اقوام کے فلسفہ مرض کے مختلف نظریات تھے پہلا نظریہ یہ تھا کہ امراض بھوت پریت یا جنوں کی ناراضگی سے پیدا ہوتے ہیں۔ دوسرا یہ سمجھتے کہ امراض کی ابتدا جادو کے ذریعے ہوتی ہے ان کے خیال میں خبیث روحوں کے زیر اثر مختلف امراض انسانی جسموں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان امراض کے علاج معالجہ کے لیے مختلف قسم کے اعمال و رسومات ادا کرتے بالعموم انسانی آبادی کے کمزور عقیدہ لوگ مختلف امراض کو انہی اسباب کا نتیجہ قرار دیتے اور علاج معالجہ کے لیے بھی اسی قسم کے توہم و روحانی عاملانہ طریقے بروئے کار اختیار لاتے۔ جیسے جیسے انسان تمدنی ترقی کرتا گیا اُس نے علاج معالجے کے دستور میں وسعت آتی گئی چنانچہ جادو منتر و تعویذ کے علاوہ سانپ کی چربی اور خون وغیرہ کا استعمال بطور دوا ہونے لگا مختلف محققین نے ایسے شواہد جمع کیے ہیں کہ یہ بات سامنے آتی ہے۔ کہ افریقہ آسٹریلیا وغیرہ کے علاقوں میں قدیم باشندوں نے اپنا علاج معالجہ کرنا شروع کر دیا تہذیبی قافلہ آگے بڑھتا رہا پھر انسان نے باقاعدہ بستیاں بسانی شروع کر دی گروہی معاشرہ وجود میں آیا مختلف انسان جب ایک ہی قسم کے مرض میں مبتلا ہوئے تو پھر ان کے اسباب پر غور و فکر کیا گیا مشاہدات و تجربات بھی کیے گئے اس طرح ایک مرض کے لیے انسانوں پر ظاہر ہونے سے انسان کسی مخصوص مرض کے جملہ کیفیات کو جاننے میں کامیاب ہوا اس طرح علم طب کی باقاعدہ بنیاد پڑ گئی۔

باب سوم

مختلف ادوارِ طبّ

بابلی طب

تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ بابل اور نینوا میں طب کی ابتدا پانچ ہزار قبل مسیح سے بھی پہلے ہوئی مگر وہاں بھی شروع میں مرض کی پیدائش کا سبب بھوت پریت یا خدائی قوانین کی خلاف ورزی گردانا جاتا جس کے سبب دیوتا ناراض ہو کر انسانوں پر بیماریاں نازل کرتے ماہرین آثار قدیمہ کو جو خشتی کتبے ملے ہیں ان میں مختلف امراض کے علاج کے نسخہ جات کے ساتھ وہ جادو اور منتر بھی درج کئے گئے ہیں جو مرض کے بھوت پریت کو دفع کرنے کے لیے وضع کئے گئے تھے۔

جھاڑ پھونک کے طریق علاج کے ساتھ مریض کو کسی چوراہے میں لٹا دیا جاتا تھا اور پھر راہ گذر سے مریض کی کیفیت بیان کی جاتی اگر کوئی اس مرض کے بارے نسخہ جانتا تو وہ بتا دیتا اس طرح جو موثر دوائیں یا علاج ہوتا تو اس کو تانبے یا چاندی کی تختیوں پر کندہ کر کے دیوتا طب کے گلے میں ڈال دیتے اس زمانے میں طبیب صرف ایک ہی مرض کا علاج کرتا دوسرے مرض کا علاج نہ کرتا تھا پھر ان تجارب صحیح کے ساتھ انہوں نے کم و بیش اوہام فاسدہ اور قیاسات باطلہ کی مخلوط کر دیا لیکن علم طب میں بتدریج ترقی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ مختلف شہروں میں طبی درس گاہیں اور شفا خانے قائم ہوئے۔ لندن کے عجائب گھر میں (د...) نام میں تحریر کی گئی جو آسوریہ کی خشتی کتاب نامکمل حالت میں موجود ہے وہ ایک قدیم اور مستند کتاب نقل ہے جسے بواسہ کے طبی مدرسے کے اساتذہ نے مرتب کیا اس میں اکثر طویل نسخہ جات اور ایک ایک مرض کے کئی کئی علاج تحریر ہیں نسخوں میں پٹوں پلپٹوں پلاسروں شیافوں ٹکوروں مرہموں طلاؤں اور حقنوں کا ذکر ہے اسی زمانے میں چین اور ہند میں بھی بابلی طب کے اثرات ہوئے اور طب چین کی اساس تو اس بابلی طب پر

ہوئی۔ ہندوستان میں بھی بابلی طب کے اثرات پہنچے۔ بابل کی تباہی کے بعد تہذیب و تمدن کے ساتھ ساتھ طب کی ترقی کا مرکز بھی مصر بنا جس کے بعد طب کے تین مختلف مرکز بن گئے جن میں چین مصر اور ہندوستان شامل ہیں اور اپنے اپنے مقامات پر یہ الگ الگ ارتقائی عمل طے کرتی رہیں۔ مصری طب اپنے اصلی مرکز کے قریب ہونے کی وجہ سے زیادہ ترقی پذیر ہوئی۔

مصری طب:

طب کا قدیم ترین اور ابتدائی سرچشمہ مصر ہے جہاں اس کی بنیاد توہم پرستی پر تھی جن ممالک کی طب سے طب یونانی نے فیض حاصل کیا ان میں سب سے قدیم مصر ہے جس طرح طب عرب کی اساس طب یونانی پر ہے اسی طرح طب یونانی کی بنیاد طب مصر پر ہے مصری طب کا دور کم و بیش چھ ہزار سال پر محیط ہے۔ دریائے نیل کے دہانے پروان چڑھنے والی تہذیب کے کھنڈرات سے ماہرین کو دوران کھدائی ایسے کتبیات اور تحریریں ہاتھ لگی ہیں جن سے قدیم مصریوں کے تہذیب و تمدن رہن سہن اور علمی و ثقافتی ترقی کے کافی شواہد ملتے ہیں ان تحریروں بردی کاغذ پر لکھی گئی تحریریں اس عہد کی ترجمانی کرتی ہیں۔ جن میں ایک تحریر ایبرس پے پائرس (EBERS PAPYRUS) قدیم مصری کاغذ پر لکھی ہوئی تحریریں، سب سے قدیم طویل اور معروف ہے یہ اب لائپزگ یونیورسٹی میں محفوظ ہے حضرت مسیح کی پیدائش سے ۱۶۰۰ سال قبل کی ہے اس میں ایک مصری بادشاہ آدتھوس جو چھ ہزار سال قبل مسیح گزرا ہے اس نے قدیم الایام میں طب پر کتاب لکھی تھی اس کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ قدیم ایام میں ملک مصر میں طب محض ایک علم نسخہ یا جادوگری تھا قدیم مصر میں طلوع تاریخ کے وقت کا جو لٹریچر ملتا ہے وہ افعال الاعضاء و ماہیت الامراض پر مشتمل ہے خیال کیا جاتا ہے کہ یہ تحریریں مصری طب کے بانی کی ہیں جس کا نام اطوطب ہے قدیم مصریوں کا اس کے متعلق عقیدہ تھا کہ وہ دیوتا (الہٰ) اور بنی انسان کا رب الشفا تھا اور جملہ علوم میں کامل ہونے کے علاوہ علم طب میں بھی ماہر تھا۔ قدیم مصری طبی لٹریچر میں معالجاتی مشاہدات نہایت واضح ہیں۔ مصری طب کے طویل ترین دور میں طب پر مختلف ادوار اور مقامات پر طلسمات و رموز اور توہم پرستی کا غلبہ نظر آتا ہے اور بھی بعض مقامات پہ فطری اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔

قدیم مصریوں کے عقائد مرض اور موت کے بارے یہ تھے کہ ان کا علاج انسان کی

دسترس سے باہر ہے اور یہ قدرتی واعلاج ہیں اس لیے دافع امراض کے لیے وہ جھاڑ پھونک سے علاج کرتے کیونکہ وہ سب کو بھوت پریت کا سایہ سمجھتے تھے۔ ان کے ان گنت دیوتاؤں میں ایک جس کا نام معروف عالم حکیم الحوطب کے نام پر تھا جس کو رب الشفاء خیال کرتے اس کے بعد مصر کے تقریباً شہروں میں تھے لوگ مریضوں کی شفایابی کے لیے اس سے استمداد مانگتے نذر نیاز دیتے ان سب میں ممفس شہر کا مندر سب سے متبرک خیال کیا جاتا یہاں کے پجاری مریضوں کے علاج میں ید طولیٰ رکھتے تھے وہ جھاڑ پھونک کے علاوہ مقامی جڑی بوٹیوں سے بھی علاج کرتے۔ اگرچہ مصری علم طب کی ابتدا توہم پرستی سے ہوئی لیکن تعلیم و تہذیب کی ترقیوں کے ساتھ ساتھ طب کو بھی ارتقا ہوئی تو توہمات کم ہونے لگے اور دیگر فنون کی طرح علم طب بھی مدون ہونے لگا اور ایک وقت میں طب کا یہ اولین مرکز بنا مصری طب کا شہرہ چہار دانگ عالم میں ہوا جب نامور مورخ ہیرڈوٹس نے چوتھی صدی قبل مسیح میں مصر کی سیاحت کی تو اس نے مصریوں کے ہاں عروج علم طب کے بارے گراں بہا معلومات اکٹھی کیں وہ رقمطراز ہے کہ۔

"میں نے مصر میں سینکڑوں طبیب دیکھے جن میں بعض خاص خاص امراض کے علاج میں ممتاز تھے مثلاً کسی کو دماغ کے امراض میں شہرت تھی کوئی امراض چشم میں ماہر تھا اور کوئی دانتوں کے امراض کا کامل تھا[1]۔

علم طب کے متعلق مصریوں کی طبی معلومات کا ذخیرہ جو بردی کاغذوں پر مشتمل ہے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے معالجات ایقان وعقل پر مبنی تھے اس بات پر یقین کر لینے کے دلائل موجود ہیں کہ عقبلہ علاج قدیم تر مصری طب کی بنیاد تھا علاج معالجہ میں ہر قسم کی نباتاتی حیوانی اور معدنی ادویہ استعمال کی جاتی تھیں نباتات کا علم مصری طب میں پوری اہمیت رکھتا تھا حفظ صحت کے میدان میں ان کا علم پوری طرح ترقی یافتہ تھا اور آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی ان کا مطالعہ کر کے حیرت ہوتی ہے یونانی طب کی اساس مصریوں کے علم طب پر ہے۔

---

[1] بردی کاغذ (PAPYRU) پے پی رس نرسل کی قسم کا پودا جو پانی میں ہوتا ہے کے بنے ہوئے کاغذ جن پر قدیم مصری لکھا کرتے تھے۔

چینی طب :

چینی طب کے متعلق محققین اس نکتے پر متفق ہیں کہ دراصل بابلی میں اس کی سنگ اساس ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ بابل اور نینوا سے جو خشتی کتب دریافت ہوتی ہے وہ غالباً دنیا کے حکمت میں انسانی عوارض پر سب سے پہلے پرانی اور نقشہ بند تحریریں ہیں جن کا زمانہ پانچ ہزار سال قبل مسیح ہے جب کہ چینی طب ۲۶۷۸ ق م میں شروع ہوئی اس لیے قیاس کہا جاتا ہے کہ اگر کلی طور پر نہ سہی مگر چینی طب نے بابلی طب سے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔

چین میں " دودمان پنجم شہنشاہ " اپنے علم وفضل اور طب کی سرپرستی کی بنا پر شہرت رکھتے ہیں اس خاندان کا بانی شہنشاہ فوہی ۲۸۵۲ ق م سربراہ حکومت ہوا مگر اس خاندان کے شہنشاہ ہوانگ ٹی نے ۲۶۸۷ ق م میں علاج بلدوا کا طریقہ رائج کیا یہ عوام میں کہاں تک مقبول ہوا اس بارے تاریخ میں کوئی ثبوت نہیں ملتا مگر ان کے ہاں مروجہ طریقوں کے باعث اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ یہ فن شاید شاہی خانوادے اور ان کے مصاحبین تک محدود رہا۔

چینیوں کے عقائد کے مطابق کائنات تاؤ دیوتا کی وجہ سے ظہور میں آئی جو دو ارواح " یانگ اور " ین " کا مجموعہ ہے یانگ ہی زمین میں روشنی روئیدگی اور زندگی کا سبب ہے جب کہ ین سے موت اور تاریکی وابستہ ہے اور پھر ہر شے ذی روح ہے جب اس قسم کے عقائد ہوں تو پھر جھاڑ پھونک ہی تمام امراض کا علاج سمجھا جاتا ہے شائد ایسا ہی چینی معاشرہ میں بھی ہوتا تھا اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ چینی طب کا آغاز بھی روایتوں اور داستانوں سے ہوتا ہے۔ شہنشاہ ہوانگ ٹی کے بعد اطباء کا ایسا گروہ پیدا ہوا جنہوں نے تشخیص علاج کے اصول و نکات ترتیب دیتے گئے اس ساتھ نباتی حیوانی اور جمادی ادویہ کی طرف توجہ دی گئی مگر جراحت اور تشریح میں تحقیق کا پہلو تشنہ رہا جس سے علم طب کی یہ صنعف کمزور رہی مگر جوں جوں معاشرہ ارتقائی منازل طے کرتا ہوا مہذب دور میں داخل ہو رہا تھا اسی طرح امراض کے تصورات میں بھی مختلف تبدیلیاں رونما ہوتی گئیں اور توہم پرستی کی جگہ حقیقت پسندی نے لی چنانچہ امراض کے متعلق جادو اور تعویذات کا سلسلہ جاری رہنے کے باوجود ادویہ کا استعمال شروع ہوا چین کے یانگ خاندان ۹۰۵ — ۶۱۸ ء کے دور میں چار قسم کے اطباء تھے۔

(۱) علاج بالادا والے اطباء۔

(۲) سوئیوں (آکوپنکچر) سے علاج کرنے والا اطبا۔

(۳) تدابیر سے علاج کرنے والے۔

(۴) جادو منتر اور سحر سے علاج کرنے والے۔

قدیم چینی کے انعقاد کے مطابق ایسے معالج جادو اور ادویہ سے موت سے برسرپیکار رہتے ہیں اس لیے ان میں "دو" دیوتا ایسی قوتیں مخصوص کر دیتا ہے جو انہیں عوام الناس سے منفرد کر دیتا ہے وبائی امراض میں یہ جھاڑ پھونک والے مخصوص انداز میں ارواح خبیثہ جو تمام بیماریوں کا شاخسانہ ہوتی ہیں اُن کو ڈرانے کے لیے عجیب وغریب حرکات کرتے وہ کمر تک برہنہ ناچتے ہوئے جلوس نکالتے اور پھر عالم بے خودی میں جسم وزبان کو چھید ڈالتے وہ ایسے چوبی تختوں پر لوٹتے جن پر نوکیلے کیل جڑے ہوتے تھے۔ دوسری قدیم تہذیبوں کی طرح چین کی تنویمی اور نفسیاتی نوعیتوں میں کاہن یا روحانی طبیب مریض کی شفایابی کے لیے منتر پڑھتا جس سے بے خود ہو کر مریض سدھ بدھ کھو بیٹھتا ایسی حالت میں عامل مریض پر خاص اثرات پیدا کرتا اور اس عمل سے اکثر مریض شفایاب ہوتے چینی دربار میں بھی تنویم جو سحر کی قسم ہے ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں جاری رہا ہے۔

اگرچہ چین میں طب کا آغاز روائتوں اور داستانوں سے ہوتا ہے مگر چین نے اس میدان میں کافی ترقی کر لی البتہ سامراجی قوتوں نے چین کے دیگر علوم وفنون کی طرح چین طب کو نقصان پہنچایا جس سے طب روبہ زوال ہوئی لیکن ۱۹۴۹ء میں سے چین کے بعد یہ طب دوبارہ توانائی حاصل کرنے لگی اور گذشتہ دو دہائیوں میں طب چین کی ترقی کا سلسلہ بڑی تیزی سے جاری ہے اور آج انتہائی عروج پر ہے اور چینی طب کا مایہ ناز طریقہ کار سوزن کاری (ایکوپنکچر) پوری دنیا کے ماہرین طب وسائنس میں موضوع فکر و میدان عمل بن چکا ہے اور اہل مغرب بھی اس کو اپنا رہے ہیں۔

یونانی طب:

قدیم مصریوں کی طرح یونانی علم الاصنام میں رب الشفا کا ذکر ملتا ہے جو یونانی موجد طب اسقلیبوس کے نام پر رکھا گیا تھا۔ دراصل یونان میں طب کی ابتدا کا سہرا اس عظیم معالج کے سر ہے جس نے جھاڑ پھونک کی موجودگی میں عوام کو طب کی حقیقتوں سے روشناس کرایا۔ چونکہ بیماریاں آفات

سماوی سمجھی جاتی تھیں۔ جن پر کسی انسان کا بس نہ تھا۔ جب اسقلیبوس سحر انگیز معالجات سے لوگ شفا پانے لگے۔ تو انہوں نے اس کو دیوتا سمجھ کر کوئی اُسے رب الشفا تسلیم کر لیا۔ ایک روایت کے مطابق جب نوے سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ تو اُسے فرشتے احکامِ الٰہی کی تعمیل میں ایک آتشی ستون پر بٹھا کر عالم بالا کو پرواز کر گئے۔

جب اُسے رب الشفا سمجھ کر پوجا جانے لگا تو پھر اُس کی دو بیٹیاں بھی تراشی گئیں۔ ان میں تھیں۔ اول الذکر تو صحت کی دیوی اور موخر الذکر امراض کرنے والی دیوی تھی تو پھر اس تری مورتی یا تثلیث کی پوجا بیماری سے بچنے کے لیے کی جانے لگی۔ اور جب کہیں وبائی امراض پھوٹ پڑتے۔ تو رب الشفا کی خصوصی پوجا ہوتی مناجات کی جائیں۔ اُس وقت یونان میں کوئی دو صد کے لگ بھگ مندر تعمیر کئے گئے۔ مگر ان سب میں تو شہر کا مندر تھا جو کہ ایک پہاڑی پر پُر فضا ماحول میں درختوں کے درمیاں بنا یا گیا تھا۔ جس میں مندر کے وسط میں اسقلیبوس کا مجسم رکھا تھا اُس کے سامنے مریض سر بسجود ہوتے۔ بیماری سے صحت یابی کی دعائیں مانگتے۔ اس مندر میں لاتعداد زرد رنگ کے سانپ پائے گئے تھے۔ یہ بے ضرر سانپ ایسے سدھے ہوتے تھے کہ مریض کے مقام مرض کو چاٹتے۔ بقراط نے اپنے زمانہ میں اسی مندر میں باقاعدہ مطب قائم کیا۔ اس نے اس کا نام افندرکین (بیمارستان) رکھا۔

رب الشفا کے معبد:

مندر میں داخلے سے قبل مریض کے لیے لازم تھا۔ کہ وہ غسل سے اپنے جسم کی غلاظتیں دور کرے پھر وہ مجسمے کے سامنے عجز نیاز کا اظہار کر کے رب الشفا کی خوشنودی حاصل کرے۔ پھر بر دھت کچھ رسوم ادا کرتے۔ اور ایک معینہ وقت پر دیوان خانے میں مریض سو جاتا۔ اُسے خواب میں دیوتا کی زیارت ہوتی۔ یا پیچیدہ خواب جو اشاروں و کنایوں پر مبنی ہوتے۔ اس کے بغیر صرف مندر کے پجاری ہی کر سکتے تھے۔ جو مریض کے علاج کے ذمہ دار ہوتے۔ مریض چونکہ نفسیاتی طور پر رب الشفا کے معبد میں شفا یابی کے لیے آتا۔ اس لیے حصول صحت میں اس کی قوت ارادی زیادہ کار فرما ہوتی اور یوں بھی علم الادویہ میں دوا سے زیادہ نفسیات کا دخل ہوتا ہے۔ پھر مریض صحت یاب ہونے کے بعد مرض کی کیفیت اور اس کا علاج سونے چاندی یا سنگی لوحوں میں محفوظ کر جاتے۔ ایسے ہی کئی کتبے کھدائی کے عمل سے ہاتھ لگے ہیں۔

خواب معبد کے طریقِ علاج کے بارے میری ملٹن یوں لکھتی ہیں۔

"مریض رات کے وقت مندر میں سلایا جاتا۔ خواب میں اُسے دیوتا کی رویت ہوتی۔ جو یا تو ماؤف کو چھوکر دیتا تھا۔ یا موثر اراکین الفاظ کہہ دیتا تھا۔ علاج کے اختتام پر مریض صحت یاب ہو جاتا۔ رخصت ہونے سے قبل نوجوان پرشکرانہ کے الفاظ کندہ کرا کر احسان مندی کا اظہار کیا جاتا تھا۔ اس طرح جن امراض کا علاج کیا جاتا تھا۔ ان میں آنکھوں کی خرابیاں نابینائی، فالج اندرونی رسولیاں۔ پرانے زخم، ردمائزم، گنٹھیا اور نقرس خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔"

مشہور شاعر ہومر نے اپنی نظم الیڈ میں اسقلیبوس کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

HAMITON MERAY "INCUBATION IN THE CURE OF DISEASES IN PAGAN TEMPLES.

اسقلیبوس کے بعد دوسرے اطباء نے بھی بڑی شہرت حاصل کی۔ ان میں بقراط جس کا زمانہ ۴۶۰ ق م ہے۔ طب کے آئمہ اربعہ کا امام ہے۔ چونکہ بقراط کا سلسلہ نسبت سترھویں پشت میں رب الشفاء سے جا ملتا اُس نے طب کے اصول و قواعد مرتب کر کے انسانیت کی خدمت کے لیے عام کر دیا جس میں بعد میں آنے والے اطباء نے بیش بہا اضافے کر کے یونانی طب کو اوج ثریا پہنچا دیا۔ ان میں ائمہ اربعہ کے دوسرے ستون جالینوس تھے ۱۹۵ء میں طب یونانی کو مکمل شکل میں مدون کیا۔ اُس نے تشریح اور فن جراحت میں گراں قدر اضافے کئے۔ ادویہ کی تحقیق میں انتہائی عرق ریزی سے کام کیا۔ اور پھر قرابادین کو ترتیب دیا۔ الغرض طب جدید کی اساس طب جالینوس پر رکھی گئی۔

ہندی طب:

ہندی طب یعنی آیور ویدک کو اہل ہنود الہامی قرار دیتے ہیں اور اس کا آغاز دورہے سے لیکر چوتھی صدی ق م کے درمیان ہوا آیور ویدک جس کے معنی علم الشفاء ہیں۔ (۱) کاراک (۲) سشرت اور (۳) راگ بھاٹ ہندی طب کے وہ ارکان ہیں جنہوں نے اس فن کے اصول و مبادی وضع کئے ان میں اول الذکر تو مہاراجہ کنشک کا درباری حکیم تھا "سشرت کا خلاصہ" آیور ویدک پر پہلی تصنیف ہے جو مشہور وید اتریا کے خیالات کی ترجمانی کرتی ہے پھر کاراک نے سہیتا میں فن طب کو عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے روایات کے مطابق اس سے دیوداس کے طبی نظریات کو اس میں سمو دیا ہے جو دراصل دھونتری

دیوتا کا ریک رفتار ہے جس نے دیوداس کے روپ میں کاشی (بنارس) کے راجہ کے ہاں جنم لے کر لوگوں کی امراض و آلام سے نجات دلائی ہندوؤں کے عقائد کے مطابق سمندر کو بلونے پر دھنونتری کی آب حیات یا امرت ہاتھ لگا تھا وہ اسے رب الشفاء سمجھتے ہیں اور اس کی پوجا کی جاتی ہے اس کے مجسمے میں عموماً چار ہاتھ ہوتے ہیں ان میں سنکھ، چکر، جونک اور امرت کا عکس پکڑے ہوئے ہیں تصاویر میں اس کے دو ہاتھوں میں سے ایک میں جونک اور دوسرے میں ہلیلہ ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام امراض نظام ہضم اور فساد خون کا نتیجہ ہیں۔ سشرت سنگھتا فن جراحی پر ایک نایاب کتاب ہے مگر اس میں بعض لوگوں کا علاج جادو منتر اور جھاڑ پھونک میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بیماریوں کی درجہ بندی بھی کی گئی ہے اور خصوصی طور پر تنفس کے بارے سنجیدگی سے بحث کی گئی ہے کیونکہ سانس کا عمل "اعضائے رئیسہ" کے رفعال سے متعلق ہے۔ برہمن جو مذہبی پروہت تھے مریض بقصد محکم سے مندر میں داخل ہوتا تو سر سجود ہونے کے بعد نفسیاتی طور پر حد سے زیادہ تسلی پاتا۔ اور روگ پر قابو پا لیتا اس کے علاوہ دیوتاؤں سے مشاورت۔ دست شناسی علم النجوم اور منتروں سے آسیب زدہ لوگوں کا علاج کرتے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے طب یونانی کو فروغ ہوا مگر آیورویدک طریق علاج کا بازار سرد نہیں ہوا بلکہ ویدوں نے علم الادویہ علم الکیمیا علم السموم، علم الجراحت اور علم الغذا پر تحقیقی کام کیا اور آیورویدک کی معروف کتب سشرت اور چرک کا عربی ترجمہ ہوا ابن مبارک کے مطابق مشہور طبیب ذکریا رازی اور بوعلی سینا نے اپنی تالیفات میں آیورویدک سے استفادہ کیا اور طب یونانی میں اطریفلات سموم معدنیات و فن کشتہ آیورویدک سے اخذ کردہ ہے۔ بغداد کے خلیفہ ہارون الرشید نے تین ویدوں کو بھی بغداد بلایا اور آیورویدک کتابوں کا عربی ترجمہ کر دیا۔ جن میں سشرت بھی شامل ہے خلیفہ ہارون الرشید نے وید منکہ سے علاج کروایا اور شفا یاب ہوا۔

آیورویدک ایک مکمل طریقہ علاج ہے جس میں علم الادویہ اپنی مثال آپ ہے انہوں نے نباتات کے افعال و خواص کو مدون کرنے میں انتہائی عرق ریزی سے کام لیا اور معدنیات کو بطور دوا استعمال تو در حقیقت آیورویدک کی ایجاد ہے

ایرانی طب :

ایران کے مخصوص جغرافیائی محل وقوع کی بنا پر یہ علاقہ مختلف التوع آب وہوا کے سبب جڑی بوٹیوں کی افزائش کے لیے بڑا سازگار رہا ہے اس لیے اوستا کی قدیم کتاب کا ایک باب تو جڑی بوٹیوں کے خواص پر مشتمل ہے۔ اور ایک قدیم روایت کے مطابق لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ کوئی مرض ایسا نہیں جس کا علاج نباتات میں نہ ہو ایھر ایران کو تمدنی چوراہے کی حیثیت حاصل تھی اس لیے دنیائے قدیم کی طبی روایات سے خوب مستفید ہوا پھر دربار ایران سے مشہور طبیب کتریاس کی وابستگی اس امر کی شاہد ہے کہ ایران کی شاہی سرپرستی کے سبب بڑے اطباء سرزمین ایران میں وارد ہوئے ایران اپنی طویل تاریخ کے دوران ہمیشہ دنیا کے بڑے بڑے طبی مراکز میں سے رہا ہے اسی مداومت کے سبب جندی شاہ پور کا مدرسہ معرضِ وجود میں آیا جو قدیم ترین طبی مدرسہ تھا یہاں ہی طب اسلامی کی بنیادیں استوار ہوئیں حضورؐ کی بعثت کے وقت جند شاہ پور کے علم وفضل کا آفتاب عین نصف اعتبار پر تھا اس شہر میں کئی شفاخانے تھے فارابی بوعلی سینا رازی ، پروی جرجانی جیسے بلند پایہ اطبار کو اس نے متعارف کرایا۔ دسویں اور گیارہویں صدی ہجری میں ایران ہندوستان کے لیے علم وحکمت کے لیے ایک بڑی دانش گاہ تھی جہاں تشنگان علم اپنی پیاس بجھاتے اور ان کے چشموں سے فیض یاب ہوتے اس وقت ایران پر سلاطین صفویہ کی حکمرانی تھی وہ علم وحکمت کے سرپرست تھے اس لیے ذباں طبی تعلیم کے متعدد مراکز تھے اس کے علاوہ تبریز مشہد میں اور گیلان میں فاضل اطباء علم الطب کا باقاعدہ درس دیتے تھے اس وقت ایران اور ہندوستان کے تعلقات نہایت ہی دوستانہ تھے اس لیے فارغ التحصیل اطبا، ہندوستان کا رخ کرتے اور عہدہ جلیلہ پہ فائز ہوتے انہوں نے یہاں پر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور پھر ایران کی ساری مسندیں ہندوستان آگئیں بلکہ اس سرزمین نے اتنی شہرت حاصل کی کہ عرب کے دور دراز علاقوں سے اطبا اکتساب فیض حاصل کرنے کے لیے یہاں کی درس گاہوں کا رخ کرتے ایران میں حکیم عماد الدین محمود شیرازی اور غیاث الدین منصور شیرازی اپنے فضل وکمال کے اعتبار سے بہت شہرت رکھتے تھے یہاں کے شفاخانوں کی طبی تربیت اور معتبر طبی سب کچھ اس انداز سے اہل علم کے سامنے آئیں کہ سترھویں صدی تک دنیا کے بڑے بڑے میڈیکل کالجوں میں قانون ابن سینا درسی کتب کے طور پر پڑھائی جاتی رہیں۔ عرب کا معروف طبیب حارث بن کلاہ

جس نے رسول اللہ کا آخری زمانہ پایا اور جن کا ذکر حدیث مبارکہ کی کتب میں آیا ہے جندہ شاہ پور کی طبی مدرسہ کا فارغ التحصیل تھا۔ ایرانیوں نے بابلی اور یونانی طب سے استفادہ کیا بقراط جالینوس کی کتب کے فارسی تراجم قابل ذکر ہیں سکندر اعظم کی تخت و تاراج کے روز میں ایرانیوں کا علم طب ضائع ہوا اس لیے اس وقت ان کی علم طب کا اندازہ لگانا مشکل ہے لیکن عرب علم دوست تھے ایران فتح کرنے کے بعد شاہ پور پر آنچ نہ آنے دی بلکہ یہ مدرسہ علم و فضل کا مرکز ترقی ہی کرتا رہا۔

رومی طب:

دور قدیم میں ازالہ مرض کے لیے جو عقیدہ سب اقوام میں مشترک تھا کہ وہ اس بارے انتہائی قدیم پرست تھے اور جنتر منتر تعویذ گنڈے کو ہی علم العلاج کی بنیاد سمجھتے اس سبب سے رومی بھی جادو ہی سے علاج کرتے تھے جب اہل روم تمدن سے آشنا ہوئے تو انہوں نے طب یونانی سے بہت کچھ اخذ کیا اس علم کو روم میں پھیلانے کا سہرا ایک یونانی طبیب حکیم ارخفطوس کے سر ہے جو ۲۱۸ ق م میں ترک سکونت کر کے روم جا بسا تھا اس کے بعد کئی ایک طبیب نقل معانی کر کے روم میں جا بسے سب سے پہلا رومی طبیب حکیم کیلوس گذرا ہے جس نے علم طب کی تاریخ کے ساتھ مختلف طبی اصولوں کو یکجا کیا اس نے بقراطی اور سکندری اطباء کے طبی لٹریچر پر ناقدانہ نظر ڈالی اس کے بعد سرنویس نامی رومی طبیب نے امراض النساء پر ایک عمدہ کتاب تحریر کی پہلی صدی عیسوی میں روم کے اطباء کا ایک گروہ اس عقیدہ پر یقین رکھتا تھا کہ عام جسمانی حرکات روح بسط کے اثر سے ہوتی ہیں۔ اس فرقہ کا بانی اطی نوس تھا اس زمانے میں علم الطب پر کافی گرما گرم بحث ہوئی جس کے نتیجے میں یونانی اور رومی اطباء نے مل کر تمام مسائل کا حل یہ نکالا کہ فرقہ "متفقین" کی بنیاد رکھی جس میں وہ تمام طریقہ علاج شامل کیے گئے جس پر اطباء نے مہر ثبت کی تھی اس فرقہ میں روفس اور ارضی جی نس جیسے عظیم طبیب شامل تھے جن کا ذکر رومی شاعر موئل نے کئی ایک جگہ کیا ہے محققین طب میں پلاٹینی کا نام سرفہرست ہے جس کی شہرہ آفاق تصنیف تاریخ طبیعیات سنتالیس جلدوں پر مشتمل ہے اور ۷۹ء میں کوہ ویسوویس کی آتش فشانی میں لقمہ اجل ہوا یہ قابل طبیب ایک ماہر طبعیات بھی تھا اور تاریخ طبیعیات لکھ کر اس علم کی شمع کو مزید فروزاں کر دیا۔

دست شفا:

روم کے بادشاہ کلوڈوس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ہاتھ کے مخصوص لمس سے ہی امراض کو دور کر دیتا تھا اس کے علاوہ ایکلاپیوس ایک نامور حکیم تھا جو مریضوں پر نیم بے ہوشی طاری کر کے ان کا علاج معالجہ کرتا مریض کے جسم پر ہاتھ پھیرتے ہی وہ شفایاب ہو جاتا اس کے شاگردوں نے سہلانے کے فن کو دافع امراض کے لیے اپنایا جس سے مریض پر گہری نیند طاری ہو جاتی اور وہ مکمل طور پر صحت مند ہو جاتا جو کہ اس پر گہرے سکون کی کیفیت طاری ہو جاتی۔

باب چہارم

طبِ اسلامی

زمانہ قدیم میں یونان علم وفن کا سرچشمہ تھا۔ جس نے سقراط، بقراط، ارسطو اور جالینوس جیسی لافانی ہستیوں کو جنم دیا۔ ان حکما کے ہاں معالجاتی اقوال ضرور موجود تھے۔ جن کی اساس منطقی استدلال تھا۔ اس لئے وہ تجربہ ومشاہدہ اور تجزیہ وتحلیل کے اعمال سے بالکل بے بہرہ تھے۔ اسی بنا پر علم العلاج کا جامع ومربوط نظام یونانی حکما کے ہاں مروج نہ ہو سکا۔ اس فن کو علمی وسائنسی انداز میں ایک مربوط ومنظم نظام کی تشکیل مسلمانوں کے زریں دور کی یادگار ہے۔ اس عہد میں مسلمانوں نے اپنی فکری اور اجتہادی قوتوں سے طب میں بے شمار انکشافات اور اضافے کیے جو بے حد اہم اور مفید ہیں۔

اس زمانے میں مسلمان اطباء نے قدما اور بالخصوص یونانیوں کے علم وفن سے بہت کچھ اخذ کیا۔ مگر اس راہ میں فوراً ہی تقلید نہ کی۔ بلکہ انہوں نے ہر چیز پر ناقدانہ نگاہ ڈالی اور پوری طرح چھان بین کر کے اس کو قبول کیا۔ اور جو چیز کسوٹی پر پوری نہ اتری اُسے بے دریغ رد کر دیا۔ انہوں نے اجتہادات اور تجربات سے اس قدر اضافہ کیا۔ کہ اُن کے عہد میں طب ایام طفولیت سے نکل کر ثمر آور درخت میں ڈھل گئی۔

اس میں ان مسلمان اُمرا، وسلاطین کا بہت بڑا حصہ ہے۔ جن کی شاہانہ سرپرستی سے علمی و تجرباتی تحقیق پروان چڑھی۔ اسی وجہ سے قدیم روایتی طریقہ علاج کا عظیم الشان ذخیرہ اس وقت موجود ہے۔ وہ صرف مسلمان اطبا ہی کی علمی کاوشوں، تجربات ومشاہدات کا ثمر ہے۔ علم الادویہ اور علم العقاقیر کا بیش بہا اضافہ مسلمانوں نے کیا۔ اطرافِ عالم سے جڑی بوٹیوں کو اکٹھا کیا گیا۔ ان پر تجربات کے ذریعے ان کے مزاج، افعال وخواص مرتب کیے گئے۔ ریوند چینی، تمر ہندی، چنار شہنہ، شحم حنظل، برگ سنائے مکی، عشبہ مغربی، ہلیلہ زرد، ہلیلہ سیاہ، شونیز، صبر زرد شیر خشت، ملح البارد اور کافور وغیرہ مسلمان اطبا کی دریافتیں ہیں۔

طب کو بام عروج پر پہنچانے کے لیے مسلمانوں نے سب سے پہلے یونانی کتب کے

تراجم کیے۔

(i) چنانچہ جورجس ۔ حنین بن اسحاق ، یاسرجویہ ، موسیٰ بن خالد ، ابویوسف البطریق نے ان کو عربی قالب میں ڈھالا۔ یہ دور دوسری صدی ہجری تک رہا۔

(ii) اس کے بعد اسلامی اطبا نے طب کے اصول و فروغ پر محققانہ بحث کی۔ یہ زمانہ کندی سے شروع ہو کر ابن جلجل پر اختتام پذیر ہوا۔

(iii) تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں مسلمان اطبا نے یونانی طبیبوں کی پیروی کی۔

اس کے بعد مسلمانوں نے مختلف طبیبوں کے امتزاج سے ایک نئی طب کی بنیاد ڈالی جس میں طب یونانی ، عربی ، ایرانی اور ہندی کے چیدہ چیدہ اصول و مبادی جمع کیے۔ نئے امراض کی تحقیق کے بعد دوائیں تلاش کیں۔ اور پھر نئے طریق پر ادویہ کو ترتیب دیا۔ اس عہد زریں میں قابل قدر تصنیفات ہوئیں۔ جس میں فردوس الحکمت ، حادی کبیر ، کامل الصناعت ، کتاب القانون ، التصریف اور التیسیر نے غیر معمولی شہرت حاصل کی۔

ظہور اسلام کے وقت حارث بن کلاہ ثقفی ، ابن اثال ، بتاذوق اور زینب طبیبہ نامور حکما گزرے ہیں۔ اموی دور میں چند اطباء کے نام ملتے ہیں مگر ان کا عہد حکومت نوے سال تک رہا۔ اس میں علم و فن کی سرپرستی نہ ہوئی۔ پھر اندرونی شورشوں اور واقعہ کربلا نے حکومت کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ عباسی دور میں جورجس ، بختیشوع ، جبریل ، یوحنا ، حنین بن اسحاق نے قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ عراق میں کندی ، علی بن عباس ، ابوالحسن ، بوعلی سینا ، آسمانِ طب کے درخشندہ ستارے گزرے ہیں۔ جب کہ شام میں ابونصر فارابی ، ابومسعود اور سامری نے تحقیق و تجربات میں بڑا نام کمایا۔ مصر میں تمیمی ، ابن ابیطار اور اندلس میں ابن جلجل ، ابن زہر اور القاسم زاہروی نے شہرت حاصل کی۔

اسلامی اطباء میں ابوبکر محمد بن زکریا رازی (المتوفی ۹۲۲ء) اور شیخ الرئیس بوعلی الحسین ابن سینا نے بہت شہرت حاصل کی۔ ان کی تصانیف اہل مغرب بہت عرصے تک درسی کتب کے طور پر پڑھاتے رہے۔ اور ان کی روشنی میں اپنے علم و فضل میں اضافہ کرتے رہے۔ رازی نے سب سے پہلے چیچک اور خسرہ پر ایک کتاب تصنیف کی۔ اس سے پہلے ہارون نامی ایک حکیم نے چیچک پر بیان دیا تھا۔

زہراوی اندلسی اسلامی دور کا سب سے مشہور جراح ہے۔ اُس نے التصریف کے نام سے

نہایت بیش بہا کتاب لکھی ہے۔ اس کا ایک حصہ جراحت کے متعلق ہے۔ اور آلات کو تصاویر کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔ طب اسلامی کے آخری دور میں داود انطاکی۔ ابوالحسن قرشی۔ علی جیلانی۔ محمد اکبر ارزانی۔ مومن خان۔ محمد حسین۔ شریف خاں اور اعظم خان نے بہت شہرت پائی۔

قرآن مجید میں طبّی ادویات

قرآن مجید انسانیت کے لیے راہنما کتاب ہے جو زندگی کے ہر شعبہ سے متعلقہ ہیں اسی طرح ادویات کا ذکر بھی آیا ہے۔ مثلاً

موتی اور مونگا: سورۂ رحمٰن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "سمندروں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتے ہیں"۔

انار: اسی سورۂ میں انار کا ذکر اس طرح ہے "جنتوں میں میوے ہوں گے خرمے اور انار"

گوشت مچھلی: ایک سورۂ میں مچھلی کے گوشت کا ذکر یوں کیا گیا ہے "اور ہر ایک گوشت سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو"

پرندوں کا گوشت: سورۂ واقعہ میں پرندوں کے گوشت کا تذکرہ ہے "اور پرندوں کا گوشت جو انہیں مرغوب ہے"۔

دودھ: دودھ کے بارے قرآن مجید میں یوں ارشاد ہوتا ہے "کہ اس حقیقت پر غور کرو کہ یہ صاف ستھرا اور خوشگوار دودھ کس طرح جانوروں کے پیٹ میں ان کے گوبر اور خون میں سے علیحدہ ہو کر تم تک پہنچتا ہے"۔

اور بے شک تمہارے لیے مویشیوں کے معاملے میں بھی عبرت کا سامان موجود ہے۔ ہم ان کے پیٹوں میں سے ان کے گوبر اور خون سے تمہیں صاف ستھرا اور خوشگوار دودھ پینے کے لیے مہیا کرتے ہیں۔

انجیر و زیتون: ایک سورۂ میں انجیر اور زیتون کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ "قسم ہے انجیر کی اور قسم ہے زیتون کی" جب کہ زیتون کا ذکر سورہ المومنون میں بھی کیا گیا ہے۔

انگور اور کھجور: قرآن مجید میں پھلوں اور سبزیوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے اس سلسلے میں ارشاد

ہے "اور ہم نے اس زمین میں انگور، ترکاریاں، زیتون اور کھجوریں اگائے"۔

شہد : شہد کی مکھی کے نام پر ایک مستقل سورۃ موجود ہے۔ جس میں ارشاد ہے۔

یعنی شہد میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ اور مکھی شہد کے بارے اس طرح ارشاد ہوتا ہے۔

"اور تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کو یہ سکھا دیا کہ تو پہاڑوں میں درختوں میں اور چھتوں میں اپنا گھر بنا"۔

زنجبیل : سورۃ دہر کی آیت میں ارشاد ہے۔

"اور اہل جنت کو ایسے جام پلائے جائیں گے جن کے مزاج میں زنجبیل داخل ہو گا"۔

کافور : اس سورۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"نیک لوگوں کو جو جام پلائے جائیں گے ان میں کافور کا مزاج پایا جائے گا"۔

"بے شک نیک لوگ ایسے جام پئیں گے جن کا نام ذائقہ کافوری ہو گا"۔

تانبا : سورۃ سبا کی آیت ۱۲ میں ہے۔

"ہم نے ان کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا"۔

یاقوت و مرجان : سورۃ رحمان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں"۔

لوہا : قرآن مجید کی ایک پوری سورۃ لوہے کے نام سے موسوم ہے اسی میں اس کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے "اور ہم نے لوہا پیدا کیا جس میں شدید طاقت اور لوگوں کے لئے فوائد ہیں"۔

ترنجبین : سورۃ اعراف میں بنی اسرائیل پر من و سلویٰ کے اتارنے کا ذکر ہوا ہے۔ مفسرین نے من سے ترنجبین مراد لی ہے

"اور ہم نے ان پر من (ترنجبین) و سلویٰ اتارا"۔

طب عہد رسالت مآبؐ میں :

نبی اکرمؐ نے اپنی ذات سے علم کے جو چشمے جاری کیے یا مروجہ علوم کو تحریک پہنچائی۔ ان میں سے ایک علم طب بھی ہے۔ علم طب کی تاریخ یوں تو بہت پرانی ہے عہد نبوت سے قبل اس پر چینی، مصری اور یونانی دور گزرے لیکن ذات نبوی سے اس میں جو اضافے ہوئے اور

آپ کے پیروؤں نے اس میں جو تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے وہ تاریخ طب کا ایک قابل قدر اور زریں حصہ ہے۔ حتیٰ کہ ذات نبویؐ سے منسوب ہو کر اسے طب نبویؐ کا نام دیا گیا چنانچہ ہمیں حدیث کے مجموعوں میں عقائد و ایمانیات اور عبادات و معاملات کے ساتھ ساتھ طب کا باب بھی ضرور ملتا ہے۔ شاید ہی حدیث کی کوئی کتاب ہو جو کتاب الطب سے خالی ہو اس طرح الطب نبویؐ کے نام سے بہت سے مجموعہ احادیث بھی آ چکے ہیں جن میں بہت سی ادویہ غذاؤں اور غذائی ادویہ کا تذکرہ ملتا ہے۔ مثلاً مکھن، شبرم، حنا، کلونجی، عود ہندی، روغن زیتون، اثمد ایلوا، چقندر اور سنا وغیرہ۔

اسی طرح طب عہد رسالت مآبؐ میں بھی پوری اہمیت رکھتی تھی حضورؐ طب پر اعتماد فرماتے اور دوسروں کو بھی نصائح فرماتے۔ احادیث مبارکہ اور سیرت رسولؐ کی کتب طب کے لیے الگ ابواب ہیں۔ جن سے اشاراتی زبان میں قیمتی ذخیرہ موجود ہے۔

عطائی معالج :

آج کل عطائیت بہت فروغ پا رہی ہے لوگ دولت کمانے کے لیے انسانی جان سے کھیلنے سے گریز نہیں کرتے یعنی بغیر علم کے علاج معالجہ کرتے ہیں حضورؐ نے ایسے اشخاص کو دوا دینے سے منع فرمایا ہے۔ جو طب کا علم نہ جانتا ہو۔ اسی سلسلے میں حضورؐ کا ارشاد مبارک ہے۔

"جس شخص نے علاج کیا حالانکہ اس سے قبل اسے علاج معالجہ کا کچھ علم نہ تھا اس حال میں (مریض کو اگر نقصان پہنچ گیا تو) ذمہ داری اس معالج پر ہے"۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے بیان فرمایا کہ ایک رات کا واقعہ ہے کہ حضورؐ نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب آپؐ نے سجدے کے وقت زمین پر ہاتھ رکھا تو اس پر بچھو نے ڈنک مارا چنانچہ آپؐ نے اپنے نعل مبارک سے بچھو کو مار ڈالا اور فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ یہ بچھو بھی کیسی ملعون چیز ہے کہ یہ نمازی یا غیر نمازی کسی کو بھی نہیں چھوڑتا۔ پھر آپؐ نے نمک اور پانی منگوا کر ایک برتن میں ڈالا اور اسے اپنی انگلی پر جہاں بچھو نے ڈسا تھا ڈالنے لگے اور اس پر معوذتین پڑھنے لگے"۔ زاد المعارج ۳ ص ۳۲۵ مترجم۔

حضورؐ کی خادمہ حضرت سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کو جب کوئی کانٹا چبھتا یا پھنسی نکلتی تو آپؐ اس زخم پر مہندی لگاتے اس طرح ایک اور حدیث کے مطابق جب حضورؐ کو

درد سر کی تکلیف لاحق ہوتی تو آپ سر پر مہندی کا ضماد کرتے ۔
اس طرح بہت سی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضورؐ نہ صرف خود طب پر اعتماد فرماتے بلکہ دوسروں کو بھی نصائح فرماتے ۔

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے بھائی کو اسہال لگے ہوئے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسے شہد پلاؤ۔ چنانچہ شہد پلاکر پھر واپس آیا اور کہنے لگا میں نے شہد پلایا مگر اسے اسہال اور زیادہ آنے لگے ہیں حضورؐ نے اسے پھر شہد پلانے کا حکم دیا۔ حتیٰ کہ تین دفعہ ایسے ہی ہوا۔ چوتھی بار اس نے آکر جب یہی کہا تو اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ کا فرمان سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ چنانچہ اس نے پھر شہد پلایا اور مریض کو شفا ہو گئی ۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کا اپنے گھر والوں کے متعلق بھی یہی طرز عمل تھا جب کوئی بیمار ہوتا تو اسے علاج معالجہ کی جانب توجہ دلاتے ۔ اس سلسلے میں ایک اور حدیث میں حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ جب حضورؐ کے گھر والوں میں سے کسی کو بخار ہوتا تو آپؐ اس کے لیے جو کا دلیہ بنانے کا حکم دیتے ۔

ایک اور حدیث میں حضرت ہلال بن یسافؓ راوی ہیں کہ حضورؐ ایک مریض کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے آپؐ نے فرمایا کہ طبیب کو بلا بھیجو! اس پر کسی نے کہا اے اللہ کے رسولؐ کیا آپؐ یہ فرمارہے ہیں ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا! ہاں بے شک اللہ نے بیماری اتاری ہے تو اس کی دوا بھی اتاری ہے ۔

حضورؐ کے عہد مبارک میں اسلامی معاشرے کی عمومی صحت اچھی تھی ۔ لوگ بہت کم بیمار ہوتے تھے اور کبھی ہوتے تو حضورؐ ان کے علاج پر بہت توجہ فرماتے نہ صرف خود ان کی تیمارداری اور معالجہ کی خاطر مشاورت کے لیے ان کے پاس پہنچتے ۔ طبیبوں اور جراحوں کو بھی ان کے پاس بھیجتے ۔ اس زمانے میں امراض کی کثرت نہ تھی نہ امراض پیچیدہ تھے مرض یا مریضوں کی قلت کی وجہ سے سادہ زندگی ، نیکی و پارسائی اور حفظان صحت کے اصولوں کی پاسداری تھا۔ اس کے ثبوت میں ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے کہ عجم کے ایک بادشاہ نے ایک طبیب کو مدینہ منورہ بھیجا وہ بہت دنوں تک وہاں رہا۔ مگر کسی صحابی نے رجوع نہ کیا یہ دیکھ کر دربار رسالتؐ میں حاضر ہوا اور اپنی حالت سنادی اس کے جواب میں حضورؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی عادت ہے کہ جب تک

بھوک نہ ہو نہیں کھاتے جب کھانے کے لیے بیٹھتے ہیں تو تھوڑی بھوک ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ طبیب نے کہا کہ ان لوگوں کی صحت کا سبب یہی ہے اس کے یہ طبیب زمین بوس ہوا اور واپس چلا گیا۔ اسی زمانے میں عرب کا سب سے بڑا طبیب بن کلاہ تھا جس نے اپنی آخری عمر میں حضورؐ کا دور پایا۔ حارث نے اپنی طبی تعلیم خبدی شاہ پور (ایران) کے مشہور مدرسہ طبیہ میں کی حضورؐ کی ولادت کے وقت یہ مدرسہ عروج پر تھا۔ مشرقی علوم کا مرکز تھا اور اُسی جگہ سے یونانی علوم یونانی علماء طب کے ذریعے پھیلے۔

مؤرخین نے گو عہد رسالت کے طبیبوں کے ناموں سے آنے والی نسلوں کو آگاہ نہیں کیا ہے تاہم اس بات کی وضاحت پیش کی ہے کہ حضورؐ نے کئی بار اپنا علاج طبیبوں اور جراحوں سے کرایا اور جماعت کے لیے بھی اس گروہ کی خدمات مستعار لیں حضورؐ کے عہد میں جتنی جنگیں لڑی گئیں ان سب کے موقعہ کے وقت طبیبوں اور جراحوں کا گروہ حضورؐ کے ساتھ ہوتا جو علاج معالجہ اور مرہم پٹی کا فریضہ سرانجام۔ مؤرخین نے بعض مسلمان خواتین کے نام بھی لکھے ہیں جو میدان جنگ میں حاضر تھیں اور جنہوں نے نرسنگ کے فرائض سرانجام دیئے۔

یہ بات اس بات کا ثبوت ہے کہ حضورؐ نے طب و جراحت کو سرکاری حیثیت دی تھی بلکہ نرسنگ کو بھی ملی ضرورت قرار دیا اگرچہ یہ پیشہ اس وقت رضاکارانہ حیثیت رکھتا تھا اور خاصا محدود تھا۔ مگر اس وقت کی ضرورت کو خوب پورا کرتا تھا۔ جوں جوں ضرورتیں بڑھتی گئیں طبیبوں اور جراحوں کا عملہ بڑھتا گیا۔ محدثین اور مؤرخین کے نزدیک حضورؐ کے وصال کے وقت اسلام کی باقاعدہ فوج بیس ہزار کے قریب تھی اور اُن کی بھی ضرورتوں اور جراحتوں کے لیے جو طبیب اور جراح تھے وہ کافی تعداد میں تھے۔

حضورؐ کو جب ایک بدبخت یہودیہ نے زہریلی خوراک کھلائی تھی تو حضورؐ کا باقاعدہ علاج ہوا تھا اور جس معالج نے علاج کیا وہ اسلامی معاشرہ کا اہم رکن تھا۔

حضور اکرمؐ کے دور میں بعض بیماریوں کا علاج پچھنے لگوانا تھا اور اس طریق علاج کے ماہرین کی ایک خاصی جماعت مدینہ اور اس کے نواح میں تھی اور آج کل کے سرجنوں کی طرح باقاعدہ معاوضہ وصول ہوتا تھا اور یہی اس کا پیشہ تھا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے اس سے پچھنے لگوائے۔ اور باقاعدہ اُجرت عطا کی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ ایک حج کے لیے تشریف لے گئے دوران حج حضورؐ کو آدھے سر کا درد لاحق ہوا تو آپؐ نے

اس درد سے نجات کے لیے ایک سرجن سے سر مبارک پر پچھنے لگوائے۔

امام بخاری نے انصار کی ایک صحابیہ اُم قیسؓ کا نام لیا ہے۔ جن کے بیٹے کے گلے میں کوئی تکلیف تھی اور انہوں نے کسی اناڑی سے اس کے گلے پر مالش کروائی تھی۔ مگر بیماری بڑھ گئی یہ خاتون گھبرا گئیں اور حضورؐ کے پاس حاضر ہوئیں۔ حضورؐ نے حال سُن کر انہیں ڈانٹا اور عود ھندی کے استعمال کا حکم دیا۔ اس طرح یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضورؐ نے نہ صرف عرب میں مروج علاج کو برتا بلکہ مفید غیر ملکی دواؤں کا استعمال بھی ضروری سمجھا مثلاً عود ہندی جو ہندوستان سے عرب درآمد ہوئی تھی۔

عرب میں عہد رسالت مآب میں مردوں میں عرب کا ماہر طبیب حارث بن کلدہ تھا جو اپنے عہد کا یگانہ اور کار آمد طبیب عرب کے نام سے معروف تھا اگرچہ ایمان نہ لایا مگر حضورؐ نبی اکرم کے حکم سے صحابہ کرامؓ کا علاج کرتا تھا اس ماہر طبیب کی شہرت فارس تک جا پہنچی تھی اور جب یہ نوشیروان بادشاہ فارس کے دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے اس کی بے انتہا قدر کی اور بادشاہ سے اس کے جو طبی مکالمے ہوئے وہ شاہی حکم سے قلمبند کئے گئے۔

عہد رسالتؐ کا اوّلین مطب

جب حضور اکرمؐ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد بھی مدینہ چلی گئی اور وہیں بسنے لگے کفار مکہ کے حملوں کا سلسلہ بھی تیز ہو گیا اسلامی حکومت کی اولین بنیاد مدینہ منورہ میں رکھی گئی مگر سارے معاملات کی بجا آوری اور نظام سلطنت کے رموز و انتظام کے لیے کوئی الگ محکمہ یا دفتر نہیں بنایا گیا حضورؐ تمام امور کے نگران تھے ہاں حضورؐ نے سب سے پہلے طبی محکمہ یعنی شفاخانہ کا قیام مقدم فرمایا اور مسجد نبوی کے صحن میں خیمہ نصب کیا گیا جس میں مریضوں کے لیے پلنگ کا انتظام تھا اور ایک انصاری صحابیہ خاتون جن کا نام حضرت رفیدہؓ تھا اور ماہر جراحی تھیں کو انچارج بنایا اور تمام سامانِ جراحی فراہم کیا۔ حضرت رفیدہؓ نے اپنے جذبہ اسلامی حمیت کی وجہ سے بغیر کسی اُجرت کے کام کیا حضرت سعد بن معاذؓ جو اپنے قبیلے کے سردار تھے زخمی ہوئے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سعدؓ کو رفیدہؓ کے خیمہ میں رکھو تاکہ میں قریب میں رہ کر عبادت کر سکوں جب ان کی زخمی رگوں سے نہ تھمنے والے

خون کو روکنے کے لیے داغنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضورؐ نے خود حضرت رفیدہؓ کی مدد فرمائی۔ یہ واقعہ فن رجال کی کتابوں میں مندرج ہے اس طرح اندازہ ہوتا ہے کہ طبی خیمہ کو مسجد نبوی یعنی عبادت گاہ میں نصب فرما کر اس شعبے کو اہمیت دی گئی۔

الغرض یہ رسالت مآبؐ کے عہد کا اولین مطب ہے۔

دورِ رسالتؐ کی طبیبات

حضرت عائشہؓ:

آپ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ شعر کہتی ہیں تو میں نے مانا کہ آپ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی ہیں مگر طب سے واقفیت کیونکر ہوئی؟ فرمایا کہ حضورؐ آخری عمر میں بیمار رہا کرتے تھے۔ اور اطباء جو نسخے بتاتے تھے وہ میں یاد کر لیا کرتی تھی۔

اسماء بنت ابی بکرؓ

لوگ ان سے دعا کراتے جب کوئی عورت بخار میں مبتلا ہوتی تو دعا کے لیے آتی تو وہ ان کے پسینے پر پانی چھڑکتی تھیں اور فرماتی کہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ بخار آتش جہنم کی قسم ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

رفیدہ اسلمیہ انصاریہ:

یہ صحابیہ جراحیات میں کافی ماہر تھیں حضورؐ نے اجازت فرمائی تھی کہ ان کا خیمہ مسجد نبوی میں نصب کیا جائے۔ جس میں جراحی کے تمام آلات وسامان جمع رہتا تھا میدان جنگ سے جن زخمیوں کو اٹھا کر لایا جاتا ان کی مرہم پٹی اس خیمے میں ہوتی تھی، مسلمان ناداروں کا علاج مفت کرتی تھیں۔

اُم سلیمؓ:

ان صحابیہ نے غزوات میں جوش سے حصہ لیا جنگ خیبر اور حنین میں شریک تھیں صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرتؐ ام سلیمؓ اور انصار کی چند عورتوں کو ساتھ رکھتے تھے جو لوگوں کو پانی پلاتی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

اُم عطیہ: انصار کے قبیلے سے تھیں سات غزوات میں حصہ لیا مریضوں کی تیمارداری کرتی اور

زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں ۔

اُمِّ میرہؓ: یہ صحابیہ مشہور قبیلہ غفار سے تھیں جب غزدہ خیبر کا حضورؐ نے ارادہ فرمایا تو عرض کیا کہ ہم آپ کے ساتھ میدان جنگ جانا چاہتی ہیں تاکہ مجاہدوں کو امداد فراہم کریں اور زخمیوں کا علاج کریں حضورؐ نے اجازت فرمادی ۔

طب دورِ خلافتِ راشدہ میں

عہد رسالت مآبؐ میں طب کے بارے جو راہنمائی ہوئی دورِ خلافت راشدہ میں ان خطوط پر ہی کام چلتا رہا چونکہ اس دور میں انقلاب انگیز فتوحات کی جانب رجحان رہا ان مخصوص حالات کی وجہ سے طب پر زیادہ توجہ نہیں دی جاسکی ۔ صحابہ کرامؓ نے حضورؐ کے مروج طریقہ علاج کو اپنائے رکھا عام مسلمان بھی یہی طریقہ اختیار کرتے ۔ البتہ معروف طبیب حارث بن کلدہ جو کہ مسلمان نہیں تھا کے بیٹے نضر بن حارث نے بحثیت معالج اہم مقام حاصل کیا اس کی وجہ سے طب کا علم آگے بڑھا ۔ حضرت عمرؓ نے جب فارس پر لشکرکشی کی تو بہت سے طبیب و جراح بھی قافلے کے ہمراہ تھے جنہوں باقاعدہ طبی خدمات سرانجام دیں ۔

طب دورِ بنو امیہ میں :

حضرت امیر معاویہؓ نے عرب چھوڑ کر دمشق کو پایہ تخت بنایا اور سلطنت دربار کے ٹھاٹھ جمائے تو ایک عیسائی طبیب ابن آثال کو دربار کا طبیب خاص بنایا ان کے ساتھ اور بھی طبیب منسلک تھے ۔ ابن آثال ایک ماہر طبیب تھا اس نے سب سے پہلے یونانی کتابوں کا عربی میں ترجمہ شروع کیا ۔ حکومت کے تیسرے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو رفاعہ عامہ کے کاموں سے بہت دلچسپی تھی اس نے سب سے پہلے محکمہ طبابت باقاعدہ قائم کیا جذامیوں کے لیے روزینے مقرر کیے ، مفلوج اور اپاہج لوگوں کی فہرست مرتب کروا کر ان کے گھروں سے نکلنے پر پابندی اور باقاعدہ وظیفے مقرر کیے اور ان کے لیے شفاخانہ بنایا یہ ۸۸ھ میں قائم ہوا ۔ اس میں باقاعدہ طبیب مقرر کیے گئے پھر یونانی علوم کو عربی میں ڈھالنے کا کام آگے بڑھا کیونکہ طب کی عمدہ کتابیں یونانی زبان میں تھیں اور ان کے ترجمے کے بغیر طب اور دواسازی

میں ترقی نہیں ہو سکتی تھی اسی عہد میں ماہر طبیب یہودی ماسر بن جویہ نے ایران قیس کی کتاب کا عربی ترجمہ کیا جو کہ شاہی کتب خانے میں رکھا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عہد میں اس کو نکلوا کر نقلیں کروائیں اور تقسیم کیں۔ ایک اُموی شہزادہ خالد بن یزید بن معاویہؓ نے امور مملکت کی بجائے علوم و فنون کی خدمت کی ٹھان لی۔ وہ علم کیمیا کا دلدادہ تھا خالد بن یزید نے علماء کو بھی جمع کر کے یونانی علوم کے تراجم کرائے اور خود بھی تحقیقی میدان میں سرگرم ہوا خالد بن یزید بہت بڑا عالم تھا اس نے تین کتابیں تصنیف کیں یہ کتابیں تین صدیوں تک علماء میں معروف رہیں اس کی ایک کتاب ابن ندیم نے بغداد کے کتب خانے میں دیکھی جو ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل تھی اس میں معدنیات کے متعلق کیمیائی تجزیہ کے بنیادی اصول کا خاکہ تھا خالد کے ساتھ جابر بن حیان بھی اس میدان میں برسرِ عمل رہا اور اہم خدمات سرانجام دیں اُموی دور کے معروف اطباء میں ابن آثال، ابوالحکم، عیسیٰ ابن حکم ہیں اس دور کی ایک معروف طبیبہ زینب تھیں جو امراضِ چشم کا علاج کرتی تھیں اُموی دور میں تراجم کے ساتھ ساتھ شفا خانوں کا سلسلہ بھی شروع ہوا خالد بن یزید بن معاویہ شفا خانوں کا خود جائزہ لیتا ان کی ضروریات کا خیال کرتا۔ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتا ہے کہ سکندریہ، کوفہ، حمص اور مدینہ میں بڑے بڑے شفا خانے قائم ہوئے۔ یہ شفا خانے کے ساتھ طب و فلسفہ کا مدرسہ اور ایک کتب خانہ قائم کیا۔ ایک دفعہ مصر کے شفا خانہ کے انچارج نے شکایت کی کہ بعض ادویہ باہر سے منگوانی پڑتی ہیں مقامی افسر رقم دینے میں تاخیر کرتا ہے نتیجہ کے طور پر بعض مریضوں کا ناقص علاج ہوتا ہے یا نہیں ہو سکتا تو خالد بن یزید نے مرکز کی جانب سے سخت تادیبی کاروائی کرائی کہ مروان کے حکم سے گورنر مصر کو تبدیل کر کے شمالی افریقہ بھیج دیا گیا۔ غالباً یہ واقعہ مروان بن حکم خلیفہ کے دورِ خلافت کا ہے۔

طب دورِ بنو عباسیہ میں

علم طب کی ترقی و عروج کا دور بنو عباسیہ کا ہے جو چار صدیوں سے زائد پر محیط ہے اس دور میں حفظانِ صحت اور علاج و امراض پر بہت کام ہوا آج مغرب کی تمام تر سائنسی ترقی کا دارومدار اسی عہد پر تعمیر ہے بنو عباسیہ کا دور علم طب کی سربلندی کا زریں دور ہے اگرچہ طب کی ترقی میں بنو اُمیہ نے نمایاں کام کیا مگر دورِ عباسیہ نے اس پر شاندار عمارت قائم کر دی عباسیوں نے ابتدا ہی سے

طب کی جانب خصوصی توجہ کی جندیشاپور کے شفاخانہ نے جس کے انچارج جارجس تھے نے نہایت شہرت پائی۔ عباسی دور کا آغاز خلیفہ ابوالعباس سے ہوتا ہے اس کا عہد مختصر تھا منصور عباسی نے زمام اختیار سنبھالی تو اسلام علوم و فن بشمول طب کی ترقی میں خاص دلچسپی لی بنو عباسیہ کے تمام خلفاء عالم و فاضل تھے۔ اس لیے ان کے عہد میں ان کی دلچسپی کے سبب طب کی ترقی و فروغ کے لیے بہت کوششیں ہوئیں۔ جب خلیفہ ہارون الرشید بر سر اقتدار آیا تو اس نے یونان و روم سے قدیم کتب خانے بغداد منگوا کر ان کے عربی تراجم کرائے اور سائنسی تحقیق کا کام آگے بڑھایا اس کے دور میں ترقی و فروغ طب کے لیے لازوال کام ہوئے اس نے ایک عظیم الشان دار العلوم کی بنیاد رکھی جس نے بڑے بڑے طبیب پیدا کیے جن کی دریافتوں سے دنیا آج تک استفادہ کر رہی ہے ساری اسلامی دنیا میں شفاخانوں کا جال بچھا دیا گیا بڑی بڑی کتابیں تصنیف ہوئیں تراجم ہوئے اور قیمتی علمی سرمایہ عربی میں منتقل ہوا خلیفہ ہارون الرشید کے قائم کردہ شفاخانے میں جبرئیل بن بختیشوع کو افسر الاطباء مقرر کیا گیا بعد میں معروف اطباء ماسویہ اور یوحنا بن ماسویہ افراد اطباء تھے خاندان عباسیہ کے گورنر مصر فتح بن خاقان نے مصر میں بیمارستان معافر تعمیر کرایا جس میں مریضوں کا علاج معالجہ مفت ہوتا ایک اور گورنر بیمارستان احمد بن طولون نے بنایا۔ احمد بن طولون خود ہسپتال کی نگرانی کرتا اس ہسپتال میں مریض کو بستر، پہننے کو کپڑا ملتا، صبح و شام طبیب معائنہ کرتے احمد بن طولون جمعہ کو خود ہسپتال کا معائنہ کرتا۔ احمد بن طولون نے ایک نیا کام یہ کیا کہ جامع کے ساتھ ایک مکان بنوایا جس میں تمام دوائیں اور شربت موجود تھے ایک طبیب مقرر کیا جو جمعہ کے دن نماز کے شروع سے شام تک موجود رہتا مسجد میں کوئی شخص اتفاقیہ کسی عارضہ میں مبتلا ہو جاتا تو اس کو طبیب کے پاس لایا جاتا اس کا علاج ہوتا تھا یحییٰ بن یحییٰ ایک وزیر نے جیل خانوں کے لیے بھی طبیب مقرر کیے ایک ہسپتال میں ابن زہر، ابن ابی صیبعہ محی الدین معالج کے فرائض انجام دیتے تھے بنو عباسیہ کے دور کا ایک بیمارستان رے میں ابوبکر بن زکریا رازی جیسے بلند طبیب کی نگرانی میں تھا تیسری صدی ہجری کے آخر میں سب سے زیادہ شہرت رازی نے پائی اس کے اقوال اطباء کے لئے ضرب المثل بنا گئے بعد میں رازی نے ترقی کر کے بغداد کے بیمارستان عضدی جو عضد الدولہ نے قائم کیا تھا میں افسر الاطباء ہو گیا اور یہیں انتقال کیا مورخین نے تسلیم کیا ہے کہ وسعت عمارت زینت کثرت آلات کے لحاظ سے کوئی شفاخانہ اس کے مثل تعمیر نہیں ہوا بنو عباس کے دور کا ہسپتال رے ایک تدریسی مدرسہ بھی تھا کیونکہ اس میں اطباء کے علاوہ طلباء کا جم غفیر بھی رہتا تھا کیونکہ

اس بیمارستان میں پہلے طلبہ مطب کرتے پھر اطباء گویا ٹیچنگ ہسپتال قرار پایا اگر مریض کے مرض کی سمجھ نہ آتی تو پھر رازی خود تشخیص و تجویز کرتا۔ جب حاکم وقت نے رے میں ہسپتال کے قیام کے لیئے مشورہ مانگا تو رازی نے شہر کے تمام علاقوں میں گوشت کے ٹکڑے لٹکا دیئے جس علاقے میں گوشت کا ٹکڑا سب سے بعد میں خراب ہوا اس جگہ کو ہسپتال کے لیے موزوں خیال کیا رازی کے خیال میں اس علاقے کی آب و ہوا میں صحت کے لیے نقصان دہ اجزا کم تھے اور بحالی صحت کے لیے آب و ہوا موزوں تھی مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ بیمارستان جندی شاپور اور مصر کا بیمارستان کافوری بھی طب کی تاریخ کی اہمیت کے حامل ہیں۔

بیمارستان ابن الفرات جس میں مشہور شاہی معالج سنان بن ثابت کے فرزند ثابت بن سنان افسر الاطباء تھے دریائے دجلہ کے کنارے پر فضا مقام پر فن تعمیر میں اچھوتا پن تھا سنان بن ثابت بغداد کے تمام ہسپتالوں کا نگران بھی تھا۔ اس نے گشتی شفا خانوں کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ بیمارستان عضوی میں امراض کے حوالے سے الگ الگ وارڈ بنائے گئے بغداد کے علاوہ دیگر اسلامی دنیا میں بھی شفا خانے بنائے گئے مگر بغداد میں سب سے زیادہ تھے یہی وجہ ہے کہ ایرانی تاریخ بغداد کو بنو عباسیہ کے دور میں ہسپتالوں کا شہر قرار دیتے ہیں جارجس نے جو جندیشاپور کا افسر الاطباء تھا فن طب میں اجتہاد کا درجہ رکھتا تھا۔ اس نے شفا خانوں کے استعمال کے لیے سریانی زبان میں قرابادین مرتب کی جس کا ترجمہ حنین بن اسحاق نے عربی میں کیا۔ جارجس نے بہت سی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔

عباسیوں نے بغداد میں بیت الحکمۃ قائم کیا اور تمام کتابوں کے عربی تراجم کرائے یوحنا بن ماسویہ اور حنین بن اسحاق نے بہت تراجم کیئے حنین بن اسحاق نے بقراط کی سات کتابوں کا عربی ترجمہ کیا اور باقی تین کا، اس کے شاگرد عیسیٰ بن یحیٰ نے کیا حنین بن اسحاق دار الترجمہ کا انچارج بھی تھا جالینوس کی سولہ کتابوں کا ترجمہ بھی حنین بن اسحاق نے کیا عباسیوں کے ابتدائی زمانہ میں تمام شفا خانوں میں یونانی و فارسی طبابت کے اصولوں پر علاج ہوتا لیکن رفتہ رفتہ برامکہ کے طفیل سے ویدک بھی شامل ہوگئی یحیٰ بن خالد برمکی نے جو ہارون الرشید کا وزیر اعظم تھا ایک ایک شخص کو ہندوستان بھیجا کہ وہاں جو دوائیں اور نباتات استعمال ہوتی ہیں ان کو بہم پہنچا کر ساتھ لائے۔ یحیٰ نے ہندوستان کے نامور طبیبوں و ویدوں کو بھی دربار میں طلب کیا چنانچہ منکہ، سالے ابن دہن بغداد آئے منکہ نے بہت سی سنسکرت کتابوں کا جو طب کے

متعلق تھی کا عربی ترجمہ کر دیا برامکہ خاندان کے بغداد میں ہسپتال کا ابن دہن افسر الاطباء مقرر ہوا شنشرت جو نامور ہندوستانی طبیب تھا کی ایک تصنیف کے لیے ترجمے کے لیے منکہ کو کہا گیا جب ترجمہ ہوگیا تو اسے قرابادین کے طور پر کام میں لایا گیا۔ دور بنو عباسیہ میں جو نامور اطباء و محققین ہوئے ان میں ابوبکر محمد زکریا رازی، علی بن عباس مجوسی، یوحنا بن ماسویہ، نسان بن ثابت، جارجس بن بختیشوع، حنین بن اسحاق، علامہ طبری، ابونصر مسیح، ابونصر فارابی، قصی الدین، ابن زبیر وغیرہ تھے جراحوں میں ابوالخیر، ابوالشمس نقاح زیادہ نامور ثابت ہوئے۔

مطب کی اجازت صرف انہی اطبا، کو ہوئی جن کے پاس سند ہوتی اور وہ مستند طبی درسگاہ کی۔ مطب کے لیے سند کی قید سب سے پہلے مسلمانوں کے عہد میں رکھی گئی۔ شفاخانے میں تقرری کے لیے بہت سخت امتحان ہوتا اور لائق افراد کو رکھا جاتا اسلامی دور کے بے شمار کارناموں میں صرف ہسپتالوں کا نظام شمار کیا جائے تو اس کو تاریخ طب میں اہم مقام دینا پڑے گا۔

اندلس کا طبّی دور

اندلس ایک وقت میں اسلامی علوم و فنون کے عروج کا اہم مرکز تھا آج بھی اسلامی تہذیب و تمدن کی حسین یادگاریں کھنڈرات کی صورت میں اپنے شاندار ماضی کی علامت ہیں اور مسلمانوں کے زوال علمی پر ماتم کناں ہیں ہماری شاندار تاریخ طب میں بنو امیہ، بنو عباسیہ کے دور کے ساتھ ساتھ اندلس کی طبی ترقی کے دور کو اہم حیثیت حاصل ہے اور یہاں ہی سے یہ علم یورپ پہنچا اور یورپ کی علمی نشاۃِ ثانیہ معرض وجود میں آئی گویا یہ علم طب کا زریں دور تھا۔ طبیب یونس الحرانی پہلا مشرقی باشندہ تھا جس نے اسلامی حکومت کے دور عروج میں سپین پہنچ کر طب کو رواج دیا عرصہ تک اس کی اولاد میں فن طب قائم رہا اس کے علاوہ اسحاق بن عمران، اسحاق بن سلیمان اور بن الجزار بھی طب کی ترقی و اشاعت کا باعث بنے پھر اندلس کے دور عروج اسلامی میں میدان طب و تحقیق میں ابن جلجل، ابوالقاسم زاھراوی، ابن رافد، ابن زبیر، ابن ماجہ، ابن طفیل، ابن رشد، ابن اغطیب جیسے عظیم اطبا، محققین نے جنم لیا جن کی تحقیقات و جد و جہد سے علم الادویہ کا ایک وسیع ذخیرہ طب کے دامن میں جمع ہو گیا اور اسی قدر طب کو عروج حاصل ہوا کہ آج بھی ترقی

کے بعد میں اس کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ابن جلجل نے ادویہ مفردہ کی تلاش و تحقیق میں شاندار خدمات سرانجام دیں۔ اس کے بعد ابن بیطار نے نباتاتی دواؤں پر نہایت گراں مایہ خدمات سرانجام دیں اور ایک جامع کتاب مرتب کی جس میں مفرد نباتاتی دواؤں کے مختلف نام ان کے خواص اور منافع بیان کیئے اس عظیم طبیب نے پودوں کو ذاتی طور پر شناخت کیا۔ ابو جعفر محمد بن احمد الغافقی علم نباتات کے بارے میں بہت بڑا عالم تھا۔ نباتات کے ناموں کی تحقیق ان کے دوائی خواص پر کام کیا اس حوالے سے جو غلطیاں تھیں غافقی نے ان کی تصحیح کی ابن البیطار نے بھی اس کی کتاب سے استفادہ کیا ابوالقاسم زاہراوی کو آج بھی تمام جراحی کی تمام تر ترقی کے باوجود امام جراحت تسلیم کیا جاتا ہے اس کی کتاب التصریف طبی لغت کے طور پر تسلیم ہے آج کی تمام تر سرجری کی بنیاد اس کے نظریات پر ہے اس نے بہت سے آلات ایجاد کیئے جو آج بھی مشرق وسطیٰ اور یورپ کے عجائب گھروں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ابن رشد جو کہ عظیم فقیہہ، فلسفی، اور طبیب تھا۔ نے علم نباتات کو الگ علم کے طور پر پیش کیا اور معالجۃ النباتات نامی کتاب میں اصول پیش کیے اس کی مختلف موضوعات پر ۳۴ کتب بھی محفوظ ہیں۔ آلات جراحی پر بھی ابن رشد نے کام کیا اندلس کے طب اسلامی کے دور میں مسلمان اطباء کے بہت سے نام صفحہ قرطاس پر درج ہیں ان میں ایک ابن زہر کا خاندان بھی شامل ہے اس خاندان نے اچھے طبیب ہی پیدا نہیں کیے بلکہ خواتین بھی علم طب کی دلدادہ تھیں اس دور میں نباتات پر علم تحقیق کا دروازہ کھل گیا اور بہت سی کتابیں تصنیف ہوئیں اس کے علاوہ اس دور میں ابو علی ابن عیسیٰ قرشی، ابن طفیل جیسے اطباء پیدا ہوئے۔ ابن رشد نے علم نباتات کو پہلی بار علیحدہ علم کی حیثیت سے پیش کیا۔

باب پنجم

طبّی شخصیات

اسقلی بیوس

اسقلی بیوس یونان کا یہ پہلا شخص ہے جس نے ایک طبیب کی حیثیت سے شہرت پائی ابن اصیبعہ نے اس کے والد کا نام زیوس لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یونانی زبان میں اسقلی بیوس نورانی شخصیت کو کہتے ہیں۔ اکثر یونانی فلاسفہ اس کے خانوادے کے افراد تھے۔ وہ نہایت تیز فہم اور ذکی تھا۔ اس کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ مریض کی صورت دیکھتے ہی اسے لاحق مرض کا اندازہ کر لیتا اور فوری طور پر فیصلہ کر لیتا تھا کہ اس کا علاج اس طرح کیا جائے۔ اسقلی بیوس کی سحر کارانہ قابلیت اور معجز نما معالجات کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا یہاں تک اس پر یونانی قوم جو بت پرست تھی۔ اسے رب الشفاء اور خدائے صحت قرار دینے لگے۔

اکثر مورخین جن میں قفطی بھی شامل ہے۔ اس کے بارے یونانیوں کے عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ۴۰۰ ق م تک اتینھز وغیرہ کے مندروں میں اس کے بت بنا دیئے گئے۔ مریض وہاں جاتے۔ دیوان خانے میں سوتے اور خواب دیکھتے پھر خواب مندر کے پجاری کو بتاتے جو طریقہ علاج بنتا اس طرح یہ پجاری مرض و علاج سے واقفیت حاصل کر لیتے۔ اور ماہر ہو جاتے۔ وہ علاج بتاتے وقت اسے اسقلی بیوس سے الہام یا بشارت تعبیر کرتے تو شہر کا مندر زیادہ معروف اور مرجع خلائق تھا ملک الشعراء ہومر نے اسے دیوتا کی بجائے انسان کہا ہے۔ جالینوس نے اس کی شفا بخشی کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے الہامی طبیب بتایا افلاطون نے لکھا ہے کہ جس مریض کو سمجھتا اس کا علاج کرتا جس کو نہیں سمجھتا تھا اس سے دست کش ہو جاتا۔

اسقلی بیوس کے بعد اس کی بیٹی کو بھی صحت کی دیوی خیال کر کے پوجا جاتا رہا۔ اور

استقلی بیوس کے بیٹے اچھے طبیب اور ماہرین سیاست تھے اور یہ اس کی تعلیم ہی کا نتیجہ تھا۔ اس نے اپنے فرزندوں کو طب کی تعلیم دی مگر اس کی اشاعت نہ ہو سکی کیونکہ اس کی وصیت تھی کہ اس کے اسرار ورموز کو سینے تک محدود رکھیں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اشرف العلوم نا اہلوں کے ہاتھ پہنچ جائے بعض لوگ استقلی بیوس کو حضرت ادریس علیہ السلام کا شاگرد قرار دیتے ہیں اور وہ حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ سیر و سیاحت کرتے تھے جب آپ ایران تشریف لائے تو استقلی بیوس کو خلیفہ نامزد کیا اور وہ کچھ عرصہ بعد یونان واپس آکر علاج معالجہ کرنے لگے۔ بہر حال وہ بانی حکمت مانے گئے اور علاج معالجہ کا فن ان سے شروع ہوا ابن اصیبعہ کی روایت ہے کہ اس نے نوے سال عمر پائی۔ پچاس سال سیر و سیاحت میں گزارے چالیس سال علاج معالجہ کیا اس کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا مگر اس کا طریقہ درس تقریری تھا۔ بعض نے ان کے شاگردوں کی تعداد بارہ تک بتائی اس کی کوئی تصنیف نہیں۔ انہیں بانی حکمت تسلیم کیا گیا ہے۔ حقیقتاً وہ ایک فاضل اور نامور طبیب تھا مگر اہل یونان نے ضرب المثل خوش عقیدگی اور توہم پرستی میں اس باکمال ہستی کو بھی دیوتا بنا دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بت بنا کر پرستش کی جاتی رہی۔

جالینوس نے استقلی بیوس کے مجسمہ کے بارے یوں جلسہ دیا ہے۔

ایک مرد داڑھی رکھی ہوئی گھنے اور لمبے بال کرشین چڑھاتی ہوئی کچھ اعضاء ایسے ہیں جن کی عریانی ایسے گوارا نہیں اور جن اعضاء کو طب میں استعمال کرنا پڑتا ہے۔ وہ عریاں ہیں ہاتھ میں خطمی کی ٹیڑھی اور خطمی دار لاٹھی جلیے لاٹھی پر سانپ کی تصویر ہے۔

بقراط

استقلی بیوس کے بعد اس کے خانوادے لوگ صدیوں طبی خدمات سرانجام دیتے رہے مورخین کے مطابق تقریباً سولہ افراد نے یکے بعد دیگرے اپنے عہد میں شہرت پائی۔ ان کا درس تدریس بذریعہ تقریر تھا بقراط اس خانوادہ کا سترہواں فرد تھا۔ جس نے اس طب میں انقلاب برپا کیا اور طب کو ختم ہونے سے بچانے کے لیے دوسرے اہل افراد کو بھی فن طب سکھایا ہے۔

بقراط ۴۶۰ ق م یونان کے جزائرہ قاس میں پیدا ہوا۔ ماں اور باپ دونوں طرف سے نجیب الطرفین تھا اس نے فن طب کی تعلیم اپنے باپ ایرقلیدس اور ہیروکس سے پائی سترہ سال بچپن اور تحصیل علم میں گذارے اسقلی بیوس دوم کی وفات سے بعد اس کی علمی شہرت و کمال کا آغاز ہوا جو اسی سال تک رہا۔ بقراط کے تین معروف شاگرد تھے۔ اسالیس، زرامن، نوبوس، یہ تینوں اپنے وقت کے امام طب تھے۔ بقراط کے زمانے میں طب کی تعلیم زبانی اور سینہ بہ سینہ ہوتی تھی اور کتابیں لکھنے وخیالات قلم بند کرنے کا رواج نہ تھا اس طرح زمانے کے اطباء کو کاف اپنے خاندان کے لوگوں کو یہی موقع بخشتے کہ وہ علم حاصل کریں۔ اور بقراط اس طرح پہلا طبیب ہے کہ جس نے مستحق اور اہل لوگوں کو بھی درس پائے طب میں شامل ہونے اور قبضہ حاصل کرنے کا موقع دیا۔ ایسے بغیر خاندان کے لوگوں سے ایک اقرار نامہ لیتا تھا یہ اقرار نامہ تاریخ طب میں بڑی اہم تحریر دی گئی ہے۔ ہزاروں سال گذرنے کے باوجود بھی اطباء یورپ اس اقرار نامہ کے پابند ہیں اور ہر طالب علم طب اس کو دہراتا ہے تب سند عطا ہوتی ہے۔

اس کا انتقال ۳۵۷ ق م میں مرض فالج میں ہوا جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے چودہ مشہور شاگرد اس کے جانشین ہوئے۔ اس کی ایک بیٹی بڑی فاضلہ اور اچھی طبیبہ بھی تھی۔

عہد نامہ بقراط

اس اقرار نامہ کا خلاصہ یہ ہے۔

میں خالق کائنات کی موجودگی میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنے استاد کو بمنزلہ باپ سمجھوں گا اور اس کی ہر طرح خدمت کروں گا۔

اپنی آمدنی میں سے استاد کا حصہ بھی نکالوں گا اس کا دولت کی ضرورت پڑی تو ہر طرح مدد کروں گا۔

استاد کی اولاد کو حقیقی بھائی سمجھوں گا ان کی تعلیم و تربیت کو اپنا فرض سمجھوں گا کسی اجرت کا طالب نہ ہوں گا نہ ہی کسی شرط ان کے ساتھ قرار دوں گا۔

ہم مکتب بھائیوں کو یکساں شریک حال سمجھوں گا۔

ہر ایک تدبیر علاج میں فائدہ رسانی میرا مقصد اول ہوگا۔

مہلک دوا کسی کو کسی حال میں بھی نہ دوں گا اور نہ کسی کو بتاؤں گا۔

اسقاط حمل سے احتیاط کروں گا۔
پاک دامن رہوں گا
ہر کام میں میانہ روی اختیار کروں گا۔
مریضوں کا راز کسی کو نہ بتاؤں گا۔

صفات طبیب بقول بقراط :

بقراط نے طبیب کی صفات بھی لکھے ہیں کہ طبات کا فن کن کو اختیار کرنا چاہیئے اسے علم طب کے اعزاز میں ایک اہم تحریر حاصل ہے۔

طب کا طالب علم موزوں طبیعت ہونا چاہیے ورنہ یہ مفید فن اس کے لیے شرم و ندامت کا باعث ہوگا۔

طب کے طالب علم کو شریف خاندان سے ہونا چاہیے۔

اس کو نوعمر، فہیم، ذکی، متقی، مناسب قدر و قامت والا اور مناسب الاعضاد ہونا چاہیئے۔

طب کے طالب علم کو شریں کلام اور غصے پر قابو رکھنے والا ہونا چاہیئے۔ اور مستقل مزاج۔

طبیب کو بزدل اور کند ذہن نہیں ہونا چاہیے۔

طب کے طالب علم کے کپڑے سفید نرم اور صاف ہونا چاہیے۔

شفاخانے کا موجد :

شفاخانہ کا موجد بھی بقراط ہی تھا اس نے اپنے مکان کے ساتھ شفاخانہ قائم کر رکھا تھا۔

نظریہ بقراط

انسان کے بدن میں اخلاط اربعہ کے صحیح نظام میں تندرستی قائم رہتی ہے اور ان کی کمی رہتی ہے مرض لاحق ہو جاتا ہے۔

تصانیف بقراط :

بقراط کثیر التصانیف تھا بعض نے بقراط کی تصانیف ۲ بتائی ہے ۱۰۲۰ میں روم میں پہلی بار اس کی مشہور کتابیں لاطینی میں ترجمہ ہوا۔ دوسرے سال یونانی ایڈیشن شائع ہوئے۔ بارہ کتابیں زیادہ مشہور ہوئیں۔ جن میں کتاب طبقہ انسان، کتاب العقول کتاب امراض الحارہ، کتاب امراض النزارہ کتاب الاخلاط جالینوس کا اس کا مشہور شارح ہے۔

روایت :

بقراط کے بارے میں ایک روایت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ایران میں ایک وبا نے تباہی مچادی ایران کے بادشاہ نے بقراط کو بھاری رقمیں پیش کیں اور اسی وبا کے لیے خدمات حاصل کرنا چاہی۔ مگر بقراط نے یہ کہہ کر خدمات سے پیش کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ اپنے ملک کے دشمنوں کی خدمت نہیں کرے گا بلکہ اسکا اولین فرض اپنے ہم وطنوں کی خدمت ہے۔

اقوال بقراط :

علم طب قیاس اور تجربہ کا نام ہے۔

بغیر ضرورت دوا استعمال نہ کی جائے۔

ہر ملک کے انسانوں کے لیے ان کے اپنے ملک کی جڑی بوٹیاں زیادہ مناسب ہیں کیونکہ انہیں ان کے مزاج میں دخل ہوتا ہے۔

ارسطو

ارسطو (ارطاس) طب و حکمت کے علاوہ مختلف علوم کی قابل ترین شخصیت ہوئی ارسطو ۳۸۴ ق م میں تھریس کے علاقے استاغیرا میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ بھی طبیب تھا ارسطو کے دادا کو حکم اسقلی بیوس سے بھی قرابت تھی

آٹھویں سال میں تعلیم کی جانب ایتھنز بھیجا گیا جو علوم و فنون کا مرکز تھا دو سال میں ارسطو

نحو علم زبان دانی فصاحت وبلاغت اور نظم و نثر کے علاوہ قسمت علوم و فنون میں طاق ہو گیا سترہ سال کی عمر میں طب و حکمت کے لیے افلاطون کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور بیس سال تک افلاطون کے شاگرد کی حیثیت میں پڑھتے رہے اور مختلف شعبوں میں تحصیل علم کیا افلاطون اپنی غیر موجودگی میں حلقہ درس میں اپنی مسند پر بٹھاتا افلاطون کی وفات کے بعد ۴۲ سال کی عمر میں ارسطو شاہ فیلبس نے اپنے ہونہار فرزند سکندر اعظم کا اتالیق مقرر کیا۔ ارسطو نے اسے کامل توجہی سے عالم و فاضل بنا دیا۔ جب سکندر اعظم تسخیر عالم کے ارادہ سے ممالک مشرق پر حملہ آور ہوا تو ارسطو کو اپنے ایک شاگرد بلتانس نامی کو خلیفہ بنا کر خود ایتھنز چلا آیا اور اپنے مقام سکونت پر قیام پذیر ہو گیا۔ یہاں پر اس کے مخالفین نے اس کے کفر اور بتوں کے منکر ہونے کے نظریات کو عام کیا چونکہ ارسطو بتوں کا منکر تھا ان کی پرستش نہیں کرتا تھا۔ اس لیے اس نے سقراط کی تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے رخت سفر باندھا اور اپنے وطن آگیا اور بقیہ تمام عمر یہاں گذار دی اور ۶۴ سال کی عمر میں اپنے وطن میں وفات پائی۔

عبدالسلام ندوی نے اپنی تصنیف حکماء اسلام میں لکھا ہے کہ ارسطو ان فلاسفہ یونان میں سے تھے جو بت پرستی کو مذموم سمجھتے تھے اور ایتھنز والوں کی اس دوستی سے بیزار تھے ارسطو کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ وفات کے بعد ایک کم سن بیٹا اور بیٹی چھوڑے حکیم شاوفسطس جو کہ اس کا خالہ زاد بھائی تھا۔ اس کے علوم کا حقیقی جانشین ہوا ارسطو کی تعلیمی تربیت افلاطون کے ہاتھوں میں ہوئی ارسطو کو موجودات کی تحقیق کا بہت شوق تھا فلسفہ و حکمت کے علاوہ نحو علم زبان دانی علم مفید بہ علم ہیت، علم اخلاق، علم سیاست مدن طبعیات، الہیات اور ریاضیات پر بھی کمال حاصل تھا اور ان شعبوں میں مفید مسائل حل کیے۔

علم طبیعہ کے متعلق حیوانات کی تحقیق آج تک یورپ میں مروج ہے اس طرح اسے علم حیوانات کا موجد قرار دینا انتہائی مناسب ہے۔ جدید ایلوپیتھی طب کی بنیاد علم الجراثیم پر ہے لیکن تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم الجراثیم کا ابتدائی تصور ارسطو ہی نے پیش کیا تھا ارسطو نے اسکندریہ ایک عظیم الشان اکیڈمی کی بنیاد رکھی جہاں سے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔ علم تشریح اور منافع الاعضاء میں اس نے جو مسائل بیان کیے ہیں

ان میں سے بعض کی جالینوس نے تردید کی ہے ۔

۱۔ دل منبع حرارت غریزی پہلے اور معدن روح حیوانی ہے ۔

۲۔ پھیپھڑے دل کو ہوا پہنچاتے ہیں ۔

۳۔ شرائین قلب سے روح حیوانی کو تمام جسم میں پہنچاتی ہے ۔

۴۔ وریدیں جگر سے تمام جسم کو خوراک پہنچاتی ہیں ۔

دو ہزار سال کا طویل عرصہ گذر جانے کے بعد باوجود بھی طب آج بھی ان میں سے اکثر کو صحیح مانتی ہے ۔

ارسطو شہری حکومتوں میں اصلاح کا بہت بڑا ماہر تھا ان کے انتظام والفرام قوانین میں کے ذاتی طور پر انتہائی خوبیوں کا مالک تھا اور عوام میں بہت ہر دل عزیز انسان تھا ۔ اپنی آمدن کا بیشتر حصہ خلق خدا کی راہ کے لیے صرف کرتا۔ آخل ایتھنز نے متفقہ طور پر پتھر کے ایک ستون پر ارسطو کی تعریف لکھ کر شہر کے وسط میں بلند برج پر نصب کیا اس کی قبر اہل وطن کی زیارت گاہ بن گئی ۔

ارسطو یونان کے سیاستدانوں میں منفرد تھا اس نے ایک گرہن کا معائنہ کیا جو کہ مریخ میں چاند کے ذریعے لگا. نباتات کے حوالے سے ارسطو نے دریافت کیا کہ اس کی زندگی بہ نسبت جنس حیوانات کی زندگی کے بہت سادہ ہے مثلاً حیوان کا کوئی عضو کاٹ دیا جائے تو وہ الگ ہونے میں جسم بے جان ہو جاتا ہے ۔ لیکن اگر نباتات میں ایک ٹکڑا کاٹ دیا جائے تو وہ جڑ پکڑ کر پھر درخت بن جاتا ہے یہ بات واضح ہے کہ نباتات کے اجزا سادہ ہیں اس کو خواہ کس قدر کاٹا جائے نباتات کے اجزا حیات قطعاً سادہ ہیں اور ہر ٹکڑے میں زندگی کا اثر موجود ہوتا ہے ۔ اور قیام و بقا کے وسائل پا کر پھر ہرا ہو جاتا ہے ۔ حیوان کا سر یا کوئی جز کاٹ دو تو مردہ ہو جاتا ہے ۔ شیخ الرئیس بھی ارسطو کا مقلد تھا ۔

ارسطو کی مختلف علوم میں بہت کتب ہیں ۔ جن کی تعداد تقریباً ایک سو ا سہ ہے ۔

جالینوس

جالینوس کا شمار ان عظیم اطباء میں ہوتا ہے جنہوں نے طب کی مردہ روح میں جان بخشی اور احیاطب کا فریضہ سرانجام دیا کیونکہ بقراط کے بعد سے فسطائی حکماء نے روح طب کو مسل ڈالا تھا جالینوس نے ان کو صاف کیا اور علمی دلائل سے بقراط کے نظریات کی تائید کر کے مستحکم کیا۔

جالینوس ۵۹ ء میں جزیرہ فارموسا میں پیدا ہوا ابتدائی تعلیم یہی حاصل کی اس کا باپ ایک مالدار اور عالم شخص تھا جو اپنے ذہین بچے کی ذہانت سے خوب واقف تھا۔ اس لیے اس کی تعلیم کا بہت خیال رکھتا تھا اور ماہر اساتذہ کو اس کی تعلیم پر کیا جلد ہی جالینوس کے قدرتی جوہر کھل کر سامنے آگئے بعض لوگ جالینوس کی مسیح کا ہم عصر قرار دیتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس نے خود اپنی کتاب میں جو سوانحی خاکہ لکھا ہے وہ اس کی نفی کرتا ہے۔

جالینوس والد کی وفات کے بعد حصول علم کے لیے یونان کے شہروں رومتہ الکبریٰ اور مشرقی رومن امپائر کے ممالک میں پھر تاریخ اور علمی پیاس بجھانے کے لیے مختلف علماء کے پاس گیا اور حصول علم کے لیے پوری جدوجہد کی جہاں کہیں کسی طبیب کا علم ہوتا پہنچ جاتا اور ان سے اکتساب فیض حاصل کرتا۔ جالینوس قدیم اطباء کی کتابوں میں سے خاص کر بقراط کے مضامین کا بڑی دلچسپی سے مطالعہ کرتا۔ اندرونی علاج اور جسم انسانی کی تشریح اور جراحی عمل میں اس نے جو مقام اور کمال حاصل کیا اس کی مثال آج تک بھی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یونان میں ایک طبیبہ جو علاج امراض نسواں میں ماہر مشہور تھی پھر اس سے اس بارے فیض پایا اور یہ علم حاصل کیا پھر مصر اور وہاں جڑی بوٹیوں کی تلاش و تحقیق میں بھرپور دلچسپی لیتا رہا۔

رومتہ الکبریٰ کے شاہی کتب خانے میں جب آگ لگی تو جالینوس کی تمام قلمی تصانیف جل کر راکھ ہوگئیں۔ اس صدمہ میں جالینوس کچھ عرصہ تک پاگل رہا۔ جالینوس علم مناظرہ میں بڑا ماہر تھا اس کے شوق علمی اور سیاحت علمی نے اس کو چار دانگ عالم میں معروف کر دیا وقت کے بڑے بڑے علماء نے اس سے مباحث علمی میں شکست دکھائی اس طرح جب

یہ پھر واپس اپنے وطن کو واپس آیا تو اس کی علمی حیثیت مسلم ہو چکی تھی تاہم اس نے تمام سرگرمیاں ترک کر کے صرف فن طب کی طرف توجہ دی اور طبی زندگی بسر کرنا شروع کر دی جالینوس نے بھی بے شمار تصانیف لکھیں جن میں چند ایک یہ ہیں۔

کتاب العظام، کتاب العصب، کتاب الاسطقسات، کتاب نبض۔ کتاب المزاج، کتاب الحمیات، کتاب البحران وغیرہ۔

طب کے اعاظم میں جالینوس سب سے پہلے فنی عظمت ہیں جس نے طب کو معقول بنیادوں پر مدون کیا آج بھی حکومت برطانیہ کے زیر اہتمام ہسپتالوں میں استعمال ہونے والی ادویات کے لیے جو کتاب مرتب ہوتی ہے وہ مرکبات جالینوس کے نام سے موسوم ہے اور علاج بالضد کا اصول سب سے پہلے اس نے نکھار کر پیدا کیا۔

حکایت:

جالینوس بہت بڑے طبیب تھے ان کی حذاقت کا یہ عالم تھا کہ ایک بار جب وہ پہلی بار شہر رومتہ الکبریٰ میں داخل ہوئے تو ان کی نظر ایک مجمع پر پڑی جہاں ایک مریض کے چاروں طرف اطبا، بیٹھے تھے اور تشخیص علاج کے لیے آپس میں بحث کر رہے ہیں کسی نے علاج مفید تجویز کیا تو کسی نے رد کیا جالینوس نے آگے بڑھ کر ان سے کہا کہ آپ کی علمی بحث قابل تعریف ہے لیکن آپ کچھ دیر تک انتظار کریں مریض کے لیے محبت سے کام نہ لیں طبیعت خود ہی کچھ دیر میں ایک رگ کا منہ کھول کر ناک کے راستے خون خارج کر دے گی وہ یہ بات سنکر حیران ہو گئے۔ کچھ ہی دیر بعد جالینوس کی پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی تو ان سب کو جالینوس کا احترام کرنا پڑا۔

جالینوس مریضوں سے فیس نہیں لیتا تھا بلکہ غذا اور دوا دونوں اپنے پاس سے دیتا تھا وہ نہایت کریم الاخلاق اور نیک مزاج تھا۔

اقوال جالینوس:

وہ بیمار اس تندرست سے اچھا ہے جس کو بھوک نہ لگے۔
انسان اپنے نفس کو پہچان لے تو اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔

جو شخص اپنے آپ کو عقل مند سمجھتا ہے۔ وہ پرلے درجے کا بے وقوف ہے۔
مریض اپنے مقام پیدائش پر جا کر ٹھیک ہو جاتا ہے۔
جالینوس سے اخلاط کی نسبت سوال ہوا اس نے جواب دیا کہ خون ایک زر خرید غلام ہے مگر کبھی غلام آقا کو بھی مار ڈالتا ہے۔

صفرا:۔

ایک تر و تازہ باغ کا رکھوالا کنکھنا کتا ہے۔

بلغم:۔

بادشاہ سردار ہے اگر اس کے روبرو ایک دروازہ بند ہو تو اپنے نکلنے کا دوسرا راستہ کھول دیتا ہے۔

سودا:۔

بڑی کٹھن زمین ہے جب اس میں جنبش آتی ہے تو اس پر جتنی چیزیں ہیں سب ہلنے ڈلنے لگتی ہیں۔

خالد بن یزید

اموی شہزادہ خالد بن یزید بن معاویہ رضؓ علم کیمیا کا بہت ماہر تھا اس نے اپنے دور میں یونانی فلسفے کے علماء کو دربار میں جمع کیا اور کیمیا کے بارے یونانی اور مصری کتابوں کو عربی میں منتقل کرنے کا حکم دیا اسلامی عہد کے اولین مترا جم یہی تھے۔ اس طرح علوم و فنون کو عربی میں منتقل کیا گیا جابر بن حیان بھی خالد بن یزید کے ان مشاغل میں اس کے ہمراہ شریک رہا۔

حضرت امیر معاویہ رضؓ نے دمشق میں سب سے پہلا ہسپتال اور طبیہ کالج قائم کیا خالد بن یزید اسی مدرسہ سے فارغ ہوا اور کاروبار مملکت کی بجائے اس ہسپتال اور طبیہ کالج کی سرپرستی کا کام اپنے ذمے لیا اس طرح اس کی علم طب میں سرپرستی کی وجہ سے تعلیم طب کا باقاعدہ سرکاری انتظام ہوا۔ اس کی سرپرستی میں سکندریہ کوفہ حمص اور مدینہ میں بڑے بڑے شفاخانے قائم ہوئے وہ سال میں ایک بار خود ان کا معائنہ کرکے ان کی ضروریات کی تکمیل کرتا اس نے تین کتب تصنیف کیں جو صدیوں علماء طب میں معروف رہیں۔ اور

تیسری صدی ہجری میں اس کی ایک کتاب ابن ندیم نے بغداد کی کتب خانے میں ایک کتاب جو ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل تھی اس میں معدنیات سے متعلق کیمیاوی تجربے کا خاکہ ہی تھا۔

ابوسہیل مسیحی

ابوسہیل عیسیٰ بن یحییٰ المسیح جرجان کے رہنے والے تھے اور فن طب کی ایک باکمال شخصیت تھے آپ اس فن میں عملی و علمی دونوں میں مکمل عبور رکھتے تھے فنی نکتہ نگاہ سے آپ کی کتب اعلیٰ پایہ کی ہیں۔ آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہوسکی اور نہ اس کا تذکرہ ملتا ہے البتہ بتایا جاتا ہے سہیل مسیحی فن طب میں شیخ الرئیس بوعلی سینا کے استاد تھے اگرچہ شاگرد (بوعلی سینا) بعد میں استاد سے آگے نکل گئے بلکہ امام فن قرار پائے لیکن ان کی تربیت علمی میں سہیل مسیحی کا حصہ ہے سہیل مسیحی کی کتاب جس کا نام "تخلیق انسان میں خدا کی حکمت" ایک نہایت مفید اور علمی سرمایہ ہے اس میں اس نے جالینوس اور دیگر ممتاز و نامور اطباء کے وہ اقوال دیئے ہیں جو انہوں نے افعال کے اعضاء کے حوالے سے کہے ہیں اور پھر ان پر اپنا محاکمہ کر کے مفید اضافے کیے اس کی طب میں ایک اہم کتاب "کتاب المائتہ" ہے امین الدولہ بن تلمیذ نے اس پر حاشیہ لکھا ہے

اس کا کہنا ہے کہ یہ طب میں بہت زیادہ قابل اعتماد کتاب ہے کیونکہ اس پر مسئلہ کو تحقیق کے ساتھ پیش کیا گیا ہے بکرار کم عبارت سادہ اور عام فہم ہے۔ سہیل مسیحی کو خراسان میں وہاں کے سلطان نے افسر الاطباء مقرر کیا تھا اور چالیس سال کی عمر میں وفات پائی آپ کی تاریخ و سن پیدائش کی طرح تاریخ و سن وفات بھی معلوم نہیں ہوسکا۔ بہرحال اس عظیم انسان کی خدمات طب علمی و عملی میدان میں روز روشن کی طرح عیاں ہیں اور تاریخ طب میں ہمیشہ جگمگاتی رہیں گی۔

علی ابن الطبری

آٹھویں صدی ہجری کے اس عظیم طبیب کا نام ابوالحسن علی بن سہیل ابن طبری تھا وہ ۷۷۵ء میں مرو میں پیدا ہوا نسلاً یہودی تھا چونکہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اس

اس لیے اس کا نام مسلمان اطبا کی پرت میں آتا ہے علی بن ابن کا تعلق، ایران کے الحیرہ
کیسپئین کے کنارے واقع مردم خیز علاقے مرو جو کہ طبرستان کا شہر ہے تھا جس سال یہ
پیدا ہوا اسی سال خلیفہ منصور کی وفات ہوئی اور نئی تخت نشینی ہوئی اس نے ابتدائی
زندگی مرو میں گذاری اور اپنے والد جو کہ ممتاز طبیب و سائنسدان تھے کے طب اور دیگر سائنسی
علوم کی کتب پڑھیں اور زبان عربی فارسی و یونانی عبور حاصل کی علی بن ابن کے دور میں اس
کا وطن طبرستان عباسی سلطنت کا ایک باج گزار علاقہ تھا جس کا حاکم ایرانی شہزادہ مازیار
تھا جو نومسلم تھا۔ (محققین کا خیال ہے کہ یہ شخص دل سے اسلامی حکومت کا حامی نہ تھا۔
بلکہ در پردہ ایران پر قدیم ساسانی سلطنت کی بحالی چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے بغداد کی
مرکزی سلطنت کو خراج رضامند کرکے اس کے خلاف مسلم بغاوت بھی کی جس میں علی بن ابن
کے خیال اور نصیحت کے مطابق مازیار کی شکست ہوئی اور ہیں علی بن ابن کی درخواست
پر مامون رشید نے (باغی) مازیار کو معاف کر دیا) اور طبرستان کا حاکم بن علی بن ابن نے
اسی حیثیت میں بھی بصیرت تدبر اور انسان دوستی کے نئے اعلیٰ ثبوت دیتے اور اپنے مشاغل
و خدمات طب کو بھی نظر انداز نہ کیا مامون رشید کے بعد جب تخت بغداد پر عباسی حکمران
معتصم بیٹھا تو مازیار نے بغاوت کر دی اور معتصم کی فوج سے پھر شکست کھائی اور جرم
بغاوت پر قتل کیا گیا۔ اب علی ابن بھی جو مازیار کا وزیر تھا اس عہدے سے برطرف کر دیا گیا
اس واقع سے علی بن ابن کا اقتدار تو ختم ہو گیا لیکن اس طرح علی بن ابن کی طبی اور علمی
خدمات چمکنے کے مواقع نکل آئے وہ زکریا رازی کے شہر سے آکر آباد ہو گیا اور یہاں
اس کی ملاقات سائنس و طب کی علمی شخصیت زکریا رازی سے ہوئی۔ عام طور پہ کہا
جاتا ہے۔ کہ علی بن ابن کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ زکریا رازی کا شاگرد تھا۔
حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ طب عربی میں سب سے پہلی کتاب فردوس الحکمت جس کو طبی
انسکلوپیڈیا بھی کہا جاتا ہے کا مصنف بھی اس کی یہ عظیم تصنیف طب کی تمام شاخوں پر
محیط تھی اور اس کے طبی کمالات اور محقق کا حیرت انگیز نچوڑ تھی علی بن ابن نے فردوس
الحکمت کے علاوہ سائنسی بصری اور بھی کتنی کتب لکھیں کہا جاتا ہے کہ فردوس الحکمت نے
قبل سے طبی انسکلوپیڈیا پر دنیا بھر میں صرف پانچ نسخے تھے جو بڑی بڑی لائبریریوں تک
محدود تھے بیسویں صدی میں اس کے تراجم متعدد زبانوں میں ہوئے یہ پانچ سو صفحات

پر مشتمل ہے اور زیادہ حصہ طب پر مشتمل ہے لیکن اس میں حیوانات موسمیات تولید فلکیات اور نفسیات پر بھی مواد ہے اس میں تمام موضوعات سائنسی خاص کر طب پر سیر حاصل بحث کی ہے یہ کتاب اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ اس سے طب ہندی اور آیورویدک کا علم بھی بہ زبان عربی منتقل ہوا اس میں ایک باب آیوروید میں مشتمل ہے فردوس الحکمت کے کل سات ابواب ہیں پہلا باب کلیات علم العلاج اور نظریات دوسرا جسم انسانی کے اعضا، حفظان صحت اور اعصابی امراض تیسرا التغذیہ چوتھا انسانی امراض و علاج پانچواں ذائقے کی کیفیات چھٹا ادویہ چھٹا متفرق موضوعات اور آیوروید کے بارے ہے۔ یہ کتاب اس نے پندرہ سال میں لکھی اس عظیم کتاب کا اردو ترجمہ معروف فاضل طبیب، حکیم اشرف رشید ندوی صاحب نے کیا ہے جو قومی طبی کونسل اور ہمدرد فاؤنڈیشن کے تعاون سے شائع ہوا ہے۔

اس کو اپنی تصانیف میں یہودیوں، عیسائیوں، یونانیوں کے سائنسی لٹریچر سے بڑا شغف تھا لیکن اس نے اپنے مشاہدات تجربات اور علم سے اہم و مفید اضافے کیے علی بن ابن نے چار خلفاء کے زمانے دیکھے۔ اس کی وفات کا سال ۸۷۰ء ہی بتایا جاتا ہے۔

اس طبیب و سائنسدان کو اہل علم و علاج اور تشخیص امراض کے ماہر کو طب کی گراں قدر کتب کے مصنف کی حیثیت سے آٹھویں صدی عیسوی میں جو شہرت ہوئی اس کو زمانہ آج تک نہیں بھلا سکا وہ پیشہ کے لحاظ سے طبیب تھا لیکن یہ طب زر کا ذریعہ نہ تھا وہ غریبوں سے علاج اور دوا کے پیسے نہ لیتے تھے صرف متمول لوگوں سے لیتا اور اس طرح شفاخانے کے اخراجات چلاتا اس کی زندگی بہت سادہ و دولت نہ تھی طب کے ساتھ ساتھ ریاضی فلسفہ ہئیت اور ادب سے بھی شفقت رکھتا تھا۔

محمد بن زکریا رازی

رازی جس کا نام زیادہ تر کیمیادان کے طور پر مشہور ہے اعلیٰ درجہ کا طبیب بھی تھا۔ ۵۰ برس تک مطلب کیا۔

ابی بکر کنیت محمد نام اور زکریا کا فرزند تھا رازی ایران کے شہر رے کا رہنے والا

تھا۔ ۲۲۶ء۸۵۰ھ میں رے میں پیدا ہوا۔ رے ایران کے موجودہ دارالحکومت تہران سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے شہر کی نسبت سے رازی کہلایا اور ابو بکر محمد بن زکریا رازی کے نام سے مشہور عالم ہوئے رازی بیک وقت ماہر طبیعیات، فلسفی کیمیا دان اور طبیب تھے نوجوانی کا زمانہ وطن میں ہی گزارا نوجوانی میں موسیقی سے بھی دل چسپی تھی شعر و سخن کے کے ہنگاموں سے بھی خاص شغف، تھا علم کا شائق تھا اور جوانی میں ہی ادب منطق فلسفہ میں مہارت حاصل کی بغداد کی علمی و ادبی سرگرمیوں کی شہرت سن رکھی تھی چنانچہ عالم شباب میں ہی بغداد کے سفر پر نکلے اور پہلی بار بغداد کی علمی زندگی کو قریب سے دیکھا ایک دن ایک شفاخانے میں ایک عجیب الخلقت بچہ جس کے سر پر دو چہرے تھے موضوع بحث بنا ہوا تھا رازی بھی وہاں موجود تھا دواسازوں اور اطباء کی مدلل اور حکیمانہ تشریحات سے اتنا متاثر ہوا کہ عمر کا باقی حصہ طب کے لیے وقف کر دیا رفتہ رفتہ ان کا میلان پوری طرح طب کی طرف ہو گیا اور مشہور طبیب زمانہ علی بن ابن الطبری سے صناعت طب کی تحصیل شروع کر دی۔ یہاں تک کہ اس نے اس علم میں وہ منزلت حاصل کی جو یونانی علماء میں جالینوس کو تھی۔

مشہور مورخ سلمان بن حسان اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ آغاز جوانی کے وقت رازی ایک رند اور مشرب شخص تھا گانے بجانے کا شوق شاعری اور لطف صحت احباب کا ذوق رکھتا تھا مگر کچھ عرصہ بعد اسے علوم فلسفہ کا شوق پیدا ہوا نتیجتاً وہ درس اور مطالعہ کی جانب راغب ہو گیا اور پھر اس نے اس قدر کم مدت میں علوم و فنون میں کامل دستگاہ بہم پہنچائی کہ لوگوں کو حیرت پیدا ہو گی مگر حکمت و علمیہ و نظریہ کے سوا اس نے چونکہ فلسفہ الہیات پر توجہ نہیں کی تھی۔ اس لیے اس کے عقائد مؤطائی اور طبعی حکما سے مشابہ تھے۔ کئی مورخین نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اگر رازی چھوٹی عمر سے ہی حکمت و طب کی طرف توجہ دیتے تو یقیناً علم و حکمت کے میدان اس کا مقام سب سے بلند ہوتا۔

مشق کی ابتداء اپنے شہر کے سرکاری شفاخانے سے کی جہاں وہ افسر اعلیٰ تھے۔ پھر ان کا تبادلہ بغداد کر دیا گیا۔ جب ۹۰۲ء میں ابن سہیل جو کہ رازی کے گہرے دوست تھے۔ رے کے گورنر بنے تو رے کے سرکاری ہسپتال کو ترقی دے دی گئی اسی دور میں رازی نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل کتاب المنصوری لکھی اور اسی کے نام منسوب کیا طب پر اس کی یہ پہلی تصنیف تھی جس نے اس کی شہرت کو دور دور تک پہنچا دیا یہ کتاب دس جلدوں پر مشتمل ہے

اہل یورپ المنصورس کے نام سے جانتے ہیں ان ان جلدوں میں پہلی تشریح دوسری امزجہ تیسری غذائیہ ومعالجات چوتھی نقط صحت پانچویں آرائشات جسمانی چھٹی موازنہ سفر ساتویں جراحی آٹھویں سمیات نویں امراض عامہ دسویں حمیات پر ہے۔

رازی نے طب فلسفہ اور کیمیا پر متعدد کتب لکھیں وہ متقدین کی طبی تحقیقات کو اپنے شفا خانوں میں بیماروں پر آزمایا تھا اس کی تشریح معلومات بھی حد درجہ وسیع تھیں رازی کی کتاب علاج الاطفال اس فن کی پہلی کتاب ہے اس کی کتابوں میں نئی ادویہ اور نئے علاج بھی درج ہیں مثلاً حمائے والم "میں ٹھنڈے پانی کا استعمال جسے یورپ نے حال میں رائج کیا ہے الکحل اور ریشم سے زخم ٹانکنا اور مثانے میں سنگینوں کا استعمال وغیرہ۔ اس کے علاوہ اس کی مشہور تصانیف میں ایک برالاعظم میں ہے اس میں علم طب کے تمام مسائل بیان کردیئے گئے ہیں۔ رازی کی اکثر تصانیف کا لاطینی میں ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ کتب کئی بار چھپ چکی ہیں خاص کردہ کتاب جو اس نے چیچک پر لکھی ۱۵۰۹ء وینس میں ۱۵۲۸ء ۱۵۴۸ء میں پیرس میں شائع ہو چکی ہے یورپ کے طبی کالجوں میں رازی کی تصانیف داخل نصاب رہی ہیں رازی دنیا طب میں ایک بڑی سربرآوردہ شخصیت تھی فن طب اس نے چھوٹی بڑی کوئی دوسو کے لگ بھگ کتابیں لکھیں جن میں چند ایک ہم تک بھی پہنچی رازی کی سب سے اہم تصنیف الحاوی ہے جو طبی سائنس وعلوم کا گراں قدر خزانہ ہے اور اہل یورپ۔

"Contimentos" کے نام سے جانتے ہیں ایڈورڈ براؤن نے رازی کی اسے سب سے اہم تصنیف قرار دیا ہے کیمیا پر ان کی کتابوں اور رسالوں کی تعداد ۲۱ بتائی جاتی ہے علاوہ ازیں جن تصانیف کے نام ہم کو معلوم ہو سکے ہیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ الضوار۔ ۲۔ المدخل فی الطب۔ ۳۔ عسل الفاصل

۴۔ تریاق ۵۔ امراض جلد ۶۔ الانسام۔

۷۔ الاغذیہ ۸۔ التدابیر ۹۔ الاکسیر

۱۰۔ البحر ۱۱۔ الترتیب ۱۲۔ نکتہ ورموز

۱۳۔ شرف الصناعۃ ۱۴۔ الحیل ۱۵۔ الاسرار

۱۶۔ رسالہ الخاصہ ۱۷۔ الحجر الاصفر۔

۱۸۔ الرد علی الکندی فی رد عملی صناعۃ (الکیمیا)

مسعودی کی کتاب "مروج الذہب" کے انگریزی ترجمہ جلد اول صفحہ ۳۹۰ پر تمیز حسین نے ایک نوٹ لکھا ہے کہ "لیڈن لائبریری" میں رازی کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے۔ "کتاب الباہ" اس کتاب میں اس مبحث خاص کے متعلق ایک نہایت گراں قدر معلومات لکھی ہیں۔

عمر کے آخری دس بارہ سال رازی نے اپنے آبائی وطن "رے" میں گزارے جہاں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو کر آئے تھے آنے کے بعد بینائی کمزور ہو گئی اور نزول الماء کی وجہ سے نابینا ہو گئے اس طرح آخری ایام انتہائی کسمپرسی میں گذرے اور ۶۲ سال کی عمر میں ۹۳۲ء میں انتقال ہوا۔ ابو بکر محمد بن زکریا رازی کو یورپ کے لوگ (RASES) کے نام سے پکارتے ہیں۔

رازی وہ پہلا شخص تھا جس نے چیچک اور خسرہ میں تصدیق کی اس وقت اطباء اس تفریق کے منکر تھے ہزار سال گذرنے کے باوجود یہ تفریق آج بھی موجود ہے اور طب جدید نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔ رازی نے پہلی بار کیمیائی مادوں کو جمادات ونباتات اور حیوانات میں تقسیم کیا اور اس طرح نباتاتی اور غیر نباتاتی کے ارتقاء اور علم کا راستہ کھول دیا یہی وجہ ہے کہ رازی کو جابر بن حیان کے بعد اسلامی دور کا سب سے بڑا کیمیادان قرار دیا جاتا ہے۔

علی بن عباس مجوسی

فن طب کی یہ باکمال شخصیت جندی شاپور کے قریب ایران کے قصبہ اہواز میں پیدا ہوئی اہل مغرب اسے ہالی عباس کہتے ہیں چونکہ تمام مورخین اس کے نام کے ساتھ مجوسی لکھتے آئے ہیں۔ اس لیے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ غیر مسلم تھا حالانکہ یہ طبیب باکمال اور نخر روز گار شخصیت مسلمان تھا اس کے آباء واجداد مجوسی تھے اسی مناسبت سے مورخین نے اسے بھی مجوسی لکھ دیا۔ انہوں نے علم طب کی تحصیل ایک ایرانی استاد پروفیسر ابو ماہر (موسیٰ بن سیار) کی راہنمائی میں کی چونکہ ایک ذہین فطین انسان تھے اور محنت وتجربات سے علم میں وسعت حاصل کرلی اور ایک وقت آیا کہ عالم اسلام کے ایک بلند پایہ محقق قرار پائے ان کی کتاب "الصناعۃ الطبیہ" کا شمار طب کی بنیادی کتابوں میں ہوتا ہے چونکہ علی بن عباس عضد الدولہ کے قدرشناس

تھے اور مدت تک اس کے دربار سے منسلک رہے اس لیے اس کتاب کا انتساب بھی عضد الدولہ کے جانب کیا ہے چونکہ بادشاہ کو ملک کہتے ہیں اس لیے یہ کتاب الملکی کے نام سے معروف ہوئی اور کتاب کا نام صرف سرورق کی زینت بن کر رہ گیا اس کتاب کا ترجمہ لاطینی میں اسٹیفن نے کیا اور مائیکل ڈی کیپلا کے حواشی سے ۱۵۲۳ء میں شائع ہوا علی بن عباس کی اس شہرآفاق کتاب الملکی کا نہایت نفیس عربی ایڈیشن دو جلدوں میں قاہرہ سے شائع ہو چکا ہے ۔اس کا عربی متن تقریباً چار لاکھ الفاظ پر مشتمل ہے اس میں ۲۰ مقالات ہیں ہر مقالے میں متعدد ابواب ہیں پہلے اس مقالات طب نظری کے مباحث پر ہیں دوسرے دس مقالات طب نظری طب پر ہیں الملکی کا دوسرا مقالہ علم تشریح پر ہے ڈاکٹر پی۔ ڈی۔ کینگ نے اس کا فرانسیسی ترجمہ اصل متن کے ساتھ لیڈن سے ۱۹۰۳ء میں شائع کیا تھا۔ ایک مقالہ علم الجراحت کے بارے پہلے ایک باب میں سابقہ طبی کتب پر تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے ایک باب میں اس نے بیمارستان (ہسپتال) میں مریضوں کی حاضری کی اہمیت پر شرح و بسیط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ طبیبوں کو اس نے تاکید کی ہے کہ فن طب کے اعلیٰ ماہروں کے ساتھ مریضوں کا معائنہ کیا کریں ان پر عذر کرتے ۔ اس طرح بھی تجربہ و بصیرت میں اضافہ ہوگا۔ فردوس الحکمت القانون اور الحادی کے ساتھ ساتھ الملکی کو بھی طب کی بنیادی کتابوں میں اہمیت حاصل ہے اس نے اپنے عہد کے اسلامی طبی ورثہ میں جو قابل قدر اور گراں اضافہ کیا ہے کہ اس کا ذکر مشرق و مغرب کے تمام مورخین نے کیا۔

عضد الدولہ نے علی بن عباس کے مشورے سے بغداد میں بیمارستان عضدی قائم کیا دسویں صدی کے نصف آخر میں اسے بڑی شہرت ہوئی رازی کے بعد وہ پہلا طبیب تھا۔ جس نے بیمارستان میں مریضوں کے علاج کا تجربہ حاصل کیا اور اس کے اہم اصول و ضوابط بیان کیے ہیں۔

عام مورخین نے ان کی صرف ایک تصنیف کا نام بتایا ہے اور یہ ظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن بروکلمن نے اس خیال کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ گوتھا میں ایک طبی کتاب موجود ہے جو علی بن عباس کی طرف منسوب ہے۔

علی بن عباس کا سال وفات ۹۹۵ء بتایا گیا ہے۔

علی بن عباس نے سب سے پہلے بتایا کہ خون رگوں کو دیواریں تین پرت ہوئے ہیں۔

بوعلی سینا

آج یورپ علم وحکمت کے میدان میں پیش پیش ہے چند صدیوں قبل یہ اندھیروں میں بھٹک رہا تھا یہ دور تھا جب مشرق میں علم کی روشنی مکمل طور پر پھیل چکی تھی یورپ نے سب کچھ مسلمان علمار طب وسائنس سے سیکھا عربی زبانی کی کتب لاطینی میں ترجمہ ہوکر یورپ کی یونیورسٹیوں میں داخل نصاب رہیں بوعلی سینا بھی ایک ایسے ہی طبیب تھے جن سے یورپ والوں نے بہت کچھ سیکھا وہ یورپ میں آج بھی AVICENNA کے نام سے معروف ہیں نام حسین کنیت ابوعلی سلسلہ نسب بوعلی الحسین ابن عبداللہ ابن سینا ہے والد ریاست بخارا کے شہر خرتیاں کے (والی) گورنر تھے والدہ کا نام ستارہ تھا بوعلی سینا ۳۷۰ھ میں خرتیاں میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی دس سال کی عمر میں کلام پاک حفظ کرلیا۔ بچپن ہی سے ذہین تھے والد سے بہت کچھ سیکھا عربی گرامر سیکھی ریاضیات پر عبور حاصل کرنے کے بعد طبعیات والہیات کا مطالعہ کیا استاد ان کی ذہانت متعرف تھے ان کے والد نے ان کی غیر معمولی ذہانت کے پیش نظر ایک عالم دین عبداللہ نائیلی کو بطور مہمان رکھا اس دوران عبداللہ نائیلی نے ان کے والد سے کہا کہ تمہارا بیٹا بہت ذہین ہے یہ بہت بڑا عالم ہوگا بشرطیکہ تم اسے علم کے سوا کسی اور معاملہ میں نہ پھنساؤ تھوڑے ہی عرصہ میں بوعلی سینا نے منطقی مسائل پر عبور حاصل کرلیا اس کے بعد ایک مسیحی استاد بنام عیسیٰ بن یحییٰ سے فن طب کی تعلیم حاصل کرلی اور طب کے موضوع پر مواد بھی مکمل کرلیا اور عملی طور پر بھی طب کو اپنایا چنانچہ بہت جلد بخارا کے حاذق طبیب کی حیثیت سے شہرت پائی بوعلی سینا چھوٹی عمر میں ہی بہت اچھے طبیب کی حیثیت سے شہرت پائی اور جلد ہی وہ سلطان بخارا امیر نوح بن منصور کے درباری طبیب حسن بن نوح قمری کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے اور فن طب میں ان کی شہرت چاردانگ عالم پھیل گئی بڑے بڑے اطبا، ان کی شاگردی میں فخر کرنے لگے اور اب انہیں شیخ (استاد) کے نام سے پکارا جانے لگا چنانچہ نوح بن مسعود سلطان بخارا نے بوعلی سینا کو ایک ایسے مرض کے علاج کے لیے طلب کیا جہاں بڑے بڑے اطبار کی تدبیریں ناکام ہو چکی تھیں بوعلی سینا نے سلطان بخارا کا علاج کیا وہ تندرست ہوگیا جس پر سلطان بخارا بہت خوش ہوا اور شیخ بوعلی سینا پر اپنے کتب خانے کے دروازے کھول دیئے اس دور میں لکھنا پڑھنا آسان نہ تھا صرف حکمرانوں

یا امراء کے پاس ذاتی لائبریریاں تھیں کتاب ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں اور نہایت گراں قدر تھیں چھاپہ خانے نہیں تھے ایسے شیخ بوعلی سینا کو اپنی علمی تشنگی بجھانے کا سنہری موقع ہاتھ آگیا اس نے تمام کتب پڑھ ڈالیں ان کی دلچسپی کا عالم کہ وہ دن رات ورق گردانی میں مصروف رہتے اگر کوئی چیز سمجھ نہ آتی تو نماز پڑھتے اور اللہ سے وسعت ذہن کے لیے دعا کرتے۔ ہر کتاب سے ضروری نوٹ لیتے تاکہ اگر لائبریری چھین بھی جائے تو یہ نوٹس کام آسکیں۔ شیخ کے والد ایک بڑے افسر تھے اسی لیے سلطان کے مصاحب ان سے ڈرتے تھے تاہم اندرون خانہ وہ ان کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے کیونکہ وہ ان سے حسد کرتے تھے ایک دفعہ شیخ لائبریری میں مطالعہ کر رہے تھے کسی نے لائبریری کو آگ لگادی۔ جب انہیں سلطان کے سامنے مجرم کے طور پر پیش کیا گیا تو سلطان نے اسے معاف کردیا۔ اس وقت شیخ کے والد وفات پا چکے تھے اور سازشیں زور پکڑ چکیں تھیں۔ شیخ نے محسوس کرلیا تھا اب ان کا قیام یہاں مشکل ہو چکا ہے۔ وہ وہاں سے خوارزم چلے گئے اس وقت شیخ نے تصنیف وتالیف کا کام شروع کر دیا اور پہلی دو کتابیں الحاصل والمحاصل (فقہ) اور البر والاثم (اخلاق) مکمل کرلیں تھیں۔ جب کہ ابھی ان کی عمر صرف ۲۲ سال تھی۔ یہ ۱۰۰۲ء کا واقعہ ہے خوارزم کا حکمران علماء کا بہت قدر دان تھا ان کا وزیر بھی علم دوست تھا چنانچہ یہاں پھر شیخ کو بلند مقام عطا ہوا۔ یہاں شیخ کا وظیفہ مقرر ہوگیا۔ ۱۰۰۹ء میں جب مامون سلطان کا انتقال ہوا تو ان کے بھائی ابوالعباس تخت نشین ہوئے اسی طرح بوعلی سینا کی قدر اور بڑھ گئی۔ اس وقت دربار میں اپنے وقت کے اور بہت سے علماء کے بھی متعلق تھے لیکن سلطان جلد ہی اپنی فوج کی نمک حرامی سے مارا گیا اس لیے شیخ بوعلی سینا یہاں سے کوچ کر گئے اور پریشانی میں اپنے ایک دوست کے وہاں مقیم ہوگیا۔ یہاں کافی سکون سے وقت گزرا وہاں سے "رے" میں چلے گئے وہاں مجدالدولہ کا علاج کیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد محلاتی سازشوں اور خانہ جنگی کی وجہ سے جانا پڑا اور ہمدان میں ڈیرہ لگالیا یہاں جرجانی نامی نوجوان نے شیخ کی شاگردی قبول کرلی اور شیخ کی ہمت بڑھائی اسے علمی کام کا تسلسل جاری رکھنے میں مدد دی اور شیخ نے معروف عالم کتاب القانون کی تصنیف شروع کی یہاں بھی حالات ایسے ہوئے کہ شیخ جرجانی کے ہمراہ چلے گئے اور شمس الدولہ نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ ۱۰۲۰ء میں ہمدان کے شمس الدولہ کا مرض قولنج کا

علاج کیا اور وہ شفایاب ہوا شمس الدولہ نے انہیں وزارت کا عہدہ پیش کیا جو انہوں نے قبول کر لیا قلمدان وزارت کا کام سنبھالنے کے بعد انہوں نے اپنی کتاب الشفاء کا آغاز کیا اس طرح یہاں دن کو وزارت کا کام اور رات کو علمی کام کچھ ہی عرصہ میں کردوں اور ترکوں کی سرکش فوج نے علم بغاوت بلند کر دیا اور مطالبہ کیا کہ شیخ کو ہمارے حوالے کیا جائے تاکہ اسے موت کی سزا دی جا سکے فوج کا سربراہ شیخ سے جلتا تھا۔ سلطان ہمدان شمس الدولہ نے شیخ کی جان بچائی البتہ اسے ملک بدر کر دیا یہاں پر انہوں نے شیخ کا تمام سامان لوٹ لیا اور شیخ ایک دوست کے گھر روپوش ہو گئے اور جرجانی کی مدد سے علمی کام جاری رکھا اتفاق سے انہی ایام میں سلطان ہمدان شمس الدولہ پھر قولنج کے مرض کا شکار ہو گئے۔ شیخ کو دوبارہ بلایا گیا شیخ کے علاج سے سلطان پھر شفایاب ہوئے اور پھر قلمدان وزارت ان کے سپرد ہوا اور پھر وزارت و علمی کام کا تسلسل جاری ہو گیا اور القانون و الشفاء جیسی کتابوں کے کچھ حصے مکمل ہو گئے۔ یہاں حالات اب ایسے تھے کہ شیخ یہاں رہنا نہیں چاہتے تھے کچھ عرصہ بعد جب علاء الدولہ نے ہمدان پر حملہ کیا تو بوعلی سینا کو ہمراہ لے گیا پھر زندگی کے آخری سال یہیں گذرے اس نے شیخ کو بہت عزت دی تاہم شیخ نے یہاں کوئی عہدہ نہ لیا کیونکہ عہدوں سے اس کی زندگی میں بے سکونی رہی اور علمی کام متاثر ہوا اب سارا وقت لکھنے پڑھنے میں گذرتا اس عرصے میں بہت ہی کتب لکھیں فارسی کی پہلی اور آخری کتاب بھی یہیں لکھی یہ کتاب سلطان کی فرمائش پر لکھی گئی سلطان علم و عالم کا قدردان تھا ہر جمعہ کو علماء کی نشست ہوتی سلطان خود بھی شریک ہوتا

شیخ کی وفات :

شیخ اپنا علاج آپ کرتے تھے ایک مرتبہ جب وہ حالت سفر میں تھے تو انہیں درد قولنج ہوا۔ انہوں نے درد قولنج کے لیے ایک دن میں آٹھ آٹھ مرتبہ حقنہ کیا جس سے انتڑیوں میں زخم ہو گئے اور مرض ختم نہ ہوا۔ بعد ازاں شیخ کو تشنج کے دورے پڑنے لگے چونکہ شیخ اپنا علاج آپ کرتے تھے کیونکہ انہیں اپنی نظر میں کوئی طبیب جچتا ہی نہ تھا انہوں نے حقنہ کی دواؤں میں تخم کرفس ۲/۱ رتی بڑھانے کی ہدایت کی لیکن ادویہ بنانے والوں نے ۲/۱ رتی کی بجائے ۵ ماشہ کی مقدار میں حقنہ میں ڈبو دیا اس طرح آنتوں میں خراش بڑھ گئی اور تشنج

کے دورے بھی بڑھنے لگے اور مرض شدت اختیار کرنے لگا شیخ نے درد کی شدت کو ختم کرنے کے لیے دوائی استعمال کی لیکن شاگرد سے دوائی کی مقدار زیادہ ہو گی جب شیخ نے استعمال کی تو شدید تبض ہو گئی۔

بعض روایتوں کے مطابق کہ شیخ کے ملازموں نے ساز و سامان میں بد دیانتی کا ارتکاب شروع کر دیا تھا ان کو خدشہ تھا کہ اگر شیخ شفایاب ہو گئے تو باز پرسی کریں گے اسی لیے ان کو ہلاک کرانا ضروری ہے۔ تاہم شیخ کو جب اندازہ ہو گیا کہ شفا ممکن نہیں ہے تو تمام سامان فروخت کر کے حق داروں میں رقم تقسیم کی آخری تین یوم میں قرآن پاک ختم کرنا شروع کیا کافی مال خیرات کیا جو چیز جس کو پسند آئی عطا کر دی اور آخر اعصابی و دماغی کمزوری کے سبب یکم رمضان المبارک ۴۲۸ھ بمطابق ۱۰۳۸ء انتقال کر گئے۔

شیخ کی تمام زندگی سفر مشکلات و مسائل میں گذری کئی دفعہ سلطانوں کے زیر عتاب آئے کیونکہ درباری حضرات حسد کی وجہ سے اختلافات پیدا کر دیتے لیکن اس کے باوجود علمی کام ساتھ ساتھ جاری رہا۔ شیخ نے کئی ایسے طبی امور دریافت کیے جن سے طب قدیم کے ساتھ ساتھ طب جدید بھی متفق ہے۔ مثلاً۔ شریانوں کے منہ تنگ ہو کر وریدوں کے منہ سے مل جاتے ہیں۔

طبعی اور اصلی خون بدن کو غذا پہنچاتا ہے۔

آنکھیں بند کرنے پر پتلی پھیل جاتی ہے۔

گردن میں سات مہرے ہوتے ہیں۔

پشت کے بارہویں مہرے سے حجاب حاجز کا پچھلا سرا متصل ہے۔

بول و براز جگر کے حالات پر دلالت کرتا ہے۔

غذا کھانے کے فوراً بعد سونا نہیں چاہیئے۔

حجاب حاجز تنفس کے فعل میں مدد دیتا ہے۔

بعض امراض ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتے ہیں۔

شیخ نے پہلی مرتبہ دق کی تفصیلات بتا کر اسے متعدی قرار دیا اور پانی کو متعدد بیماریوں کے پھیلنے کا سبب قرار دیتے ہوئے اس کی حفاظتی تدابیر بیان کیں۔

بعض مورخین نے شیخ کی ۹۹ کتب ہیں اور بعض کے نزدیک ۱۵۳ جن میں سے صرف ایک کتاب فارسی میں ہے باقی سب عربی میں طب کے موضوع پر ان کی معرکتہ الآرا کتاب القانون فلسفہ میں الشفاء منطق میں الاشارات والتنبیہات مابعد الطبیعیات پر کتاب النجاۃ اور فلسفیانہ معلومات پر دانش نامہ علائی (فارسی) میں ہے القانون فی الطب کے علاوہ ان کی ایک اہم کتاب طب کے حوالے سے ادویہ قلبیہ ہے اس میں دل کے امراض کی دوائیں بتائی گئیں ہیں ان کی ان کتب کے نسخے برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔

القانون فی الطب سترہویں صدی عیسوی تک مغرب کی یونیورسٹیوں میں شامل نصاب رہی ایلوپیتھی طب کی بنیاد اسی کتاب پر ہے اور اسی سے روشنی حاصل کی گئی یہ کتاب دس لاکھ الفاظ پر اور پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

نظامی عروضی طب کی نادر کتب کے مطالعہ کے بعد لکھتا ہے۔

"کہ اگر کوئی طالبعلم یہ چاہتا ہے کہ دیگر تمام طبی کتبوں سے بے نیاز و آزاد ہو جائے تو وہ پورے اعتماد کے ساتھ القانون پر اکتفا کر سکتا ہے۔

جابر بن حیان

جابر کا پورا نام عبداللہ جابر بن حیان بن عبداللہ ہے اور الصوفی اور ابو موسیٰ کے نام سے مشہور ہیں اہل مغرب انہیں جبر (GEBER) کے نام سے جانتے ہیں۔ جابر بن حیان خراسان کے شہر طوس میں ۷۲۱ء میں پیدا ہوئے حصول علم کے لیے عرب بھی گئے عملی زندگی کا آغاز کوفہ میں بحیثیت طبیب کیا پھر بغداد آ کر خلیفہ ہارون الرشید سے تعلقات ہو گئے اور اہل برامکہ جب اپنی قوت ہارون الرشید کے ہاتھوں کھو بیٹھے تو جلاوطن کر دیے گئے جابر نے خالد بن یزید اور امام جعفر صادق سے شرف تلمذ کیا کچھ مدت مطب کیا لیکن جب کیمیائی کتابوں پر نظر ہوئی تو طب سے دلچسپی ختم کر کے کیمیا کے لیے ہو کر رہ گئے۔ زندگی کے آخری ایام کوفہ میں گذرے اور تجربات تصنیف و تالیف کے مشاغل جاری رکھے پچانوے سال (۹۵) کی عمر میں انتقال کیا ہر چند کے ان کا میدان کیمیا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ دیگر علوم میں بھی کام کیا اور کتب لکھیں مثلاً اقلیدس کے ہندسے کتاب الطنت کتاب الجمع اور بطلموس کی منطق کی شرح لکھی ایک رسالہ روشنی کے انعکاس پر تحریر کیا طب کے متعلق ان کی کتب ناپید

ہیں کیمیا پر ۲۷ تصانیف لکھیں ان میں سے ۲۲ کتب محفوظ ہیں پانچ ضائع ہو چکی ہیں کل سو سے زیادہ کتب لکھیں۔ علم کیمیا آپ کا خاص موضوع تھا۔

"کتاب الماننہ والاشاعتہ" فن کیمیا پر آپ کے مضامین کا قسمتی مجموعہ ہے اس میں علم کیمیا کے متعلق تاریخی بحث کی گئی ہے اور یونانی علم کیمیا کو بیان کیا گیا ہے۔ "کتاب التعلیق" میں جابر نے اپنی تحقیقات کا نچوڑ پیش کیا ہے پھر اس طرح "کتاب الماننہ والا ربعہ والاربعون" میں علم کیمیا کے فلسفے کا کائناتی علوم سے تعلق واضح کیا گیا ہے۔ پھر "کتاب الاتحصنہ" میں عربی فلسفہ کیمیا کو بیان کیا ہے جو جابر کے بعد طبعیات کا حصہ تھا کتاب المعازین میں علم کیمیا اور علوم باطنی کی تشریح ہے اہل یورپ نے اس کا ترجمہ کب آف بیلنس کے نام سے کیا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اپنے عہد کا ایسا کیمیا دان تھا جس کا ثانی چھٹی صدی تک پیدا نہ ہو سکا۔ ابن ندیم نے اس کی کتابوں کی طویل فہرست درج کی ہے اس کی ایک اہم کتاب کتاب السموم ہے مگر کتاب البیان کتاب الحجر کتاب النور رسالہ الفهاح کتاب الجز یلہ۔ کتاب الرحمتہ بھی کم اہمیت کی نہیں اس کی تصانیف سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہیں۔

جابر بن حیان کا زمانہ وہ تھا جب کیمیا کا میدان بہت ہی تنگ محدود تھا اس علم کے تحت سستی دھاتوں کو سونے میں تبدیل کیا جا سکتا تھا۔ اور لوگ بری طرح سونا بنانے کے جنون میں مبتلا تھے طرح طرح کے تجربات کر کے سونا بنانے کی کوشش کرتے بے شمار لوگوں نے اپنی عمر اور دولت کا حصہ اس کوشش میں صرف کر دیا جابر بن حیان نے دھاتوں کے بارے یہ نظریہ پیش کیا کہ تمام دھاتوں کے بنیادی اجزا دو ہی ہیں جن کی مناسب ترتیب سے سونا وجود میں آتا ہے تمام دھات گندھک اور پارے سے بنتی ہیں جب دونوں دھاتیں خالص حالت میں کیمیائی طور پر ایک دوسرے سے ملیں تو سونا بنتا ہے لیکن جب وہ خالص حالت میں ملتی ہیں تو دیگر کثافتوں کی موجودگی میں اور مقدار کی کمی بیشی سے دوسری دھاتیں مثلاً چاندی تانبہ اور لوہا وغیرہ بنتی ہیں اس نے قدیم نظریہ عناصر اربعہ آگ ہوا پانی مٹی کو تسلیم کرتے ہوئے یہ مؤلف اختیار کیا کہ زمین میں سیاروں کے اثر کی بدولت مختلف قسم کی دھاتیں وجود میں آئی ہیں گو جابر بن حیان نے کبھی سونا بنانے میں کامیاب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا لیکن مشاہدات سے اندازہ ہوا ہے کہ وہ اس کوشش میں سرگرداں

ضرور رہا ہے کیونکہ جابر کے انتقال کے تقریباً ۲۰۰ سال بعد بغداد کی ایک گلی میں کھدائی کے دوران اس کی تجربہ گاہ برآمد ہوئی جس سے سونے کا ایک ٹکڑا کھرل اور دوسری کیمیائی اشیاء ہیں اور چند تصانیف بھی جن پر آج کے علم کیمیا کی بنیاد ہے جب جابر کی کیمیا پر کتابیں ترجمہ ہو کر یورپ پہنچی تو کیمیا دانوں میں ایک انقلاب آ گیا اور جابر بن حیان پر ایک نئے سرے سے تحقیقات کا آغاز ہو گیا۔

جابر نے بہت سے علوم میں شہرت پائی مگر کیمیا کے فن میں وہ خصوصیت سے مشہور ہوئے منطق اور فلسفہ میں بھی ان کی تصانیف بکثرت ہیں جن میں سے بیشتر ضائع ہو چکی ہیں بہت سی کتب کے ترجمے مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں یہ تراجم اہل یورپ کے لیے سرچشمہ کا کام دیتے رہے ہیں تاہم کیمیا کے اکثر اضافوں اور افسرادوں میں فضیلت و برتری کا سہرا جابر کے سر ہے جابر وہ پہلا شخص ہے جنہوں نے عمل تقطیر سے سلفیورک ایسڈ (گندھک کا تیزاب) تیار کیا اسی طرح نائٹرک ایسڈ (شورہ کا تیزاب) ہی تیار کیا کاسٹک کی دریافت ماء الذہب (سیال سونا) بنایا اور دوسرے کئی مرکبات ان سے منسوب ہوتے ہیں۔

جابر کی موت سیاسی بورشعری کی وجہ سے گمنامی میں ہوئی ما لغو ائکیمیا کے مصنف کے مطابق وہ ۹۵ سال تک زندہ رہا۔

ابوالقاسم زاہروی

اموی خاندان کے آٹھویں خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر نے قرطبہ (اندلس) کے مضافات میں مدینۃ الزہرا کے نام سے ایک شاہی شہر آباد کیا تھا جس میں صرف عمائدین سلطنت کی رہائش گاہیں تھیں خلیفہ ان کو ہر قسم کی سہولتیں مہیا کرتا تا کہ وہ سلطنت کے مختلف معاملات کا علم حاصل کر کے نت نئی ایجادات اور دریافتوں سے علم کے خزانے میں اضافہ کر سکیں۔ اس طرح یہ شہر علم و فن اور مسلمانوں کی شان و شوکت کا بڑا مرکز تھا علم و فن کے ایسے ہی مرکز میں دسویں صدی ہجری کے سب سے جراح ابوالقاسم زاہروی نے آنکھیں کھولیں۔ یہیں پرورش پائی جوان ہوا اور قرطبہ کے شاہی شفاخانے سے عملی تعلیم کا آغاز کیا۔

زہراوی کا اصل نام ابوالقاسم تھا مدینۃ الزہرا کی نسبت زہراوی کہلائے اس طرح

اس شاہی شفا خانے میں جو اپریشن کرتے اپنے فن سے اس فن میں نئی راہیں دریافت کرتے اور اپریشن کے لیے جو نئے آلات تیار کرواتے ان سب کو اپنے قلم کی گرفت میں لا کر ایک کتاب "التعریف لمن عجز عن التالیف" مرتب کی اس کے پہلے حصے میں علمی طور پر امراض کے اسباب اور علاج کی تفصیل ہے دوسرے حصے میں جراحت کا ذکر ہے۔

زہراوی نے جراحت کے ذیل میں جو کچھ لکھا طبی اپنا اس سے پہلے اس سے واقف نہ تھی جراحت پر یہ پہلی اور مفصل کتاب ہے نہایت سادہ اور سلیس زبان میں لکھی ہر مسئلہ بڑا واضح بیان کیا۔ یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں سر سے لے کر پیر تک داغنے کا طریقہ ہے دوسرے حصے میں عملی جراحت کے بارے ذکر ہے ان میں دانتوں آنکھوں حلق مثانہ بواسیر اور ختنہ زیر کے اپریشن کا تذکرہ ہے زہراوی نے اس کتاب کے ساتھ ساتھ جراحی میں استعمال ہونے والے بہت سے آلات ایجاد کیے جو آج تک جراحت میں مستعمل ہیں جن میں دانت نکالنے۔ پیشاب خارج کرنے کے آلات مختلف قسم کے نشتر قینچی آری زخموں کی سلائی کی سوئیاں اور سلائی وغیرہ شامل ہے۔

کتاب کے ایک الگ حصے میں پیدائش سے پہلے ماں کے پیٹ میں بچے کی مختلف حالتیں اور مستقل صورت میں وضع حمل کرانے اور بچہ کے رحم میں مر جانے کی صورت میں باہر نکالنے کے طریقے بھی تفصیل سے بتاتے گئے ہیں۔

زہراوی کی یہ عظیم کتاب صدیوں تک مغرب کی وینس آکسفورڈ بیل سونو اور انٹ پلیئر کی درس گاہوں میں شامل نصاب رہی اور متعدد زبانوں میں اس کے ترجمے ہوتے اور شرحیں لکھی گئیں اور آج بھی جراحت کی بنیاد زہراوی کے مندرجات پر ہے اور موجودہ انداز جراحت و طریقے بھی زہراوی کی کتاب کے چربے ہیں التعریف کا سب سے پہلا ترجمہ لاطینی زبان میں ۱۴۹۷ء میں شائع ہوا التعریف کی مقبولیت انیسوی صدی کے آخر تک مکمل قائم رہی ۱۸۸۱ء میں ایک فرانسیسی ڈاکٹر بی کارک نے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا اردو میں اس کا ترجمہ ممتاز طبی سکالر حکیم نثار احمد علوی علیگ کراچی نے کیا ہے۔

اسمٰعیل جرجانی

پورا نام اسمٰعیل بن حسن بن محمد بن محمود بن احمد الحسنی جرجانی ہے۔ کنیت ابو ابراہیم

اور لقب شرف الدین یا زین الدین تھا جرجان گیارھویں صدی کے وسط میں پیدا ہوا۔ طب میں تعلیم بو علی سینا کے شاگرد ابن ابی صادق سے حاصل کی جرجانی کی تصانیف عربی کی بجائے فارسی میں ہیں۔ تعلیم کی غرض سے عراق عجم بھی گیا خوارزم شاہی کے دربار میں بھی وابستہ رہا اور ایک ہزار دینار لیتے رہے جرجان کے بہاؤالدولہ کے ہسپتال کے انچارج بھی رہے جرجانی کی پانچ تصانیف ہیں جن میں ذخیرہ خوارزم شاہی اہم ہیں اگرچہ القانون کی ہم پلہ نہیں تاہم میدان طب میں ایک قابل قدر تصنیف کا درجہ رکھتی ہے۔

چونکہ بہاء الدولہ کے ہسپتال کا انچارج تھا اور یہ ہسپتال بڑا معروف تھا طالب علموں کی کثیر تعداد تھی اور مرضا بھی خاصے تھے اس لیے تصنیف و تالیف پر زیادہ توجہ دے سکا جرجانی کے زیادہ حالات نقالوں سے نہیں ملتے

عبداللطیف بغدادی

عبداللطیف بغدادی اپنے زمانے کے فاضل اور بے مثل طبیب تھے پورا نام موفق الدین ابو محمد عبداللطیف بن یوسف بن محمد بن علی بن ابی سعد "ابن العباد" کے نام سے معروف ہے۔ آباؤ اجداد موصل کے رہنے والے تھے خود بغداد میں ۵۵۷ھ میں پیدا ہوا۔ بچپن سے ذہین تھے اپنے وقت کے بہترین اساتذہ سے علمی و نقلی علوم پڑھنے کا موقع ملا۔ بلا کا حافظہ تھا جس چیز کو ایک بار پڑھ لیا ازبر ہو جاتی۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کے شیخ پھر کمال الدین عبدالرحمن الانباری سے ان کی ۱۴۰ تصانیف میں کثر خود پڑھیں اساتذہ میں شیخ وجیہہ الدین واسطی ابن فضلان ابن عبیدہ کرخی بھی ہیں طب میں ابن تلمیذ کے گرامی منزلت صاحب زادہ کا شاگرد ہے عبداللطیف نحو علم کلام، ادب، معانی، فقہ، تفسیر اور حدیث کا زبردست عالم تھا طلبہ درس کے لیے گھیر لیتے تھے موصل میں اس کا قیام مدرسہ ابن مہاجر میں رہا سلطان صلاح الدین ایوبی کی قدردانی علم و عالم کا سن کر دمشق کا رخ کیا جب دربار میں علمی ماحول دیکھا تو بہت متاثر ہوئے سلطان نے بھی قدردانی کی جامعہ دمشق میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے۔ کافی لوگ آپ سے مستفید ہوئے مصر میں جامعہ ازہر میں مسند درس پر متمکن ہوا وہاں سے بیت المقدس گیا اور جامعہ اقصیٰ میں کافی دیر درس دیا آخر میں حلب اور بلاد روم کا سفر کیا حلب میں اتابک شہاب الدین طغرل کی سرپرستی حاصل تھی معقول آمدن تھی وہاں

تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کیا اور علم طب کا درس بھی وہاں سے حج کرتا ہوا پھر بغداد پہنچا اور مرض الموت میں مبتلا ہو کر بروز اتوار ۱۲ محرم ۶۲۹ ھ کی راہی ملک عدم ہوا اور اپنے باپ کے پہلو میں دفن ہوا۔

عبداللطیف بکثرت کتابوں کا مصنف ہے جن کی تعداد تقریباً ۱۶۲ ہے جن میں ۶۰ طب پر ہیں ایک کے علاوہ باقی سب ناپید ہیں ایک کتاب سفر مصر کے حالات پر ہے جس کا نام کتاب الافادۃ الاعتبار ہے اس کے فرانسیسی لاطینی اور جرمنی میں ترجمے ہو چکے ہیں مصر کے سفر میں اسے تقریباً ۲۰ ہزار انسانی ڈھانچے دیکھنے کو ملے جن کے مشاہدہ ومعائنہ کے بعد وہ تشریحی اطلاعات فراہم کرنے کے قابل ہوا۔

عبداللطیف بغدادی نے جالینوس کی غلطی کی تصحیح کی اور بتایا کہ زیریں جبڑا ایک ہڈی نہیں بلکہ ایک سے زائد ہڈیاں سے مل کر بنتا ہے اور اس بات پر زور دیا کہ یونانیوں کی کتابیں پڑھ لینا کافی نہیں جسم انسانی کا غائر مطالعہ ضروری ہے۔

علاؤالدین قرشی

دنیائے عرب میں جالینوس ثانی کے نام سے شہرت حاصل کرنے والے علاؤ الدین ابوالحسن علی بن حزم القرشی المکی ہیں جن کو ابن نفیس بھی کہتے ہیں آپ کے دادا کا نام نفیس القرشی تھا علاؤالدین قرشی کے والد مکہ معظمہ میں مقیم تھے اور مکہ معظمہ میں ہی پیدا ہوئے۔ ان کے زیادہ حالات زندگی معلوم نہیں ہو سکے زندگی کا زیادہ حصہ شام کے مشہور شہر دمشق میں گذارا ایک طبیب کی حیثیت سے دمشق میں ہی نہیں بلکہ عالم عرب کے علاوہ عجم میں بھی شہرت ملی انہیں اپنے وقت میں حکمت میں بے مثال مہارت تھی ان کی عمیق نگاہوں نے جو اصول واقوال بنائے وہ تحقیق طب میں اہم ثابت ہوئے۔

علاؤ الدین قرشی نے پھیپھڑوں میں دوران خون کی کیفیت صحیح طور پر بیان کی ہے کہ سرخ وشوخ خون جسم کی پرورش کے لیے قلب سے شریانوں کے ذریعے پہنچتا ہے۔ اور وریدوں کے ذریعے قلب تک پہنچتا ہے اور اس دوران خون کا بہت گہرا تعلق دوران خون سے بھی ہے۔ قلب سے خون صفائی کے لیے پھیپھڑوں میں جاتا اور پھر قلب میں واپس آکر تمام جسم میں پرورش کے لیے چلا جاتا ہے۔ جب کہ دوران خون کے بارے زمانہ قدیم

سے ہی اطباء میں یہ نظریہ قائم تھا کہ جسم کی پرورش کرنے والا خون وریدوں میں پایا جاتا ہے اور واپس خون شریانوں کے ذریعے قلب تک پہنچتا ہے۔ علاؤالدین قرشی کی تحقیق کے تین سو سال بعد ولیم ہاردے نے اس کی تصدیق کر کے اس کے نظریات کو مسلم قرار دیا اور اسے اپنے نام سے متعارف کرایا جب کہ ان کا اصل محقق ابن نفیس تھا۔ جو مغرب میں انامن کے نام سے معروف ہے۔

ابن نفیس قرشی نے یہ بات بھی سب سے پہلے کہی کہ جسم میں وارث غذا سے پیدا ہوتی ہے۔

ان کی زیادہ شہرت ان کی شہرہ آفاق تصنیف موجز القانون کے سبب ہوئی جس کی مشہور شرحیں نفیسی، سدیدی، انسراقی کے ناموں سے موجود ہیں۔ موجز القانون کی طرح اس کی شرح کو بلند مقام حاصل ہوا ان میں اکثر کے اردو تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

موجز القانون چار نسخوں پر مشتمل ہے پہلے فن میں اصول عملی و علمی دوسرے میں ادویہ مفردہ و مرکبہ اور اغذیہ مفردہ و مرکبہ تیسرے میں امراض مخصوصہ اور چوتھے میں معالجات شامل ہیں۔

موجز القانون کے علاوہ اس عظیم طبیب نے فصول بقراط کی دو شرحیں بھی لکھیں ہیں فصول بقراط کی شرح صغیر میں قول بقراط کے ساتھ ساتھ اپنے بھی خیالات کا اظہار کیا ہے اور شرح کبیر میں قول بقراط خیالات جالینوس و دیگر معروف اطبار کے خیالات اور پھر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ قانون شیخ کی شرح اور ایک خلاصہ القانچہ کے نام سے تحریر کیا قانون شیخ کی شرح شائع نہیں ہوئی بلکہ قلمی مخطوطات میں موجود ہے۔ علاؤالدین قرشی کی ایک تصنیف کتاب الشامل فی الطب ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی تین صد جلدیں تھیں۔ جن میں اسی مکمل ہوگئیں تھیں باقی دو سو بیس جن کو تحریر کرنا شروع کیا جا چکا تھا مکمل نہ ہو سکیں۔

تصنیف و تالیف کے علاوہ معالجات کے میدان میں بھی اہم مقام تھا درس و تدریس میں بھی بڑی شہرت پائی۔

یہ عظیم طبیب و مصنف ۶۸۷ھ ۱۲۸۸ء میں دار فانی سے کوچ کر گیا (سن وفات پر مورخین میں اختلاف ہے)

برہان الدین نفیس

علامہ برہان الدین نفیس دنیا طب کی باکمال شخصیت ہیں انہوں نے میدان طب میں شاندار خدمات سرانجام دئیں اور عملی طور پر قابل تحسین پیش رفت کی۔ انہیں عرف عام میں ملا نفیس بھی کہا جاتا ہے۔

برہان الدین نفیس بن عوض بن جمال الدین حکیم المطبیب الکرمانی پندرہویں صدی ہجری کے ایرانی اطباء میں ہیں۔ شارح کی حیثیت سے ان کو جو شہرت حاصل ہوتی وہ کم لوگوں کو نصیب ہی آتی ہے ان کی اہم خدمت علاؤالدین قرشی کی موجز القانون اور طبیب الدین سمرقندی کی کتاب الاسباب والعلامات کی شرحیں ہیں ان کی شرح سب سے عمدہ اور منفرد ہے ان کا طرز استدلال فلسفہ قدیم کے اصول کے مطابق لاجواب ہے ان دونوں کتابوں کو اہم اور اپنے موضوع پر پیش لیا سمجھا جاتا ہے۔

شرح اسباب کی تکمیل سے وہ سمرقند میں آخر صفر ۸۲۷ھ/۱۴۲۴ء میں فارغ ہوا اور اسے مرزا الغ بیگ بن شاہ رخ کی خدمت میں پیش کیا موجز کے شروح میں شرح نفیس نے مستقل کتاب کی حیثیت حاصل کی یہ شرح کرمان میں شروع کی گئی تھی سمرقند میں ۸۴۱ھ مکمل ہوئی یہ مرزا الغ بیگ کے نام ممنون ہے اس کی تکمیل کے بعد علامہ برہان الدین نفیس سمرقندی میں ۸۴۲ھ/ ۱۴۳۹ء میں راہی ملک عدم ہوا بعض لوگوں کے سال وفات ۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء بتایا ہے اس کی اور کتاب شرح الاسراض الجزئیۃ سن کتاب مغفول البقراط کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کثیر المقدار مخطوطات میں علم الادویہ اور معالجات نفیس کا مخطوطات بھی ہیں یہ ان کے شاگرد کے ہاتھ کا لکھا ہے۔ ان کی کتاب کلیات نفیسی کو آج بھی طبی اطباء میں اہم مقام حاصل ہے بلکہ طب کی بنیادی کتب میں ہے۔ ملا نفیس کے زیادہ حالات نہیں ملتے۔

محمود آملی

شمس الدین محمد بن محمود آملی شیرازی سلطان خدابندہ (۱۳۱۶-۱۳۰۴ء) کے عہد کا معروف شیعی عالم فاضل طبیب اور فن مناظرہ کا ماہر تھا محمود آملی کے اپنے زمانے کے معروف سنی عالم قاضی عضد الدین ایجی سے مذہبی مناظرے کرتے رہے۔

محمود آملی کو فن طب میں اہم مقام حاصل تھا انہوں نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی خاصہ فرسائی کی اور اور زین مصری کے دو سال بعد ۱۳۵۲ء میں کلیات قانون کی شرح کی جس میں ذاتی مطالعہ و تحقیق سے مالی اضافہ کیا محمود آملی نے شرح کی تکمیل کے فوراً بعد ۱۳۵۲ء میں داعی اجل کو لبیک کیا شرح کلیات و شرح تشریح القانون کے علاوہ نفائس الفنون فی عرائس العیون (فارسی) بھی اس کی ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب ہے۔

محمود آملی کے زیادہ حالات دستیاب نہیں ہو سکتے۔

حکیم علی حسین گیلانی

حکیم علی حسین گیلانی گیلان کا رہنے والا تھا ۹۶۲ھ/۱۵۵۴ء میں پیدا ہوا اپنے ماموں فتح اللہ شیرازی اور علوم نقلی کی تعلیم شیخ عبد النبی گنگوہی سے حاصل کی فن طب اور ریاضی میں ایک باکمال شخصیت تھا نہایت کسمپرسی کے عالم میں ہندوستان آیا۔ یہاں اسے قرب شاہی مل گیا۔ اور اس طرح کافی مال و دولت بھی حاصل ہو گیا دربار میں اس کی بہت عزت ہو گئی۔ دربار اکبری میں سب سے زیادہ عزت و توقیر اس کو ملی دربار میں اسے شاہی طبیب رکھتے وقت اس کا امتحان لیا گیا۔ جس میں حکیم علی حسین گیلانی پورا اترا۔ ۱۵۹۶ء میں اکبر نے اسے ہفت صدی منصب اور جالینوس کا خطاب عطا کیا تھا۔

اکبر کے علاج کے متعدد واقعات تاریخوں میں [illegible] ہیں اکبر کے مرض الموت میں بھی حکیم علی گیلانی معالج تھا۔

حکیم علی حسین گیلانی کی معروف تصنیف شرح قانون ہے جو اس نے عربی میں تحریر کی اس کتاب نے طب کی اہم اور مستند کتابوں میں حیثیت حاصل کر لی۔

حکیم علی حسین گیلانی کا حوض:

حکیم علی گیلانی نے لاہور میں ایک عجیب حوض تعمیر کرایا۔ یہ طول و عرض میں ۲۰ × ۲۰ اور گہرائی میں ۔ فٹ تھا درمیان میں سنگین حجرہ اور چھت پر مینار۔ حجرے کے چاروں طرف پل حجرے کے دروازے کھلے ہوئے تھے مگر کمال یہ تھا کہ پانی اندر نہ جا سکتا تھا۔ اکبر ایسی عجیب و غریب قسم کی اشیاء میں دلچسپی رکھتا تھا وہ دیکھنے گیا اس کو بتایا گیا کہ آدمی اس میں

داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ دم گھٹنے لگتا ہے۔ اور آدمی گھبرا کر نکل آتا ہے۔ اکبر کپڑے اتار کر حوض میں اتر گیا اور غوطہ لگا کر حوض میں داخل ہو گیا حجرے کو کافی آراستہ کیا گیا تھا بیٹھنے لیٹنے کی جگہ تھی اس حجرے کی خاص بات یہ تھی کہ ہوا کے ساتھ پانی داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ جب اکبر کو اندر گئے ہوئے چند منٹ ہوئے تو باہر لوگوں کو تشویش ہوتی چند منٹوں کے بعد اکبر نے سر باہر نکالا تو لوگ ششدر رہ گئے۔

حکیم علی گیلانی نے ایسا ہی حوض آگرہ میں بنایا تھا جسے دیکھنے کے لیے جانگیر اپنے مصاحبین کے ہمراہ اس کے گھر گیا تھا۔

بعض لوگوں نے اکبر کی موت کو حکیم علی گیلانی کا غلط علاج قرار دیتے ہیں مگر یہ کہاوتیں انگریز مورخین کی خانہ زسائی معلوم ہوتی ہیں حکیم علی گیلانی نے ۵ محرم ۱۰۱۸ھ کو انتقال کیا۔ علی حسین گیلانی نے شرح قانون میں صاف طور پر لکھا ہے کہ خون ہمہ وقت سارے بدن میں گردش کرتا رہتا ہے۔

ابن زہر

ابن زہر ایک منفرد مقام رکھنے والا طبیب تھا تشخیص امراض اور معالجے کے سلسلے میں اس کی بعض ایجادات ایسی ہیں جو عصر حاضر کے لیے شمع راہ ثابت ہوتی اس کی تحقیقات عالیہ نے طب جدید کی بہت کچھ دیا ہے۔ اس کی اہم اور نادر تحقیق جس پر جدید معالجے کی بنیاد ہے۔ اور جس پر طب کو فخر ہے وہ حلق یا شرح کے ذریعے مصنوعی غذا کو جسم انسانی میں داخل کرنے کا تصور ہے۔ جدید طرز علاج میں ڈرپ کو ہم بہ آسانی ابن زہر کا ثمرہ کارکردگی کہتے ہیں۔ آج اسی کی وجہ سے مریضوں کے تغذیہ اور ان کے جسم میں دوا داخل کرنے کا عمل نہ صرف آسان ہو چکا ہے بلکہ معجزانہ تاثیر کا حامل سمجھا جاتا ہے لیکن اپنے تاریخی ورثہ سے لاعلمی کے باعث ہم اسے طب جدید کا ثمر خیال کرتے ہیں۔

مورخین اس مایہ ناز طبیب کے سال ولادت کے بارے مختلف آراء رکھتے ہیں بعض نے اپنے اندازے کے مطابق ۴۶۴ھ اور ۴۸۷ھ کے درمیان ولادت لکھا ہے ابن زہر کا تعلق ایک علمی طبی خانوادے سے تھا اس کی نسل ہائے مابعد میں چھ مشاہیر روزگار اطباء پیدا ہوتے ابن زہر اپنے جد محترم اور اپنے والد محترم کے بعد بہتر طبیب تھا اس کا بیٹا

بھی ابن زہر کے نام سے معروف عالم ہوا وہ بھی ایک اعلیٰ طبیب تھا ابن زہر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ قدیم عرب علماء اور اکابر کے علی الرغم اپنی زندگی میں صرف اور صرف طب کو مشغلہ بنایا اور ازال تا آخر صرف طب کو اپنی فکر و نظر کا موضوع بنایا اندلس میں آپ کی طبی شہرت کا عالم یہ تھا کہ آپ کو طبیب اعظم کہتے تھے یہ آپ شاہی طبیب اپنے اندلس کا خلیفہ عبدالمومن آپ کا نہایت معتقد تھا اس نے شاہی طبیب سے ترقی دے کر وزیر بنا دیا۔ ابن زہر معروف عالم فلسفی حکیم ابن رشد کے استاد تھے ابن زہر کی کتاب "التیسیر فی المداواۃ التدبیر" کا شمار طب کی بنیادی کتابوں میں ہوتا ہے۔ اس کا لاطینی زبان میں بھی ترجمہ ہوا ہے جو اٹلی میں شائع ہوا۔

عرب اسلامی تمدن سے دنیا کو عموماً اور اندلس کو خصوصاً جو عظیم علمی اور ثقافتی تحائف اور عطیے ملے ہیں بلاشبہ ابن زہر ان میں منفرد اور ممتاز عطیہ ہے ابن زہر کے باپ دادا کی طرح اس کی بعد کی دو نسلوں میں بھی مزید طبی شخصیتیں پیدا ہوئیں ان میں اولین شخصیت بنت عبدالمالک کی تھی جس کی کنیت ام عمرو تھی دوسری خود اسکی نواسی تھی اس طرح اس کے خاندان میں اطباء کی تعداد آٹھ پہنچ جاتی ہے یہ سارے کے سارے اندلس کے شاہی طبیب تھے اور ان میں سے اکثر منصب وزارت تک پہنچے انگریزی کتابوں ابن زہر کی جگہ ایون زدر۔ (A-uen Zon) اور بعض جگہ ایو میرون (Aza meron) استعمال کیا گیا ہے۔ ابن زہر کا انتقال ۵۵۷ھ (۱۱۶۱ء) میں انتقال ہوا اور اپنے وطن اشبیلیہ کی سرزمین میں دفن کیا گیا۔ اپنی شاہکار تحقیقات طبی کی وجہ سے ہم بجا طور پر بعض امراض کے تصور اور معالجہ میں ابن زہر کو طب جدید کی سائنسی فکر کا راہنما بھی کہہ سکتے ہیں۔

ابن الہیثم

اس کا پورا نام ابو علی الحسن ابن الحسن ابن الہیثم تھا ابو علی کنیت حسن نام باپ کا نام بھی حسن اور دادا کا نام ہیثم تھا۔

ابن الہیثم ۳۵۵ھ بمطابق ۹۶۵ء بصرہ میں پیدا ہوا ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی ان دونوں دنیا اسلام کا اہم علمی مرکز بغداد تھا وہاں اس نے کئی بار سفر کیا علماء اور سائنسدان

سے علمی موضوعات پر مذاکرے کیے پھر قاہرہ چلا گیا۔ جہاں فاطمی خلیفہ الحاکم کی حکومت تھی جو خود بھی بڑا جید عالم تھا اور علماء کا قدردان تھا اس نے اسے بڑی عزت بخشی اور اپنے پاس رکھ لیا انہی ایام میں دریائے نیل کی سالانہ طغیانی سے آس پاس کے علاقے میں سخت جانی و مالی نقصان ہوا پھر مصر کی زراعت کا انحصار بھی دریائے نیل پر تھا جب نیل میں پانی کم ہو جاتا تو خشک سالی تباہی مچا دی برسات میں شدید طغیانی آتی جو سب کچھ بہا لے جاتی خلیفہ نے اس مسئلے کے حل کے لیے ابن الہیثم کو منصوبہ بناتے کو کہا ابن الہیثم نے ایک منصوبہ حاکم کو پیش کیا کہ دریا پر بند بنا دیا جاتے حاکم کو یہ تجویز پسند آئی اور اس نے سارا کام اس کے سپرد کر دیا ابن الہیثم نے جب دوبارہ دریا کا جائزہ لیا تو محسوس کیا کہ محدود وسائل کی وجہ سے دریا پر اتنا بڑا بند ممکن نہیں ہے۔ ابن الہیثم نے حاکم کے غیض و غضب کی پروا کیے بغیر صحیح صورت حال واضح کر دی اس طرح وہ خلیفہ کی نگاہ میں معتوب ہو گیا۔

ابن الہیثم کو جب خلیفہ کی روش بدلی ہوئی نظر آئی تو وہ عتاب حاکم سے بچنے کے لیے پاگل بن گیا خلیفہ کو جب ابن الہیثم کے پاگل ہونے کا یقین ہو گیا تو اس نے اس تمام کتب خانہ و سرمایہ ضبط کرنے کا حکم دے دیا اور اسے پاگل خانے میں بند کر دیا جب تک خلیفہ زندہ رہا اس نے اپنے آپ کو پاگل رکھا خلیفہ کے ملک عدم سدھارتے ہی یہ دیوانہ فرزانہ بن گیا۔ جب جب نئے خلیفہ طاہر ابن علیہ کو معلوم ہوا اس نے انہیں رہا کر دیا اور اور ضبط شدہ اثاثہ بحال کر دیا تاہم ابن الہیثم کے منصوبے مصر نے ایک ہزار سال بعد مشہور ایوان بند بنا کر پورا کر دیا۔ فرض پاگل پن کا یہ زمانہ ابن الہیثم کے لیے پریشان کن اور تکلیف دہ ضرور تھا مگر وہ اس مرحلہ میں پوری یکسوئی سے تصنیف و تالیف کا کام کرتا رہا ریاضیت و طبعیات پر بہت سے رسالے نقل کرنے کے مسودہ کئی کتابیں لکھیں علم طب پر بھی کتابیں لکھیں پاگل خانے سے باہر آتے ہی اس نے علم و دانش کے یہ ذخیرے علمی دنیا کے سامنے پیش کر دیے اور جامعہ الذہر میں علمی تحقیقی کاموں میں مصروف ہو گیا اور مسلسل ۲۲ سال تک کام کیا اس کی وجہ ہے اس کی سب سے اہم تصنیف "کتاب المناظر" ہے جو علم بصریات پر سب سے پہلی جامع کتاب ہے اصل عربی کتاب تو گم ہو چکی ہے البتہ اس کا لاطینی ترجمہ موجود ہے اس کتاب میں اس عظیم سائنسدان نے اقلیدس اور بطلیموس کے اس نظریے کی تردید کی ہے کہ نگاہ آنکھ سے نکل کر مختلف چیزوں پر پڑتی اور انہیں دیکھتی

ہے۔ ابن الہیثم نے نظریہ پیش کیا کہ نگاہ نکل دوسری چیزوں پر نہیں پڑتی بلکہ خارجی اشیاء کا عکس آنکھ کی پتلی پر پڑتا ہے۔ جسے دماغ کا ایک عکس محسوس کرتا ہے اس کے نظریے کو اس وقت کم تسلیم کیا گیا مگر البیرونی اور بو علی سینا نے پوری طرح تسلیم کیا اس نے روشنی کی ماہیت بیان کی ہے اور اس نے روشنی کو توانائی قرار دیا ہے اتنی سائنسی ترقی کے باوجود سائنس نے ان کے نظریات کی تردید نہیں کی ابن الہیثم نے منور اور غیر منور اجسام کا فرق بیان کیا ہے اول الذکر اجسام وہ ہیں جن کی نور کی کرنیں پھیلتی ہیں مثلاً سورج ستارے اور چراغ آج بھی روشنی کی حقیقت انہی مثالوں سے واضح کی جاتی ہے کتاب المناظر کا اہم باب وہ ہے جس میں آنکھ کے عمل بناوٹ کی تشریح کی گئی ہے ابن الہیثم نے بتایا ہے کہ آنکھ کا بیرونی حصہ جسے صلبیہ کہتے ہیں ایک بیرونی پردے پر مشتمل ہے اس پردے کے سامنے کا حصہ شفاف ہوتا ہے اسے قرنیہ کہتے ہیں روشنی کی شعاعیں اسی حصے سے داخل ہوتی ہیں۔ صلبیہ کے اندر مشیمیہ نامی جھلی چڑھی ہوتی ہے۔ اس کے سامنے عنبیہ ہوتا ہے جو ضرورت کے مطابق پھیلتا اور سکڑتا ہے آنکھ کا عدسہ عنبیہ کے پیچھے ہوتا ہے عدسے کی سیدھ میں آنکھ کی پچھلی طرف تیرا پردہ ہوتا ہے جس پر عکس بنتا ہے جو شبکیہ کہلاتا ہے اسی کے ساتھ عصب بصارت ملحق ہوتی ہے۔ جو شبکیہ کو ہمارے دماغ سے مربوط کہلاتی ہے۔ ابن الہیثم نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آنکھ سے نکلنے والی کرنوں کا کوئی وجود نہیں بلکہ روشنی جیسا کسی جسم پر پڑتی ہے تو اس کی کچھ شعاعیں اس جسم کی مختلف سطحوں سے پلٹ کر فضا میں پھیل جاتی ہیں ان میں سے بعض شعاعیں دیکھنے کی آنکھ میں داخل ہو جاتی ہے جس کے سبب وہ شے نظر آتی ہے ابن الہیثم نے منظر شفق پر بھی کتاب لکھی جس کا لاطینی ترجمہ دستیاب ہے اس عظیم سائنسدان نے فلسفہ ہندسہ ہیئت میکانیات پر کوئی دو سو کتابیں تصنیف کی ہیں اس کی کتاب ایک اور مشہور کتاب میزان الحکمت ہے جس نے اس نے حرکت کے اصول لکھے ہیں۔

اس کے نظریات کی بنیاد سائنس پر تھی لہذا طبیعت جس طرف چل پڑی وہ چل پڑا اس نے تقلید کبھی گوارا نہ کی بلکہ تجربات و مشاہدات کی بنیاد بنایا اور تمام طبعی علوم میں کمال حاصل کیا۔ وہ قرآن وسطیٰ میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا اس معروف عالم سائنسدان کا انتقال ۱۰۴۳ء میں ہوا۔

کمال الدین ایرانی

کمال الدین ایرانی کا شمار علم طب کی عظیم المرتبت شخصیات میں ہوتا ہے بڑا فاضل طبیب تھا۔ ان کے والد حکیم احمد اور دادا حکیم کمال حسین ہیں بلند پایہ طبیب تھے ان کے آباء و اجداد شاہان ایران کے دربار سے وابستہ رہے اس خاندان نے بڑے بڑے فاضل اور باکمال طبیب پیدا کیے ان کے والد حکیم احمد عرصہ دراز تک والی گیلانی کے طبیب خاص رہے۔ ترتیب علمی و عملی میدان طب میں شیراز سے حاصل کی اور ترقی کی امید پر ہندوستان آ گیا۔ یہاں آ کر اپنی خدانت اور فنی صلاحیت کی بنا پر جلد ہی خان خاناں کی سرکار کے اطباء میں شامل ہو گیا اور خان خاناں نے اس کی ماہوار تنخواہ اور جاگیر مقرر کر دی خان خاناں کمال الدین ایرانی پر کافی انحصار کرتا تھا ماثر رحیمی کے منصف نے بھی کمال الدین ایرانی کا تذکرہ کیا ہے۔ حکیم کمال الدین ایرانی کے زیادہ حالات نہیں ملتے۔

فخر الدین رازی

ابو عبداللہ محمد فخر الدین رازی المعروف بہ ابن خطیب امری رمضان ۲۵ ۵۴۴ھ/۱۱۴۹ء میں رتے میں پیدا ہوئے ان کے والد ضیا الدین عمر بھی ممتاز عالم اور خطیب تھے۔ اپنے والد اور مجد الدین جیلی سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے مراغہ کا رخ کیا وہاں علماء سے تکمیل کی اور فلسفہ و حکمت میں ان کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی وسط ایشیاء کے مختلف شہروں میں گئے ہر جگہ ان کے درس کا شہرہ ہوا اور بڑے بڑے علماء ان کی مجالس سے مستفید ہوتے اس دوران تصنیف و تالیف کا کام بھی شروع کر دیا۔ بیشتر وقت قیام رتے میں رہا دوران سیاحت جب ہرات پہنچے۔ تو شاندار استقبال ہوا سلطان خوارزم ان کا بے حد احترام کرتے خود سلطان حسین حاکم ہرات ہیں استقبال کے لیے آیا اور شاہی مہمان بنایا مسجد میں وعظ کا اہتمام کیا جس میں سلطان جن کے علاوہ سلطان شہاب الدین غوری کے بھانجے سلطان محمود بھی شرکت باعث سعادت سمجھتے۔ ان کی شاندار اور وسیع مجلس درس میں شاگردوں کی نشست علمی مرتبہ کے لحاظ سے ہوتی تھی مثلاً قطب الدین مصری، شہاب الدین نیشاپوری زین الدین کشی اور دوسرے ممتاز شاگرد قریب تھے۔ علمی سوالات کا جواب پہلے شاگرد

رہتے اگر جواب میں تشنگی رہ جاتی یا مسئلہ حل نہ ہوتا تو امام رازی خود وضاحت کرتے تھے ان کی تقریر، فصاحت ابلاغت اور تبحر علم سے حاضرین حیرت زہرہ رہ جاتے۔ دینی علوم اور فلسفہ حکمت کے ساتھ ساتھ امام رازی کو فن طب پر خاص دسترس تھی سفر اور سیاحت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا بیماری میں خوارزم گئے جس سے ان کی صحت پر ناخوشگوار اثر ہوا اور دوران سفر ہرات کے نزدیک بمقام عقابیلہ یکم شوال ۶۰۶ ھ/ ۱۲۰۹ ء کو یہ بطل جلیل راہی ملک عدم ہوا انتقال سے قبل ایک شاگرد ابراہیم بن ابی بکر بن علی سے وصیت نامہ لکھوایا جس میں اپنے عقائد کی وضاحت کی۔

امام فخر الدین رازی کی تصانیف کی تعداد ۶۷ بتائی جاتی ہے ان کی طبی تصانیف میں کتاب جامع الکبیر (نا تمام) کتاب التشریح (نا تمام) کتاب النبض، کتاب الاشربہ، کتاب الزبدۃ اور شرح کلیات قانون (نا تمام) ہیں۔

امام رازی کے علمی شرف و مجد کا یہ عالم تھا کہ ان کی سواری کے پیچھے تین سو جید عالم رہتے۔ تقریر، فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ کو نہ ہوتی لوگ دور دور سے سننے آتے۔ مجمع پر سکوت طاری کر رہتے۔ شاعری میں بھی اعلیٰ درجہ کا ذوق پایا معاصرین اور بعد میں آنے والے علماء ہونے بھی آپ کی علمیت و قابلیت کا بھرپور اعتراف کیا ہے۔

نجیب الدین ثمرقندی:

نجیب الدین نام ابو حامد کنیت تھا۔ نجیب الدین محمد بن علی بن عمر ثمرقندی ایک ہی فاضل و ماہر طبیب تھا۔ امام فخر الدین رازی کا ہم عصر تھا۔ اس نے کئی ایک علمی مرتبہ کی کتب تصانیف کیں جن میں کتاب الاغذائیہ المرتضیٰ ایک بہت اہم کتاب ہے۔ اور اس میں ہر قسم میں ایک ایک مرض کے بیمار کی ضروری غذاؤں کا ہی بیان بھی کیا گیا ہے۔

کتاب اسباب وعلامات:

یہ کتاب اس نے خود اپنے لیے جمع اور مرتب کی تھی اس کی بنیاد شیخ الرئیس بوعلی سینا کی معروف کتاب القانون کے علاوہ معالجات البقراطیہ اور کامل الصناعت سے

نقل کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس کتب میں کتاب قرابا ابن کبیر اور کتاب قرابا ابن صغیر شامل ہیں۔

جب تاتاری حملہ آوروں نے شہر ہرات کو فتح کر کے قتل عام شروع کر دیا تھا تو یہ بھی ان سب لوگوں کے ساتھ اپنی وحشی غارت گروں کے ہاتھوں سے قتل ہوا تھا۔

باب ششم

برِّ صغیر میں طب

طب یونانی سے چلی لیکن اسے عروج مسلمانوں کے عہد میں ہوا اور دورِ اسلامی کے عروج میں یہ خوب پھلی پھولی بغداد جیسے مدینۃ الحکمت کہا جاتا ہے۔ میں پروان چڑھی مسلمانوں کے زوال کے ساتھ ساتھ ان کے علوم وفنون بھی رو بہ زوال ہو گئے اور طب کا مرکز ایران بن گیا۔ جہاں اس وقت کے مایہ ناز اطباء نے اسے زندہ رکھا اس وقت ایران سلاطین صفویہ کی حکمرانی میں تھا یہاں پران اطباء نے طب کی ترویج واحیاء کے لئے باقاعدہ طبی ادارے بنا رکھے تھے جن میں اطباء بنتے اس دور میں ایران اور ہندوستان کے تعلقات بہت مستحکم اور قریبی تھے اور برصغیر میں جلال الدین اکبر شہنشاہ تھے ان اطباء کے ذریعے طب برصغیر میں آئی پھر اس کو یہاں کی آب وہوا اس طرح راس آئی کہ یہی کی ہو کر رہ گئی تاہم یہاں طب ان اطباء ایران کی تعلیم سے پہنچی اور یہاں بھی طبی تعلیم کی باقاعدہ درس گاہیں قائم ہو گئیں۔ برصغیر میں آیورویدک کو رواج تھا اور مادھوا چاریہ شارنگ دھر کی کتب آیورویدک مقبول تھیں بوعلی سینا اور ذکریا رازی نے بھی آیورویدک سے استفادہ کیا اور مسلمان اطباء نے اطریفلات وسموم معدنیات اور کشتہ جات کو آیورویدک سے اخذ کیا اس طرح یہ طب یونانی اور آیورویدک کے حسین امتزاج کے بعد سامنے آئی۔ برصغیر کے اطباء نے ان دونوں کو ملا کر اس فن کو خوب ترقی دی۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے بعنوان طب اسلامی لکھا ہے کہ وہ طب کا ہیولی دمشق میں تیار ہوا تھا جس میں شباب کی قوت شیراز سے پہنچ کر آئی تھی اس نے دہلی آکر مرحلہ اربعین کی منزل طے کی اور اس کی جوانی اپنے کمال عروج کو پہنچی اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ ہندوستان کے بادشاہوں کی قدردانی نے اپنے انعامات سے اور ہندوستان کی سرزمین نے اپنے نباتات کی فراوانی اور دواؤں کی بہتات سے اس کے دور فانون کو بھر دیا اور ہمارے بچوں نے پرانے ہندوستان کے مجربات سے فائدہ اٹھانے سے جا شرم نہیں کی۔"

آخری زمانے میں حکیم محمد شریف خان کی خدمات قابل ذکر ہیں اس طرح اس فن سے نئے

امراض اور نئی ادویہ دریافت کیں طب کے اصولوں کو ازسرِ منظم کیا۔ نئے طریق اور ضروریات کے مطابق اور یہ ترتیب دیں حفظ صحت کا علم اختراع کیا اس طرح دہلی کے خاندان شریفی کے مرکبات دہلی آج تک برصغیر میں رائج ہیں یہ تمام مرکبات برصغیر کے اطباء کی ایجادات ہیں ان میں بعض مرکب دوائیں زمانہ قدیم سے مسلمان اطباء کے نام سے منسوب ہیں مثلاً خمیرہ ابریشم حکیم ارشد والا، معجون حمل عنبری علوی یمانی، معجون سیر علوی خاں، معجون انطاقی معجون مفرح شیخ الرئیس، وغیرہ ان ادویہ سے ان کے ناموں کی نسبت یہ بات واضح ہے کہ یہ مرکبات انہی کے تیار کردہ ہیں۔

سید سلیمان ندوی طب اسلامی میں تحریر کرتے ہیں :۔

اکبر کے زمانے میں حکیم الملک گیلانی حکیم سیف الملوک حکیم زنبیل شیرازی حکیم حسین الملک حکیم ابوالفتح گیلانی حکیم احسن گیلانی حکیم ہمدم تبریزی حکیم لطف اللہ گیلانی حکیم فتح اللہ گیلانی جہانگیر کے عہد میں حکیم مسیح الزماں کاشی حکیم الملک ابوالقاسم حکیم گیلانی، حکیم سومنائے شیرازی حکیم روح اللہ بھروچی حکیم حمید گجراتی حکیم تقی گیلانی شاہ جہاں کے عہد میں حکیم علم الدین حکیم صدائے شیرازی حکیم رکن کاشی حکیم محمد داؤد مقرب خان جراح اور اخیر زمانہ مغلیہ میں حکیم معقوی خان دہلی میں حکیم یعقوب خان نے لکھنؤ میں اس فن کو چار چاند لگائے۔ اکبر کا عہد میں مسلمانوں کے دوش بدوش میں ابو بھیم، ناتھو نارائن، اور شیلوجی منید مہ بجیب وید معروف ہوئے عالمگیر کے عہد میں حکیم سکراج محمد شاہی دور میں حکیم کھچی نارائن گتجاری نے ناموری حاصل کی پٹنہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں منشی رام پرشاد نے معیار الامراض نامی کتاب لکھی جس میں تمام امراض کے قوانین درج تھے اس زمانے میں حکیم رائے منولال فلسفی المتوفی ۱۲۴۸ھ نے مفردات طب نامی کتاب لکھی۔ اس طرح مسلمان مجوسیوں نے جہاں ہندوستان سے بہت کچھ سیکھا اس کو بہت کچھ دیا بھی، طبی کتابوں میں ویدک نسخے ملتے ہیں اس طرح ویدوں اور مجوسیوں نے ایک دوسرے کی خدمات سے فائدہ۔

برطانوی عہد اور حکیم اجمل خاں

جب برصغیر انگریزوں کے تسلط آگیا تو انہوں نے مسلمانوں کے ختم کرنے کے لئے ان کے علوم وفنون کو بھی ختم کرنے کی سعی شروع کر دی گویا اس طرح مسلمانوں کے زوال

کے ساتھ ان کے علوم وفنون بھی روبہ زوال ہو گئے انگریز یہ سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے ان کے علوم وفنون کو بھی ختم کرنا ضروری ہے۔ اس طرح اس نے طب کو بھی ختم کرکے طب مغربی (ایلوپیتھی) کو رائج کرنے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ۱۸۸۲ء میں طب کی جگہ طب مغربی (ایلوپیتھی) کو سرکاری سرپرستی سے محروم کر دیا گیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی بھی فن حکومتوں کی سرپرستی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا لیکن طب اپنی سائنسی اہمیت اور عوام میں مروج ہونے کی وجہ سے نہ صرف زندہ رہی بلکہ مقبول طریق علاج کی حیثیت رکھتی تھی چنانچہ ۱۹۱۵ء میں برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن نے ایک مسودہ ایکٹ منظور کرکے حکومت کو بھیجا کہ طب پر مکمل پابندی لگا دی جائے اس مسودہ میں طب کو وحشیانہ طریق علاج قرار دیا گیا یہ برصغیر میں طب پر ایک مشکل دور تھا کیونکہ فرنگی حکومت طب و اطباء کو ختم کرنے پر تلی ہوئی تھی لیکن اطباء کو اسی مشکل وقت کا احساس نہ تھا ان کا خیال تھا کہ علاج معالجہ پر پابندی کس طرح ہو سکتی ہے پھر یہ ان کا پیشہ ہے اور حکومت پیشے پر پابندی عائد نہ کرے گی چنانچہ اطباء نے اسی ایکٹ کا اثر نہ لیا لیکن مسیح الملک حکیم اجمل خان نے اس سازش کو بھانپ لیا اور جو اپنے ہم وطنوں کی نبض شناسی میں یکتا تھے حالات کو سمجھتے ہوئے میدان عمل میں آگئے اطباء کو منظم و متحد ہونے کا احساس دلایا اور اس سازش سے آگاہ کیا اس سلسلے میں آل انڈیا طبی کانفرنس کی بنیاد رکھی اس کے مقاصد اطباء کو منظم کرنا۔ ان کے حقوق کی جدوجہد کرنا طب کی ترقی و ترویج اور معیار طبی تعلیم کو بلند کرنا تھا۔ مسیح الملک حکیم اجمل خان نے آل انڈیا طبی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے حکومتی اقدامات کے خلاف زبردست مہم چلائی ارکان پارلیمان کو اپنے موقف سے آگاہ کیا طب کی ترقی و ترویج اور معیار طبی تعلیم مشن سمجھ کر کام کیا بالآخر دس سال کی طویل جدوجہد کے بعد حکومت کو طب کے خلاف اقدامات سے باز رکھنے میں کامیاب ہو گئے حکومت نے طب کی سائنسی اہمیت جاننے اور طب کے بارے اقدامات کے لئے مختلف کمیٹیاں تشکیل اپنے پر مجبور ہو گئی اس طرح برصغیر میں طب کا تحفظ کیا گیا اس جدوجہد کے ساتھ۔ مسیح الملک نے طب کے فروغ و ترقی کے لئے بھی جدوجہد جاری رکھی مدرسہ طبیہ کو ترقی ایک طبیہ کالج کے درجے تک پہنچایا اپنے دیسی دواخانے کی آمدن طبیہ کالج کے لئے وقف کر دی۔ تحقیقات طبی کے لئے طبیہ کالج میں ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بنایا۔ اس مشکل دور میں جہاں ایک طرف حکومتی اقدامات سے

بحال کیا تو دوسری جانب طب کو جمود کا شکار نہ ہونے دیا طبی کالج کے ذریعے طب کی تدریس کا سامان کیا اور فاضل اطباء کو اکٹھا کر کے ایک ایسا حلقہ بنا دیا جس نے مسیح الملک کی قیادت میں بطور جرنیل کام کیا اور علمی و عملی میدانوں میں طب کو درپیش ہر چیلنج کا مقابلہ کیا چنانچہ مسیح الملک کے انتقال ۱۹۲۷ء کے بعد بھی ان کے عظیم رفقاء نے ان کا روان علم فکر و عمل کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ تحریک طب بھی جاری رہی۔

مسیح الملک حکیم اجمل خان

مسیح الملک ۱۱ فروری ۱۸۶۲ء میں دہلی میں پیدا ہوئے آپ کے خاندان کا سلسلہ نسب خواجہ عبداللہ اصرار سے جا ملتا ہے جو ترکستانی کے مشہور شعر کا شہر کے رہنے والے تھے شجرہ نسب اس طرح ہے۔

حکیم اجمل خان بن حکیم محمود خان بن صادق علی خان بن حکیم شریف خان بن حکیم اکمل خان بن حکیم واصل خان بن حکیم فاضل خان بن خواجہ یوسف بن خواجہ عبداللہ

حکیم صاحب کی ابتدائی تعلیم قرآن مجید سے کی بعد میں شاہ عبدالعزیز محدث کے خاندان سے تعلیم کرتے رہے گھر پر تعلیم طب کے بعد حکیم نواب خان سے طب کی تعلیم حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اچھے حافظہ عطا فرمایا تھا جو چیز ایک بار پڑھ لی وہ حفظ ہو جاتی۔ حکیم صاحب درس نظامی سے فارغ التحصیل منطق فلسفہ ریاضی وغیرہ علوم میں بھی پوری مہارت رکھتے تھے اعلیٰ قسم کے خطاط لئے اگرچہ کسی رسمی طریقے سے تعلیم نہ پائی تھی معلومات اس قدر وسیع تھی کہ ایک روز مفتی ہند کفایت اللہ حکیم صاحب کی تقریر سن کر حیران رہ گئے حکیم صاحب کو علم معانی علم و ادب اور عربی نثر و نظم پر بھی پورا عبور تھا ایک مرتبہ ہندوستان کے ایک دارالعلوم کے عظیم الشان جلسے میں شریک ہوئے اور ایک عرب کی تقریر کا ایسا خوبصورت ترجمہ کیا کہ عرب آپ کی عربی دانی پر حیران رہ گئے انگریزی زبان پر بھی مکمل عبور تھا انگریزوں سے بڑی صاف انگریزی بولتے تھے فارسی کے نادر الکلام شاعر تھے ان کے والد حکیم محمود خان کا تعلق رام پور سے تھا والد کے انتقال کے بعد بڑے بھائی حکیم عبدالمجید سے تعلیم حاصل کی نواب رام پور نے ۱۸۹۲ء میں اپنا کتب خانہ حکیم اجمل خان کی تحویل میں دے دیا حکیم صاحب نے اس سے بھرپور استفادہ کیا اور اسے مزید وسیع کیا اس کتب خانہ کی خیریت بتائی اور

اور علمی تحقیقات کا سلسلہ شروع کیا کہ ان کے بھائی حکیم عبدالمجید خان کا انتقال ہو گیا اپنے بھائی کے قائم کردہ مدرسہ طبیہ اور مطب کے انتظام کے لئے دہلی چلے آئے اسی اثناء میں ان کو عارضہ قلب ہوا جس کے باعث نظر میرٹھ گئے لاہور اور ساہیوال رہے پھر واپس آ کر تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا مسلمانوں کی ملی طبی و خدمات کے لئے تھکا دینے والی جدوجہد کے بعد آسمان طب و ادب سیاست و صحافت کا یہ چاند ۲ دسمبر ۱۹۲۷ء کو غروب ہو گیا میدان طب کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی ان کی جدوجہد بھرپور رہی اور قابل قدر خدمات سرانجام آئیں۔ مسلم لیگ کے اجلاس امرتسر کی صدارت کی کانگریس کے اجلاس احمد آباد اور خلافت کانفرنس کی صدارت کی۔ مدرسہ طبیہ کو طبیہ کالج کا رنگ دینے کے بعد اس کا سنگ بنیاد وائسرائے مفید سے رکھوایا۔ مطب کی کبھی فیس نہ لی خدمت خلق کی یہ ایک اعلیٰ مثال ہے

اطباء اور ویدوں کا طب میں حصہ

طب کی ترقی و ترویج کے لئے اطباء کے ساتھ ساتھ ویدوں نے بھی بھرپور حصہ لیا ہے۔ ویدوں کے کردار کے بارے اگلے باب میں تذکرہ موجود ہے۔ زمانہ قدیم میں طب کا سرچشمہ یونان تھا جس نے بقراط جالینوس اور ارسطو جیسی لافانی عظمتوں کو جنم لیا لیکن اس فن کو سائنسی انداز دینے اور مربوط بنانے میں مسلمان الحیاء کا بڑا عمل دخل ہے مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں اپنی فکری و اجتہادی قوتوں سے طب میں بے شمار انکشافات اور اضافے کئے سب سے پہلے یونانی کتب کے ترجمے کیے گئے اور پھر چیز پہ ناقدانہ نگاہ ڈالی اور پوری چھان بین کر کے قبول کیا۔ چنانچہ جورجس، حسنین بن اسحاق یا سرجویہ موسیٰ بن خالد ابو یوسف البسطریق نے یونانی کتب کو عربی غالب میں ڈھالا یہ دور دوسری صدی ہجری تک رہا اس کے بعد کندی سے ملک ابن جلجل کے دور میں طب کے اصول و فروغ پر محققانہ بحث ہوئی اس کے بعد مسلمانوں نے مختلف طبوں کے استزاج سے ایک نئی طب کی بنیاد ڈالی۔ اصول مباری جمع کئے نئے نئے امراض پر تحقیق اور علاج وضع کیے نئے اصول علاج واضع کئے اس عہد میں مختلف تصانیف جن میں فردوس الحکمت حاوی الکبیر کامل الصاعت، التعاون، التعریف نے غیر معمولی شہرت حاصل کی، ظہور اسلام کے وقت حارث بن کلاہ، ابن اثال بن ذوق اور زینب طبیبہ نامور گزرے ہیں اموی

دور میں چند اطباء کے نام ملتے ہیں ان کا عہد حکومت نوے سال تک رہا اس میں علم و فن کی سرپرستی ہوئی پھر اندرونی شورشوں اور واقعہ کربلا نے چین سے نہ بیٹھنے دیا عباسی دور میں جورجیس، بختیشوع جبرئیل۔ یوحنا، حنین بن اسحاق نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں عراق میں گندی۔ ثابت بن قرہ شام میں ابو نصر فارابی ابو منصور اور شاعری عجم میں علی بن عباس مجوسی، بوعلی سینا، ابو سہل مسیحی آسمان طب کے درخشندہ ستارے گزرے ہیں اندلس میں ابن جلجل ابن زہر، ابو القاسم زاہروی نے شہرت پائی۔ اسلامی اطباء میں سے بوعلی سینا۔ ابوبکر محمد بن زکریا رازی اور ابو القاسم زاہروی نے بہت شہرت پائی ان کی تصانیف عرصہ تک یورپ کی درسگاہوں میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہیں طب کے آخری دور میں داؤد انطاکی، ابو الحسن، قرشی بن جیلانی، محمد اکبر ارزانی، محمد حسین شریف خان اور اعظم خان، حکیم اجمل خان نے بہت شہرت پائی جبکہ موجودہ دور میں حکیم محمد حسین قرشیؒ حکیم نیر واسطیؒ اور حافظ حکیم محمد سعید کا کردار بلاشبہ عظیم ہے۔

طب میں ویدوں کا حصہ

علوم و فنون کسی قوم اور ملک کی ملکیت نہیں ہوتے بلکہ ہر قوم اور ملک اسے اپنی قومی و عملی ضروریات کے مطابق بنا سکتے ہیں مسلمانوں نے اسے عروج پر پہنچایا تو اس میں ان کی علمی و تحقیقی کاوشوں کا عمل دخل تھا۔ ہندوستان میں آیورویدک طریق صدیوں سے مروج ہے اور یہ ان کا مذہبی طریق علاج بھی ہے ویدوں نے علم الادویہ علم الکیمیا، علم السموم علم الجراحت اور علم الصفاقیہ پر تحقیقی نام کیا۔ عباسی دور کے خلیفہ منصور کے دور میں خالد برمکی نے ہندوستان میں سفارت بھیجی کہ آیوروید طریق علاج کا مطالبہ کریں اس طرح مسلمانوں کے علمی تعلقات استوار ہونے اور بسقدر ہندی علماء طب فن میں پاکھر، راجہ سکھہ، داہر، انکر، دنکل، جیبھر، اسدی، جاری مانک، سالی، نوکسل، رؤسا، رلئے، بکلی وغیرہ خلافت عباسیہ سے منسلک ہوئے اور علماء سنسکرت کی معروف ویدک کتب سشرت اور چرک کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔ مشہور اطباء شیخ الرئیس بوعلی سینا اور ابوبکر رازی نے اپنی تالیفات میں آیورویدک سے استفادہ کیا اور طب جو کہ کشتہ سازی اور روغنیات کی کشید سے ناواقف تھی ویدک سے حاصل کیں اس کے علاوہ اطریفلات سموم اور معدنیات بھی آیورویدک

سے اخذ کردہ ہیں پانچویں عباسی حکمرانی خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں ہند سے تک علمی تعلقات اور مستحکم ہوئے ایک بار خلیفہ بیمار ہوا۔ بغداد کے اطباء کے علاج سے شفار نہ ہوئی تو اس نے ہندوستان سے منکہ ویدک بلایا اور اس کے علاج سے ہارون الرشید شفایاب ہوا اس طرح لہذا اس ویدک سے بھی استفادہ کیا جانے لگا۔ منکہ وید کی خدمات سے ایک شفاخانے میں استفادہ کیا گیا اور علمی و تحقیقی میدان میں ان کی خدمات مستعاری گئی۔ کئی کتابوں کے عربی زبان میں ترجمے ہوئے۔ منکہ وید کے علاوہ اور بھی وید بغداد گئے اور علم العلاج میں خدمات سرانجام رہیں۔ ایک عورت دیوی روسے پنڈتانی بھی تھی جس نے عورتوں کے امراضی پر کتب تحریر کیں جن میں سے ایک کا عربی ترجمہ ہوا اس طرح ویدوں نے طبی طب میں حصہ لیا ہے۔

ہندوستان میں مسلمان اطباء کے دوش بدوش ہندو اطباء بھی مشہور ہوئے۔ مسلمان اطباء نے جہاں ہندوستان سے بہت کچھ سیکھا وہاں بہت کچھ یا طبیبوں اور ویدوں نے ایک دوسرے کی تحقیقات سے فائدہ اٹھایا۔

باب ہفتم

پاکستان میں اسلامی طب

روائتی طب (ٹریڈیشنل سسٹم آف میڈیسن) جسے عرفِ عام میں طب یونانی / طب مشرقی کہا جاتا ہے کو طب اسلامی کہنا سب سے موزوں ہے اگرچہ اسے ان ناموں سے اس لیے پکارا جاتا ہے کہ علوم و فنون کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور سیکولر ذہن کو مطمئن کیا جا سکے مگر جو قوم یا ملک اس کی خدمت کرتے ہیں اسکو اس سے منسوب کیا جاتا ہے مثلاً طبِ ہندی، طبِ چینی، طبِ مصری، طبِ مغربی (ایلوپیتھی) وغیرہ طب کو طبِ اسلامی کہنا اس لیے موزوں ہے اور ملی اعتبار سے بھی بجا کہ اسکی زیادہ خدمت مسلمانوں کے دورِ عروج میں ہوئی اور مسلمانوں نے اسکو یونان سے لیا زمانہ قدیم میں بقراط سقراط ارسطو جالینوس جیسی لافانی عظمت شخصیتوں نے دورِ عروج یونان میں اسکو متعارف کرایا مگر اسلامی دورِ عروج کے چار ایرانی نژاد اطباء علی ابن الطبری، ذکریا رازی علی بن عباس اور بوعلی سینا اپنے زمانے میں طب کے امام رہے اور طب کی موجودہ شکل ان کی تحقیقات و مشاہدات کا نتیجہ ہے پھر تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان حکمرانوں کی سرپرستی میں یہ خوب پھلی پھولی اس طرح یہ اسلامی تہذیب و تمدن کا حصّہ بن گئی پھر اسلامیوں کے کے دورِ عروج میں یہ ایران سے برِصغیر میں داخل ہوئی اور یہاں کے مقبول طریق علاج کی حیثیت سے اہی یہاں اس سے ویدک نے بھی استفادہ کیا دھلی کے خاندان شریفی کے بے شمار مرکبات آج بھی رائج ہیں تا آنکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد طب کو دبانے کی سامراج نے سعی ناکام کی اطباء نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کیونکہ قائدِ اعظم نے اعلان فرمایا تھا کہ پاکستان میں اسلامی علوم و فنون سمیت طب کو ان کا جائز مقام دیا جائے گا لیکن قائد کو مہلت نہ ملی پھر زمامِ اختیار جن کے ہاتھوں میں آئی۔ اُنہوں نے قیامِ پاکستان کے تقاضوں کی طرح طب کو بھی نظر انداز کیا جو تکلیف دہ رہا ہے۔

طب اسلامی پاکستان کی حقیقی ضرورت ہے اس طرح ہم ادویاتی میدان میں خود کفالتی کی راہ اختیار کر سکتے ہیں اور میدان طب میں عالم اسلام کی راہنمائی کا فریضہ بھی سر انجام دے سکتے ہیں۔ طب اسلامی کی بیشتر ادویہ علاقائی ہیں یہ دوائیں اپنے دیرینہ استعمال اور مقبولیت کی بنا پر ہمارے تمدن اور روایات کا حصہ بن چکی ہیں جب کوئی شے روایت میں داخل ہو جائے تو اسکی صحت و افادیت ہر قسم کے شک سے بالا ہو جاتی ہے ثقافت و روایت ایک دن میں نہیں بلکہ سالوں اور صدیوں میں بنتی ہے سائنس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ روایات نہیں بدلتی سائنسی دریافت کو چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ روایات کو نہیں بدلا جا سکتا روایات انسانی زندگی کی حاصل ہوتی ہیں سائنس بھی روایات کا انکار نہیں کرتی عالمی ادارہ صحت (W.H.O) کی ہیلتھ اسمبلی نے بھی روائتی طبوں کو تسلیم کرتے ہوئے یہ قرار داد منظور کی۔

> "ہر ملک کی متعلقہ حکومتوں سے ہم یہ پُرزور سفارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے دائرہ اقتدار میں ایسی اصلاحات کے ساتھ جوان کے قومی نظام صحت کے ساتھ جوان کے قومی نظامِ صحت کے مطابق ہوں اور روایتی طب سے پورا پورا استفادہ کریں اور اپنے نظامِ صحت میں اسے مناسب و اہم مقام دیں"۔

- طب ہمارا ملکی طریق علاج ہے صدیوں سے یہاں رواج پذیر ہے اس کی اکثر ادویہ ملکی پیداوار کا حصہ ہیں۔
- یہ طریقہ علاج ہمارے قومی مزاج کے مطابق ہے کیونکہ جس آب و ہوا اور ماحول سے ہمارے عوام کا تعلق ہے اس ماحول اور علاقہ سے یہ نظامِ طب سے رکھتا ہے۔
- طبِ اسلامی ایک سستا اور مؤثر طریق علاج ہے اکثر امراض میں معمولی لاگت سے بہترین نتائج سامنے آتے ہیں۔
- یہ ایک بے ضرر اور غیر مضرت رساں علاج ہے کیونکہ اسکی ادویہ نباتات اور جڑی بوٹیوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ جو مقامی ہوتی ہیں اور قومی مزاج کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔
- طب میں اصولِ علاج کو بڑی اہمیت حاصل ہے موسم مزاج عمر کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں تمام طریقہ ہائے علاج ناکام ہو جاتے ہیں وہاں طب سے استفادہ کیا جاتا ہے اس طریقہ علاج میں مرض کو دبانے کی بجائے اسباب مرض کو دور کرنے پر توجہ دی جاتی ہے تاکہ مستقل طور پر مرض کا ازالہ ہو سکے۔

- طب اسلامی کا طریقہ علاج آسان ہے شہری اور دیہاتی بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اور استفادہ کر سکتے ہیں۔
- طب اسلامی سے مریض کو دوہرا فائدہ ہوتا ہے۔ دوائی بھی اور غذائی بھی
- یہ طریقہ علاج ملکی زرمبادلہ کی بچت کا ذریعہ بھی ہے۔
- طب اسلامی میں حلال وحرام کا امتیاز رکھا جاتا ہے جبکہ دوسرے طریقہ ہائے علاج اس کا خیال نہیں رکھا جاتا۔
- طب اسلامی سستا ہونے کے سبب عوامی طریقہ علاج بھی ہے۔ عوام کی اکثریت جو گراں قیمت کا غیر ملکی طریق کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی۔ طب اسلامی سے ہی استفادہ کرتی ہے۔
- کروڑہا روپے کے اخراجات کے باوجود ہنوز صرف ۲۱ فی صد آبادی کی طبی سہولتیں فراہم ہو سکی ہیں۔
- پاکستان کے قیام کے مقاصد میں طب اسلامی کی ترقی نظریہ پاکستان کا جزو لازم ہے۔
- طب اسلامی کی اثر انگیزی افادیت اور ضرورت کے بارے علامہ اقبال۔ قائداعظم اور لیاقت علی خان کے علاوہ تمام اکابر کی یہ رائے رہی ہے کہ یہ طریق علاج مؤثر ہے اور اسے پاکستان میں فروغ دیا جائے گا۔
- طب اسلامی کی سرپرستی سے قوم میں خوداعتمادی پیدا ہوگی کیونکہ یہ ہماری قومی طب ہے جس طرح عوامی جمہوریہ چین نے اپنی مقامی طب کی سرپرستی کر کے اپنا مسئلہ صحت حل کیا ہے اس طرح پاکستان بھی اپنا مسئلہ صحت حل کر کے خوداعتمادی کے ساتھ دنیا میں اسے پیش کر کے اس میدان میں آگے بڑھ سکتا ہے۔

باب ہشتم

اطباءِ پاکستان اور ترویجِ طب کی کوششیں

برصغیر پر برطانوی تسلط کے بعد طب پر جو کچھ بیتی وہ ایک طویل تلخ اور المناک داستان ہے۔ مگر آزادی کے بعد طب کی ناقدری ایک تکلیف دہ امر ہے حالانکہ آزادی کی تحریک میں اطباء بھی پیش پیش تھے۔ دورانِ تحریکِ قیامِ پاکستان قائدِ اعظمؒ نے طبیہ کالج دہلی کی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب زمامِ اختیار مسلمانوں کے ہاتھ آئے گی تو تمام اسلامی علوم و فنون بشمول طب کو ان کا جائز مقام دیا جائے گا لیکن قیامِ پاکستان کے بعد ابھی مملکت کا آئین بھی تیار نہ ہوا تھا کہ قائدِ اعظمؒ رخصت ہو گئے تو زمامِ اختیار جن لوگوں کے ہاتھ آئی تو انہوں نے جہاں آزادی کی ناقدری کی وہاں آزادی کے تقاضوں سے بھی صرفِ نظر کیا چنانچہ اطباء نے ترقیِ طب کے لیے اپنی کوششوں کا آغاز کر دیا۔ ان کوششوں کے نتیجہ میں جو شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی مرحوم، حکیم نیرِ واسطی مرحوم، حکیم خواجہ رضوان احمد مرحوم، حکیم عبد المجید علیفی مرحوم، حکیم آغا دوست محمد تکمیلی مرحوم، حکیم آفتاب احمد قرشی مرحوم، حکیم نثار احمد علوی مرحوم، حکیم فضل الٰہی مرحوم، حکیم فیضی مرحوم، حکیم عبد المالک مجاہد مرحوم، حکیم عبد الرحیم اشرف، حکیم حافظ محمد سعید، حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی، حکیم شرف الحق کی قیادت میں کی گئی فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے دور میں طب کو سرکاری حیثیت دینے اور فروغ و ترقی طب کے لیے باقاعدہ ایکٹ منظور ہوا جسے طبی ایکٹ ۶۵ء کہتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں بورڈ آف یونانی اینڈ آیورویدک سسٹم آف میڈیسن تشکیل پایا جس کی رکنیت کا اعزاز حکیم حافظ محمد سعید، حکیم شرف الحق، حکیم نیر واسطی، حکیم عبد المالک مجاہد، حکیم خواجہ رضوان احمد، حکیم عبد السلام سبزواری اور شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی وغیرہ کو ہوا۔ شفاء الملک حکیم محمد حسن قریشی پہلے صدر منتخب ہوئے۔ اس بورڈ کے دائرہ اختیار میں اطباء کی رجسٹریشن اور تعلیمِ طب کو باقاعدہ بنانا ہے۔ اس بورڈ نے اطباء کی رجسٹریشن کی اور طبی تعلیم کے ادارے باقاعدہ قائم کئے جن کو حکومت نے تسلیم کر کے باقاعدہ گرانٹ دینا

شروع کی۔ اطباء نے اس کے بعد مسائل طب و اطباء حل کرانے کی جد و جہد جاری رکھی تا آنکہ پاکستان طبی ایسوسی ایشن کی مساعی سے صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں طب کی اولین صدارتی سطح پر کانفرنس ہوئی جس میں ممتاز اطباء شریک ہوئے اس کے نتیجہ میں طب کی ترقی و فروغ کے لیے کے لیے متعدد عاقلانہ و عادلانہ فیصلے ہوئے اس کانفرنس میں اطباء کی جانب سے حکیم حافظ محمد سعید نے مسائل پیش کئے جس کے نتیجے میں طب کو سرکاری حیثیت دینے ذرائع ابلاغ کے صحت پروگراموں میں طب کو شامل کرنے طبی ریسرچ کے لیے کونسل اور بورڈ آف یونانی اینڈ آیورویدک سسٹم آف میڈیسن کی جگہ نیشنل کونسل فار طب قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ سب سے اہم فیصلہ ایک طبیب کو مشیر امور طب بدرجہ وفاقی وزیر مقرر کرنے کا تھا۔ طبی بورڈ کی مدت پانچ سال ہوتی ہے دوسرے طبی بورڈ کے صدر حکیم نیر واسطی مرحوم بنے جن کے دور صدارت میں طبی نصاب تعلیم کی کئی کتابیں شائع ہوئیں۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے حکیم حافظ محمد سعید کو مشیر طب بنایا۔ بائیس رکنی نیشنل کونسل برائے طب نامزد کی۔ کونسل نے فردوس الحکمت کا ترجمہ کرا کے ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کے تعاون سے شائع کیا۔ طبی کالجوں کے نصاب کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اقدامات کیے امتحانات کے نظام کو بہتر بنایا۔ مشیر امور طب کی سفارشات کے نتیجے میں بلدیاتی اداروں کو طبی ڈسپنسریاں قائم کرنے کی ہدایت ہوئی۔ پنجاب طبی ڈائریکٹوریٹ قائم ہوا۔ حج طبی وفد کی روانگی شروع ہوئی۔ پنجاب ۸۴ ہسپتالوں میں طب کے شعبے قائم کر کے اطباء کی خدمات سے استفادہ کا سلسلہ شروع ہوا سب سے بڑھ کر طب کو بہ نگاہ حقارت دیکھنے کا دور ختم ہوا اور اب جد و جہد کے نتائج سامنے آنا شروع ہو چکے ہیں۔

حکیم محمد سعید کی بعض سفارشات کو جو انہوں نے مفاد طب میں کی تھیں سرد خانے میں ڈال دیا گیا اور بیورو کریسی نے نظر انداز کیا تو وہ وفاقی وزیر طب کے عہدے سے مستعفی ہو گئے پھر جب نیشنل کونسل برائے طب کو بھی مفلوج کرنے کی سعی ہوئی تو وہ کونسل کی صدارت سے بھی مستعفی ہو گئے۔ ایسی قربانی کی مثال کم ملتی ہے۔ بلا شبہ پاکستان کی تحریک طب میں حکیم عبداللہ اکسیر مجاہد مرحوم، حکیم عبدالسلام ہزاروی مرحوم، حکیم محمد حسن قرشی مرحوم، حکیم عبدالحمید علیقی مرحوم۔ حکیم نیر واسطی مرحوم، حکیم نیر واسطی مرحوم، حکیم فضل الہٰی، حکیم فیضی مرحوم، حکیم آفتاب احمد قرشی مرحوم۔ حکیم خواجہ رضوان احمد مرحوم، حکیم نثار احمد علوی کا مرحوم، حکیم

آغا دست محمد تکمیلی مرحوم، حکیم عبداللطیف شادانی مرحوم، حکیم فضل الٰہی مرحوم، حکیم عبدالوسیع ندوی مرحوم، حکیم مظفرالاحسن مرحوم، حکیم شرف الحق، حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی، حکیم حافظ محمد سعید، حکیم جمشید احمد، حکیم عبدالوحید خان، حکیم محمد نبی خان جمال سوہدرا کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے اور جس کو نظرانداز کرنا ممکن نہیں ہے

حکیم حافظ محمد سعید

دورِ حاضر میں طب کی عملی، علمی و عالمی خدمت کے لیے حکیم حافظ محمد سعید کا نام سب سے زیادہ جگمگا رہا ہے موصوف نے طب کو سائنسی اندازِ فکر سے ترقی دینے کے لیے علمی و عالمی سطح پر جو قابلِ فخر مساعی کی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ کویت میں طب اسلامی مرکز بنا جس کے اہتمام میں ہر دو سال بعد بین الاقوامی طب اسلامی کانفرنس کا سلسلہ شروع ہوا۔ چہارم کانفرنس عالمی طب اسلامی کا پاکستان میں انعقاد یونیسکو و یونیسف کا طب کو موضوعِ فکر بنانا عالمی ادارہ صحت کا طب کو تسلیم کرنا، عناصر صحت و مرض (ارکان اربعہ) پر بین الاقوامی کانفرنس طب کو زبان العصر (سائنس) میں ڈھالنے اور دنیا بھر کی جامعات میں طب کے شعبے وغیرہ کا اجرا، یہ سب حکیم محمد سعید کی ساعی کا نتیجہ ہے۔ ان کے ادارے ہمدرد نے دیسی دواسازی کے لیے میدان پیدا کیا۔ ان کے زیرِ ادارت انگریزی سہ ماہی مجلہ ہمدرد میڈیکس دنیا بھر میں آوازِ طب پہنچا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا میں علاج بالنباتات کو رواج ہو رہا ہے اور پوری دنیا کے ماہرین طب و سائنس ایک طب محفوظ (فطری) کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔ حکیم صاحب کو روس، کویت سویڈن کے علاوہ کئی ممالک سے اعزازات بھی مل چکے ہیں اور ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگری بھی۔ چین سے طبی روابط کے لیے پہلا وفد ان کی قیادت میں چین گیا۔ سَو سے زائد بین الاقوامی کانفرنسوں میں جن کا تعلق طب سائنس سے ہے شرکت کر چکے ہیں حکیم صاحب کی سعی پیہم نے طب کو عالمی سطح پر باوقار بنایا ہے حکیم صاحب نے اپنی تصانیف کے ذریعے بھی طب کی جو خدمت کی ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ وہ پاکستان میں مجددِ طب قرار پائے ہیں۔ حکیم محمد سعید کے نام کے بغیر پاکستان کی تحریک

طب اور احیاء طب کی کاوششیں کتاب طب میں کے سارہ اوراق ہی کی صورت میں رہ جاتی ہیں۔

شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی رح

شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی کا تعلق ایک علمی گھرانے سے تھا طبیہ کالج دہلی سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہیں پروفیسر ہو گئے۔ قیام پاکستان سے پہلے ہی طبی تحریک میں سرگرم عمل ہو گئے اور پنجاب طبی کانفرنس کے صدر بنے بعد میں پاکستان طبی کانفرنس کے صدر بنے پہلے طبی بورڈ کے صدر منتخب ہوئے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔ مختلف کمیٹیوں میں کام کیا طبیہ کالج لاہور کے پرنسپل رہے۔ علامہ اقبال رح کے معالج ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ مسائل طب و اطباء کے حل کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔

حکیم نیر واسطی رح

حکیم نیر واسطی کا تعلق یو۔پی کے سادات خاندان سے تھا شروع ہی سے ملی و طبی تحریکات میں شامل رہے کئی زبانوں پر عبور تھا ان کی معروف کتاب طب العرب ہے جو کہ ڈاکٹر براؤن کی کتاب کا ترجمہ ہے اس پر حواشی بھی لکھے۔ لاہور میں جمہوریہ ترکیہ کے اعزازی قونصلر رہے دوسرے طبی بورڈ کے صدر منتخب ہوئے ان کے دور میں ٹیکسٹ بک شائع ہونا شروع ہوئی۔ فردوس الحکمت کا ترجمہ ہوا کئی ملکوں میں گئے اور طبی و علمی مقالات پیش کئے طب کے لیے ہمیشہ فعال ہو کر جد و جہد کی۔

حکیم محمد سعید کونسل کی صدارت سے مستعفی کیوں ہوئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ: ۲۵ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ ہجری - ۵۵۶۰
۱۲ ر نومبر ۱۹۸۲ء

وزیر محترم:
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'
میری اس تحریر کا مقصود و منشا اہم تر ہے۔ میں چند حقائق ابتداء میں بیان کر کے آخر میں اس تحریر کو اپنے فیصلے پر ختم و منتج کروں گا۔

۱۔ گذشتہ ۳۷ سال سے وزارت صحت کا رویہ طب و اطبا کے حق میں نہیں ہے۔ اس غیر سائنسی انداز فکر و عمل کے خلاف میری محاذ آرائی کل بھی بمفاد صحت ملی تھی اور آج بھی ہے۔

۲۔ طب کا مسئلہ پاکستان سے شروع ہوا اور پھر اس نے عالمگیر حیثیت اختیار کر لی۔ اس وقت دنیا کی آدھی سے زیادہ آبادی میں طب رائج ہے اور باقی دنیا احترام و اکرام کے ساتھ طب کے فلسفہ اور اصولوں و نظریات کو بہ نگاہ تحقیق اور بہ نظر عمیق دیکھ رہی ہے اور سائنسی دماغ اسپر عالمانہ اور سائنسی انداز میں فکر و غور کر رہے ہیں۔ اس میں مشرق و مغرب اور امریکاز سب شامل ہیں۔

۳۔ بڑی نادانی ہوگی اور کوتاہ فہمی کہ وزارت صحت یہ رائے قائم کرے اور آج کے روشن دور میں یہ سمجھ لے کہ طب بے جان ہے اور سائنس نہیں ہے۔ یہ کج فکری ہے جس نے پاکستان میں مسئلہ صحت کو الجھایا ہے اور جب تک یہ کج راہی قائم رہے گی وزارت صحت کا شمار محبان وطن میں کبھی نہیں ہو سکتا۔

۴۔ قومی طبی کونسل پاکستان میں طب کے لیے واحد ادارہ ہے کہ جو اس کی ترقی و تعمیر کا ذمہ دار ہے اور اس کے فکر و نظر اور اس کے انداز عمل کو بڑی اہمیت حاصل

ہے۔ قومی طبّی کونسل عالمی ادارۂ صحت (ڈبلیو۔ ایچ۔ او) کے اندازِ فکر کو قبول کرتی ہے اور طب کے لیے عالمی ادارہ صحت کے تسلیم و رضا کو رہنما تسلیم کرتی ہے۔

۵۔ اس قومی کونسل کا وجود جن حالات میں عمل میں آیا ہے وزارتِ صحت کے فائل اس کے گواہ ہیں۔ درحقیقت وزارتِ صحت کی مرضی کے خلاف اگر صحتِ ملی کے عین مفاد میں جنابِ محترم صدرِ مملکت نے حکیم محمد سعید کی جد وجہد اور افہام و تفہیم کے نتیجے میں اسے وجود بخشا تھا۔

۶۔ وزارتِ صحت نے اس قومی طبّی کونسل کے لیے منتقم کی حیثیت اختیار کرنے کی غلطی کی ہے اور اس وزارت کے ارکان نے اس قومی طبّی کونسل کی موت کا ہر سامان کیا ہے جسے میں بہ نگاہِ عمیق اور بہ نگاہِ تشویش دیکھتا رہا ہوں۔

۷۔ صورتِ حال یہ ہے کہ قومی طبّی کونسل از اوّل تا ایں دم وزارتِ صحت کے رحم وکرم پر ہے اور وزارت جب چاہتی ہے اس کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔ یہ موت و زندگی کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔

۸۔ رواں سال کے بجٹ میں قومی طبّی کونسل کا کوئی بجٹ نہیں ہے، بلکہ اس کی رقم کراچی کے ایک نیم مردہ ادارہ طبّی ریسرچ سنٹر کے تحت ڈال دیا گیا ہے۔ اس حرکت سے اندازہ کیا جانا ممکن ہے، مشکل نہیں کہ وزارتِ صحت کو یہ حربہ بھی موت کونسل کے لیے استعمال کرنا ہی تھا۔ اب یہ جد و جہد جاری ہے کہ کونسل کی بجٹ کی رقم کو صحیح "ہیڈ" میں کس طرح لایا جائے۔

۹۔ اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اب نومبر کا مہینہ چل رہا ہے۔ کونسل کو کوئی گرانٹ ریلیز نہیں ہوئی ہے اور کونسل بے دست و پا بنی بیٹھی ہے۔

۱۰۔ قومی طبّی کونسل کا کوئی اجلاس اب تک نہیں ہو سکا ہے۔ اس میں بجٹ کا نہ ہونا سب سے بڑا محرک ہے۔ اس طرح ارکان کونسل کے فکر و نظر کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔

۱۱۔ ایک طرف وزارتِ صحت کا یہ اندوہناک رویّہ ہے اور دوسری طرف بدقسمتی یہ ہے کہ خود اطباء کرام ذہنی انتشار میں اس درجہ مبتلا ہو گئے ہیں کہ اب انہوں نے اخلاق و احترام کا دامن چھوڑ دیا ہے اور ان کو حرام و حلال اور

خوب و ناخوب کی تمیز باقی نہیں رہی ہے اور ادب و احترام اور غیرت و حمیت کو انہوں نے خیرباد کہہ دیا ہے۔

۱۲- میں نے تشویش کے ساتھ یہ دیکھا ہے کہ قومی طبّی کونسل کو موجودہ طبیہ کالجوں کی اصلاح اور ان کا تعلیمی حال بہتر بنانے کے لیے اور ان نام نہاد تعلیم گاہوں میں انائیت کو ختم کرنے کے لیے کوئی طاقت ہے اور نہ سرمایہ (فنڈ) ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ طبیہ کالجز انائیت پر قائم رہیں گے۔

۱۳- قومی طبّی کونسل سے استمزاج کے بغیر اور مشیر طب کو نظر انداز کر کے طبیہ کالجوں میں داخلے کا معیار اس درجہ پست کر دیا گیا ہے کہ اب ان کا وجود بمنزلہ صفر ہو گیا ہے اور ان طبیہ کالجوں سے طبّ کی موزوں و مناسب تعلیم کی کوئی توقع قائم نہیں جا سکتی۔

۱۴- میں نے صدرِ مملکت پاکستان کے مشیرِ طب کی حیثیت سے جن بنیادوں پر علیٰحدگی اختیار کی ہے۔ اس کے اسباب و علل آپ سے اور کسی سے پوشیدہ نہیں رہے ہیں۔ میں نے اس مقام سے ہٹ کر قومی طبّی کونسل کی صدارت کو اس لیے قائم اور باقی رکھا تھا کہ میں اس مقام سے اپنی جد و جہد برائے ترقی و تعمیر طب جاری رکھ سکوں گا۔ مگر حالات اب بے قابو ہو چکے ہیں اور وزارتِ صحت کو طب و اطباء کو تباہ کرنے کا پورا پورا موقع مل گیا ہے۔

۱۵- میں ان حقائق سے بخوبی آگاہ ہوں اور واقف کہ وزارتِ صحت کے بعض ارکان جماعت اطباء کے ایک گروہ کو اپنی گرفت میں لے کر ان کو راہِ غلط پر لگا رہے ہیں اور افتراق و انتشار کو ہوا دے رہے ہیں۔ اس قابلِ نفرین ماحول کا پیدا کرنا نہ شرافت ہے نہ صداقت بلکہ یہ صحتِ ملی کے مفاد میں کسی طرح نہیں ہے۔ ان شدائد کی روشنی میں مجھے اس فیصلے کیلئے مجبور کیا ہے کہ میں کسی تامل و تاخیر کے بغیر قومی طبّی کونسل (نیشنل کونسل فار طب) کی صدارت سے علیٰحدگی اختیار کر سکوں۔ میری یہ تحریر استعفیٰ ہے۔ از راہ کرم قومی طبّی کونسل کے حالات کو اپنے دائرہ عمل میں لے لیجئے اور اگر ممکن و مناسب ہو تو جناب محترم عالی مرتبت صدر مملکت پاکستان کو اس کی اطلاع دے دیجئے۔

میں اپنے اس استعفیٰ کے اخفا کا پابند نہیں ہوں۔ میں جب ضرورت سمجھوں گا اسے ابلاغ عام کو جاری کر دوں گا۔ میری یہ قومی ذمہ داری ہے کہ میں عوام کو آگاہی بخشوں تاکہ پاکستان کے لوگ حالات کو سمجھنے میں غلطی نہ کریں۔

احترامات

آپ کا مخلص

حکیم محمد سعید

بلگرامی خدمت جناب محترم وزیر صحت حکومت پاکستان
وزارت صحت۔ سنیکر ٹریٹ۔ بلاک سی۔ اسلام آباد

باب نہم

اخلاق کی اہمیت

کوئی قوم اس وقت تک ترقی و سربلندی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتی۔ اور نہ وہ اپنے وجود کو برقرار رکھ سکتی ہے۔ اگر وہ اخلاق کے کم سے کم معیار کو ملحوظ نہ رکھے۔ اخلاقی اقدار کے لحاظ کے بغیر افراد کے مجموعہ کو بھیڑ تو کہا جا سکتی ہے قوم یا ملت نہیں کہا جا سکتا تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ جو قومیں اخلاقی انحطاط کا شکار ہو جاتی ہیں ان کو تاریخ کا متلاطم سمندر ہچکولے دیتا ہے اگر وہ پھر بھی عبرت نہ پکڑیں بالآخر انہیں قصر مزلت میں ڈبو دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر مذہب میں اخلاقی اقدار کی بڑی اہمیت حاصل ہے دنیا میں جتنے بھی پیغمبر معلم آئے سب نے اخلاقی اقدار کی تعلیم دی ہے اخلاقی اقدار کے بغیر کوئی معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا اسلام ایک مکمل ضابطہ بات ہے اور اخلاق کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے بلکہ اس کا مطلوب جس قسم کا انسان اور معاشرہ ہے وہ اخلاقی اقدار کے بغیر ممکن نہیں ہے محل کے کا پیمانہ اخلاق ہے اخلاق ایک جزو ہے تقویٰ کا۔ اسلام نے انسان کی عظمت اور بڑائی کا جو معیار مقرر کیا ہے اس کا واحد معیار تقویٰ ہے۔ اخلاق عملاً مذہب ہے مذہب اصولاً اخلاق۔ حدیث شریف میں ہے۔

آپؐ نے فرمایا میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کروں۔

اسلام نے حسن اخلاق پر سب سے زیادہ کردار دیا ہے حضرت عبداللہؓ بن مبارک نے حسن اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ حسن اخلاق کا نام ہے خوش روئی کا مال خرچنے کا اور کسی کو تکلیف نہ دینے کا۔

۔ بہترین اخلاق وہی ہے جو انسان کو انسان کے مقام پر لاتا ہے اخلاق کی اہمیت کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات گرامی ہو سکتا ہے۔

بہترین وہ لوگ ہیں جو اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔

بہترین ایمان خوش خلقی ہے۔

مومنوں میں ایمان لانے والے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

قیامت کے روز مومن کی میزان میں جو سب سے زیادہ وزنی چیز ہوگی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے۔

عادات کا ایک مقصد انسان کے اندر اچھا اخلاق پیدا کرنا ہے۔

اخلاقیات طب

شریعت کی روشنی میں

دینی اور دنیوی زندگی کے رہنما اصول کا سرچشمہ اسلامی شریعت ہے، علماء اور محدثین نے اس کے نظریہ تشریع و قانون کی اساس اجتماعی عدل اور صلاح و فلاح کو قرار دیا ہے اور ان نظریات کے تین اہم ترین ماخذ بتائے ہیں۔

کتاب، سنت، اجتہاد، اور ان ہی کی روشنی میں فقہاء نے طبیب و جراح کے حدود اور ان کی ذمہ داریوں کا تعین کیا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ مریض کے حقوق کا بھی تحفظ کیا ہے۔ یہ وہ اصول ہیں جن پر انسانی تہذیب اپنے ارتقاء کے ہر مرحلہ پر فخر کرتی رہے گی اس اہم تہذیبی ورثہ کی عظمت کا اندازہ اس وقت ہو سکتا ہے، جب اخلاقیات طب کی تنظیم کے وہ مراحل بھی بیان کیے جائیں جن سے قبل از اسلام اسے گزرنا پڑا۔

یہ حقیقت بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ تاریخ کے آغاز سے بھی پہلے انسان سب سے پہلے علم طب ہی سے روشناس ہوا۔ یہ اور بات ہے کہ اس وقت طب، جادو، ٹوٹکے میں اس طرح خلط ملط ہو گئی تھی کہ اس کا صاف اور روشن چہرہ نظر نہیں آتا تھا۔ عام عقیدہ یہ تھا کہ شیطان جب جسم میں داخل ہو جاتا ہے تو مرض پیدا ہوتا ہے اور جب اس کا غلبہ ہو جاتا ہے تو آدمی مر جاتا ہے۔ صحت و مرض کے اس جاہلانہ تصوّر کے دھندلکے میں ایک طبیب کی ذمہ داریوں سے متعلق کسی اصول کی جستجو سعیٔ لا حاصل ہے۔

مصریوں کے عہد میں طب نے ترقی کے قدم آگے بڑھائے۔ مگر اس عہد میں بھی طبیب اس بات کا پابند تھا کہ اگر اس نے کسی مریض کے لیے کوئی ایسی دوا لکھی ہے جو کتاب مقدس میں نہیں ہے اور مریض کی موت واقع ہو جاتی ہے تو طبیب کو مستوجب عقوبت سمجھا جائے گا، اور اسے مار ڈالا جائے گا، بابلیوں کا طبی عہد مصریوں سے زیادہ ترقی یافتہ تھا۔ مگر اس

میں بھی طبیب کی سزا کا قانون موجود تھا، مثلاً آنکھ کے معالجے میں غلطی کے ارتکاب پر طبیب کے ہاتھ کاٹ ڈالے جاتے تھے، طب کی بدقسمتی یہ بھی کہ عرصۂ دراز تک جادو، ٹوٹکا اور خرافات تسمۂ پا کی طرح اس کے ساتھ لگے رہے، اور اس کو اپنی نیکی اور رسادگی کی سزا بقراط کے عہد سے پہلے تک مسلسل ملتی رہی، ان کے عہد میں بھی طبیب کے حقوق اور اس کی ذمہ داریوں کا باقاعدہ تعین نہ ہو سکا۔ اس لیے کہ ہمارے سامنے یہ تاریخی حقیقت موجود ہے کہ اسکندرِ اعظم نے ایک ایسے طبیب کو پھانسی دے دی تھی جس کے زیرِ علاج مریض کو شفا نہ ہوئی اور وہ مر گیا۔

رومیوں کے عہد میں بھی علاج معالجے کے قوانین و اصول منظم صورت میں نظر نہیں آتے تھے مریض کی عدم شفایابی، یا موت کی صورت میں طبیب کو انتقام اور سزا کی منزلوں سے بہر حال گزرنا پڑتا۔

طب کا تاریک ترین عہد یورپ کا عہد وسطیٰ ہے۔ جس میں بقراط اور جالینوس کی کتابیں ضائع کر دی گئیں، اور ٹوٹنے، ٹوٹکے، جادو، سحر تعویذ گنڈے اور جھاڑ پھونک جیسے خرافات کا معاشرے پر تسلط ہو گیا۔ اس دور میں اگر کوئی مریض مر جاتا تھا تو طبیب کو اس کے خاندان والوں کے حوالے کر دیا جاتا، اور ان کو اختیار دیا جاتا کہ وہ اسے مار ڈالیں، یا اسے اپنا غلام بنا لیں۔ بارہویں، تیرھویں صدی عیسوی میں بیت المقدس کے حکام نے صلیبوں کے عہد میں طبیب کو ساری غلطیوں کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا اور اگر کسی کی موت طبیب کی جہالت سے واقع ہوتی تو اسے سزا دی جاتی، کبھی غلام بنا لیا جاتا، کبھی جلاوطن کر دیا جاتا، کبھی ساری قیمت واپس کرنی پڑتی کبھی ہاتھ کاٹ ڈالے جاتے۔

افق عالم پر جب اسلام کا مہر جہاں تاب نمودار ہوا، تو عہد وحشت کی ظلمتیں کافور ہو گئیں اور پیشہ طب کے اعزاز و وقار کا عہد شروع ہوا۔ سحر و خرافات نے ماضی کے دامن میں اپنا منہ چھپا لیا۔ طبیب کے اعزاز کے لیے یہ فرمان نبوی کافی تھا کہ

"جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا، تو اس نے اس چیز کو جھٹلایا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوا"

مغرب نے اس پیشے کی اخلاقیات کے سلسلے میں جو قوانین مدوّن کیے ہیں ان کا بڑا حصہ سرچشمہ، کتاب و سنت سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحیٔ الٰہی کی روشنی

ہیں معاشرے کی بنیاد عدل اور معقولیت پر رکھی، اور علاج معالجہ کو شریعت اسلامیہ میں واجب قرار دیا۔ فقہائے اسلام اس پر متفق ہیں کہ علم طب کی تحصیل فرض کفایہ ہے یہ ہر فرد پر واجب ہے اور جب تک کوئی اس فرض کو ادا کرنے کے لیے تیار نہ ہو، سارے معاشرے پر یہ فرض باقی رہتا ہے، گویا اسلام نے اس کو اجتماعی ضرورت قرار دے کر اس پیشہ اور اس علم کا مقام بلند کیا۔

شریعت کا مقصد یہ ہے کہ طبیب معاشرے کی خدمت میں منہمک رہے جس طرح دوسرے ادارے یا شعبے باہمی تعاون اور باہمی امداد کی بنیاد پر سماج کی خدمت کرتے ہیں، طب کا پیشہ رکھنے والے بھی اسی بنیاد پر خدمت انجام دیں۔

اسلامی شریعت میں ایک طبیب کی اولین ذمہ داری، طب کی واقفیت ہے، اگر وہ اس فن سے واقف نہیں ہے، تو وہ علاج و معالجہ کا اہل نہیں۔ اور نقصان کی صورت میں طبیب کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا، جاہل طبیب کے سلسلے میں حدیث وارد ہے۔

"جس نے علاج معالجہ کو پیشہ بنایا اور وہ طب سے واقف نہیں، اور اس نے کسی کو نقصان پہنچایا، تو وہ اس کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا"

اسی حدیث کی روشنی میں فقہا نے جاہل طبیبوں کو علاج و معالجہ کی اجازت نہ دینے اور اس شے سے اس کو باز رکھنے کو واجب قرار دیا ہے۔ امتناعی قوانین کے سلسلے میں فقہاء کا فیصلہ ہے کہ تین آدمیوں کو قانوناً باز رکھا جائے گا۔

جاہل طبیب، جو لوگوں کو اپنی جہالت سے نقصان پہنچاتا ہے۔

قیاس سے فتویٰ دینے والا، اور مکار مفلس،

یہ تین افراد معاشرے کی صحت و سلامتی کے دشمن ہیں اور امام احمد کا فتویٰ ہے کہ جاہل طبیب کے لیے علاج معالجے کا پیشہ حرام ہے خطابی کا فتوا ہے کہ اگر فن طب سے ناآشنا شخص نے علاج کیا اور مریض مر گیا، تو اگرچہ یہ فقہی رعایت موجود ہے کہ علاج اس نے مریض کی اجازت سے کیا مگر اس کے مغالطے اور دھوکے کی وجہ سے طبیب سے قصاص کا مطالبہ کیا جائے گا۔

لیکن ایک ماہر طبیب مریض کے نقصان کا ذمہ دار نہیں، اگر مریض کی موت بھی واقع ہو جائے تو طبیب سے کوئی باز پرس نہ کی جائے گی، اور اس کو علاج معالجہ کا پیشہ جاری رکھنے

کی قانونی اجازت بدستور باقی رہے گی، مریض کی موت کو قضائے الٰہی تصور کیا جائے گا جہاں ہر تدبیر ناکام رہتی ہے

۲۔ شریعت نے طبیب کے لیے، علاج معالجہ کی اجازت کے حصول کو ضروری قرار دیا ہے، طبیب جب اجازت چاہے تو اجازت دینا واجب ہے اور اس میں مریض کی شفایابی کو شرط نہیں رکھی جا سکتی، چونکہ طبیب کو اپنے فن پر دسترس حاصل ہے اس لیے اگر وہ اپنی علمی یا عملی، بصیرت و تجربہ کی بنا پر اجازت نہ بھی لے تو اس کا یہ حق تسلیم کیا جائے گا، اور اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔

اس بات پر فقہا کا اتفاق ہے وہ اس باب میں یقیناً مختلف الرائے ہیں کہ طبیب کو مریض کی موت یا اس کے نقصان کی ذمہ داری سے مستثنا کرنے کی اصل علت کیا ہے، چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا خیال ہے کہ اصل علت اجتماعی ضرورت ہے اس کے بعد مریض یا پھر اس کا ولی ہے اور امام شافعیؒ کا خیال ہے کہ اصل علت وہ مریض ہے، جس کے علاج کا قصد طبیب نے کیا ہے اور طبیب اصلاح ہی کا ارادہ رکھتا ہے نہ کہ نقصان پہنچانے کا۔

ابن مالک کا خیال ہے کہ اصل علت حاکم کی اجازت ہے اور مریض کی اجازت کی حیثیت ثانوی ہے۔ ان دو شرطوں کے اجتماع کی صورت میں طبیب کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ ہاں اس صورت میں جب کہ طبیب نے اصول فن کی خلاف ورزی کی ہو یا اپنے کام میں کوتاہی کی ہو۔

جہاں تک طبیب سے غلطی کے ارتکاب کا تعلق ہے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی خطا کی واضح صورت کیا ہے؟ دراصل علماء شریعت نے طبیب کی ایسی غلطی کی طرف اشارہ کیا ہے جو اصول فن اور اصول علم طب کے لحاظ سے فحش ہو، وہ چھوٹی موٹی غلطیاں جن کا فطری طور پر امکان موجود ہے، طبیب ان کے لیے قابل مواخذہ نہیں لیکن وہ غلطیاں جو فن سے بے خبری اور عدم مہارت کا نتیجہ ہیں مثلاً وہ دانت نکال دینا جس میں درد نہ ہو، یا مریض سے مناسبت نہ رکھنے والی دوا دینا، یقیناً طبیب کی ان غلطیوں میں سے ہے جن کا مواخذہ ہوگا اور طبیب کو ذمہ داری سے مستثنا نہیں قرار دیا جائے گا لیکن بعض فقہا نے زیادہ دقت نظر کے ساتھ بحث کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ خطا اور تقصیر دو علاحدہ علاحدہ چیزیں ہیں، طبیب سے اگر خطا ہوئی ہے، تو وہ مریض کے نقصان کا ذمہ دار اس لیے نہیں ہے کہ اس نے اپنے امکان

کے بہ قدر، علاج اور دوا کی کوشش کی، لیکن تقصیر تو ایسی کوتاہی ہے، جو اس نے دیدہ و دانستہ کی ہے۔ اس لیے اگر یہ الزام ثابت ہو جائے تو طبیب سے قصاص کا مطالبہ کیا جائے گا، اصل وجوب علاج کی کوشش ہے۔ اور اگر اس اثنا میں غلطی سرزد ہو گئی تو طبیب نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے، اس لیے وہ ذمہ دار نہیں فحش غلطی کی صورت الگ ہے۔ بہر حال معمولی غلطی فحش غلطی اور کوتاہی وغیرہ کے مفہوم میں اجتہاد سے کام لیا جا سکتا ہے اور فقہا کی یہ بحثیں خود اس ثبوت کے لیے کافی ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

ارشاد نبوی ہے

"جس نے اجتہاد کیا اور اس سے غلطی ہو گئی تو اس کے لیے بھی اجر ہے اور اور جس نے صحیح اجتہاد کیا اس کے لیے دو اجر ہیں۔"

شریعت اسلامیہ اطبا کے لیے اجتہاد کو مباح قرار دیتی ہے، وہ امراض کے علاج میں اپنے رفقا سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے اجتہاد سے کام لے سکتے ہیں جب کہ اس کا اجتہاد صحیح اور سلیم خطوط پر مبنی ہو، مثال کے لیے یہ واقعہ اپنے پیش نظر رکھیں کہ ایک بچہ چھت سے گر گیا، اس کا سر پھٹ گیا۔ ایک جراح نے کہا کہ اگر اس کے سر کا اپریشن کیا گیا تو بچہ مر جائے گا، دوسرے نے کہا کہ اگر آج تم لوگوں نے اس کے سر کو شق نہیں کیا تو میں کروں گا، اور بچہ اچھا بھی ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے شق کر دیا، ایک یا دو دنوں کے بعد بچہ مر گیا لوگوں نے فقیہ سے پوچھا، فقیہ نے کہا کہ شق کرنا اصول اور عادت کے مطابق تھا، پھر یہ کہ اجازت بھی لی گئی تھی، اس لیے طبیب ذمہ دار نہیں، لوگوں نے کہا کہ طبیب نے کہا تھا کہ اگر مریض مر گیا تو میں ذمہ دار ہوں، ذمہ داری کا تعلق صرف اس بات سے ہے کہ کوئی فحش فنی غلطی اس سے سرزد نہ ہو، علاج و تدبیر کی کامیابی اس کے ذمہ نہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علمائے شریعت کس طرح علمی تجارب کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور ان تجربات سے کیسے کیسے اہم انکشافات ہوئے آج اگر تجربات کا حق طبیب سے سلب کر لیا جائے، تو علاج معالجے کا فن جمود آشنا ہو جائے گا۔

(اخبار الطب ستمبر ۸۱)

پیشہ طبابت کی تعریف اور اس کا تعارف:

علاج معالجہ یا ازالہ مرض کی کوشش ایک معزز پیشہ ہے اور اللہ نے اپنی قرآنی نعمت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ وہ شفا ہے ان تمام امراض کے لیے جو سینوں میں باری تعالٰی نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو اس معجزے سے سرفراز فرما کر اس پیشے کو مزید اعزاز بخشا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے رب کی نعمتوں کا شمار کرتے کہا تھا "واذا مرضت فھو یشفین

ترجمہ:۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا بخشتا۔

دوسرے علوم کی طرح علم طب بھی باری تعالٰی کے علم کل کا ایک حصہ ہے جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے "علم الانسان مالم یعلم"

ترجمہ:۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

اس کے مطالعے نے اللہ تعالٰی کی ان نشانیوں سے پردہ اٹھایا ہے جو مخلوقات کے اندر موجود ہیں اور یہ حکم قرآن کریم کی اس آیت سے ظاہر ہے وفی انفسکم افلا تبصرون (تم اپنی ذات پر غور کیوں نہیں کرتے) طبیب کا علاج مخلوقات میں رحمت خداوندی کے نزول کا ذریعہ ہے اور یہ مشغلہ وسیلہ رزق ہونے کے علاوہ اعلیٰ ترین عبادت بھی ہے جس طرح اللہ کی رحمت سورج کی روشنی ہوا، پانی اور روزی کی شکل میں عام ہے اور اس میں گنہگاروں کو اچھے برے دور نزدیک دوست اور دشمن کے درمیان کوئی امتیاز نہیں پیشہ طبابت کو بھی اپنا فیض عام رکھنا چاہیے۔ طبیب کو علاج معالجے کے سلسلے میں اپنے بیگانے دوست دشمن اچھے اور برے میں کوئی تفریق نہیں کرنی چاہیے۔ عوض و معاوضہ اور عدل و انصاف کے تصور سے بلند ہو کر حالات و واقعات کا اثر قبول کیے بغیر یکسوئی کے ساتھ مخلوق کی نفع رسانی کے کام میں مشغول رہنا چاہیے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے طرز عمل کو عدم سے زیادہ رحم کا ترجمان ہونا چاہیے۔

مندرجہ بالا اصولوں کے پیش نظر پیشہ طبابت کی اپنی ایک الگ انفرادیت اور خصوصیت ہے۔ یہ کسی سماجی، سیاسی، یا فوجی نوعیت کا کوئی دباؤ نہیں قبول کرتا اور نہ ذاتی مخاصمت کا کوئی اثر لیتا ہے۔ ترقی پذیر سیاست کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہمیشہ طبیب کی ان خصوصیات کو برقرار رکھا جائے اور اسے کسی قسم کی دشمنی عداوت یا مخاصمت سے متاثر نہ ہونے دیا جائے۔

طبیب کے پیشے کو مذہبی طور پر "فرض کفایہ" کا درجہ حاصل ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر انسانی طبقے میں کم از کم ایک فرد یا چند افراد اس پیشے کو اپنا لیں (تو ساری جماعت کا فرض ادا ہو جاتا ہے) حکومت پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ فن طبابت کے ہر شعبے کے لیے مخصوص ماہرین مہیا کرے۔ اسلام کی رو سے تو یہ فرض قوم اور رعایا کی طرف سے ہر حاکم پر عاید ہوتا ہے۔

ایسا وقت بھی آ سکتا ہے کہ ملک میں حسب ضرورت طبی ماہر موجود نہ ہوں تو بیرونی ممالک سے بلائے جائیں، حکومت یا ارباب انتظام کا یہ فرض ہے کہ اس ضرورت کی تکمیل کا سامان کریں۔ یہ بھی حکومت کے فرائض میں سے ہے کہ ملک کے لائق نوجوانوں کو طب کی تعلیم کے لیے منتخب کیا جائے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ ملک میں ایسے ادارے، مدرسے، مطب، ہسپتال و دیگر مراکز جگہ جگہ قائم کیے جائیں اور ان کو مناسب طبی سامان فراہم کیا جائے تاکہ وہاں حسب ضرورت طبی ماہرین کی تربیت ہو سکے۔

علاج معالجہ معاشرے کے لیے ایک مذہبی فریضے کی حیثیت رکھتا ہے اور مذہب ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ضروریات کی تکمیل کے سامان مہیا کیے جائیں تعزیرات ملک یا قانون کے ضابطوں کی رو سے اگر کوئی مشکل ہو تو استثنا کے اصول کے تحت اس دشواری کا حل نکالا جا سکتا ہے تاکہ طب کی تعلیم میں کوئی دشواری باقی نہ رہے۔ اس سلسلے میں ایک مثال جسم انسانی (زندہ یا مردہ) کے امتحان کی ہے۔ ایسا امتحان اگر ضروری قرار پائے تو خدائے برحق کو حاضر و ناظر سمجھ کر تقوی کا پورا لحاظ اور جسم انسانی کے پورے احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے امتحان سے گریز یا اجتناب نہیں کرنا چاہیئے۔

حیات انسانی کے تحفظ کے سلسلے میں یاد رکھنا چاہیئے کہ مریض کی حیثیت عرفی اس کے احساسات، نزاکت طبع، ذاتی کوائف اور اعضائے مخصوصہ کے اسرار نہانی کا احترام بہت ضروری ہے بلکہ علاج کا ایک اہم حصہ ہے۔ زیر علاج مریض کا یہ حق ہے کہ اس کی ہر طرح تیمار داری کی جائے۔ حفاظت کی جائے اس کا علاج اس توجہ کے ساتھ کیا جائے کہ خود مریض کو بھی اطمینان حاصل ہو۔ طبیب کو بے شک یہ حق حاصل ہو کہ وہ زیر علاج مریضوں کو بعض عام ضابطوں سے مستثنی کر دے اور اس کے علاج کا حق ادا کر دے۔ فرائض کی ادائیگی میں ضمیر کی آواز کو بڑا دخل ہوتا ہے

احسان کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو کیوں کہ تم اگر اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین

ایک طبیب کے لیے بہت ضروری ہے۔

الغزالیؒ نے ہمیشہ طبابت کو اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں "فرض کفایہ" کہا ہے۔ یعنی ایک قدرتی بات ہے کیوں کہ صحت و سلامتی ایسی بنیادی ضرورت ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کسی طرح بھی صحت انسانی میں فتور واقع ہو جائے تو انسان کے لیے دنیا بے کیف ہو جاتی ہے اور زندگی کھانے پینے اور تھوڑے سامانوں تک محدود ہو جاتی ہے۔

طبیب کے لیے بعض ایسی چیزیں بھی مباح ہیں جو دوسروں کے لیے نہیں، مثلاً جسم انسانی کے پوشیدہ حصوں کا معائنہ قرآن کا ارشاد ہے فمن اضطر فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم مباح ہے، اس کے لیے جو مجبوری میں گرفتار ہو اور قانون کا بھی بنیادی نکتہ ہے کہ اضطراری ضرورت کے فرائض قطع ہو جاتے ہیں اور حرام، حلال ہو جاتا ہے، بشرطیکہ گناہ کا ارادہ نہ ہو۔

تاریخ اسلام کے ابتدائی زمانے ہی میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں خواتین کا گروہ زخموں کی مرہم پٹی اور دوا دارو کے لیے موجود تھا اور یہ عمل پردے کی پابندی سے مستثنیٰ تھا، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

بیرونی ملک یا دوسرے مذہب کے ماہروں کی خدمات حاصل کرنے کا سوال پیدا ہو تو مریضوں کی کیفیت اور مرض کی نوعیت کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اور اس طبی ماہر کی صلاحیت و قابلیت کا اطمینان کر لینا چاہیے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں نے جندیا پور کے مسیحی اطباء کی بھی خدمات حاصل کی تھیں اور حکومت نے ان کے ساتھ اعزاز و اکرام کا معاملہ کیا تھا۔ ہجرت کے وقت عبداللہ اریقط کا انتخاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے کیا تھا کہ وہ مدینے کے راستے سے واقف تھے۔ اریقط کے کفر کے باوجود راستے کے علم سے استفادے کو مباح رکھنا اس امر کا اشارہ ہے کہ علم کے سلسلے میں کسی تعصب کو راہ دینا سنت نبوی کے خلاف ہے۔

طبیب کے اوصاف:

ایک طبیب میں اولین وصف خدا وند تعالیٰ پر اس کا راسخ ایمان اور غیر متزلزل یقین ہے۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اس کی بتائی ہوئی ذمہ داریاں پوری کرے اس کے جلال و عظمت کا قائل ہو اس کی فرماں برداری کرتا رہے۔ اوامر الٰہی پر عمل پیرا اور منہیات

سے اجتناب قطعی کے ساتھ خدا کو جلوت و خلوت میں حاضر و ناظر سمجھتا ہو۔

طبیب کا صاحب عقل و خرد ہونا بھی ضروری ہے وہ ممانعت و سرزنش بھی کرے تو با
وقار طریقے سے اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مزاج ہو متبسم رہے مریض و حاضرین کی حوصلہ
افزائی کرتا رہے نہ کہ انہیں مایوسی کی طرف راغب کرے۔ تیوری پر بل ڈالے رہے، وہ محبت
شفقت کا برتاؤ کرے نہ کہ نفرت و حقارت کا اس میں برداشت و تحمل کا مادہ ہونا چاہیے
نہ کہ مغلوب الغضب اور چڑچڑا ہو۔ طبیب کو کبھی انتقامی کارروائی کا خیال تک نہ کرنا چاہیے بلکہ
ہمیشہ رحم و ترحم اور معافی تلافی کا سلوک کرنا چاہیے۔ جیسے رحم و کرم عفو درگزر اور پردہ پوشی
جیسے اسوۂ انبیاء کی اتباع کرنی چاہیے۔ ملامت، سزا، عقوبت اور تعزیر کو اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے

طبیب کو چاہیے کہ اپنے اقوال و افعال پر پورا قابو رکھے، خوش مزاج ہو صدق مقال
ہو، اور اعتراض اور مخالفت کی صورت میں متانت و سنجیدگی برقرار رکھے۔ الفاظ میں نفاست
درمی برتے، مزاح و ملاطفات میں بھی طرز گفتار سطحی نہ ہو اور آواز مدہم رکھے کبھی لہجے میں خشونت
اور خشکی نہ ہو اور وضع قطع میں نفاست کا خاص طور سے لحاظ رکھے۔ میلا کچیلا اور بدہیت نہ
بے ایثار و بیر اور طرز عمل ایسا رکھے کہ لوگ اعتبار و اعتماد کریں۔ پورے بھروسے کے ساتھ اپنی
بات اس سے کہے اور اس کا ادب کرے۔ کیسے ہی غریبوں یا بڑے بڑے امیروں سے سابقہ
پڑے وقار و متانت ہر حال برقرار رکھے۔ اپنے کسی طرزِ عمل سے پیشہ طب کو رسوا نہ ہونے دے۔

ایک طبیب کا عقیدۂ راسخ یہ ہونا چاہیے کہ حیات انسانی ایک عطیۂ خداوندی ہے۔ وہی انسانی
جان کا مالک حقیقی ہے اور وہی اس عطیے کو واپس لے سکتا ہے کوئی اور نہیں نیز یہ کہ موت اس موجودہ
زندگی کا خاتمہ ضرور ہے لیکن ایک دوسری زندگی کی ابتدا بھی ہے۔ موت برحق ہے اور سوائے
خدائے واحد کے سب کچھ فانی ہے۔ موت و حیات کے معاملے میں طبیب کی حیثیت ایک
ایسے سپاہی کی ہے جسے زندگی کی حفاظت کا کام سونپا گیا ہے اور کام اسے حتی المقدور کرنا ہے

طبیب کو خود اپنی صحت کا خیال رکھ کر دوسروں کے لیے اچھی مثال قائم کرنی چاہیے
یہ بات ایک طبیب کو زیبا نہیں دیتی کہ وہ اپنے بنائے ہوئے اصولوں پر خود عمل پیرا نہ ہو۔
طبیب کو چاہیے کہ علم طب کی ترقی اور تحقیقاتی کام سے غافل نہ رہے۔ یہ بات مریض کے
لیے باعث طمانیت ہوگی کہ اس کا معالج اپنے فن پر حاوی اور اپنے اصولوں پر خود پوری
طرح عمل پیرا ہے۔ باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ہم ہدایت فرمائی ہے۔

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)

اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے ۔

اسلام میں کوئی نقصان ہے نہ کسی کو پہنچاتا ہے۔

طبیب کو ہمیشہ حق گو اور راست گفتار ہونا چاہیئے۔ بول چال میں تحریر میں شہادت گواہی، صداقت نامے میں طبیب سے توقع یہی ہے کہ وہ سچائی اور صرف سچائی سے کام لے گا۔ مذہب، عقیدہ لالچ، طمع، افسری ماتحتی کسی طرح کا دباؤ اسے کسی ایسے بیان دینے یا ایسی تحریر دینے پر مجبور نہ کرے جسے وہ صداقت سے بعید سمجھتا ہو۔ شہادت یا صداقت نامہ اسلام میں ایک بڑی اہم اور ذمہ داری کی بات ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ سے پوچھا "میں تم کو بتاؤں سب سے بڑے گناہ کیا ہیں" جب ان سب نے سننے کا اشتیاق ظاہر کیا تو حضور نے فرمایا "خدا کا شریک ٹھہرانا ماں باپ کے فرائض سے کوتاہی کرنا" اور پھر کچھ توقف فرما کر ارشاد ہوا "بے شک جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی (شہادت) دینا۔

طبیب کو اصول قانون عبادات اور ضروری بنیادی فقہی مسائل بھی ازبر ہونے چاہئیں تاکہ اگر مریض کو ضرورت ہو اور وہ اپنی جسمانی مجبوریوں سے متعلق عبادات کی ادائیگی کے سلسلے میں استفسار کرے تو طبیب اس کی تشفی کر سکے یہ عام بات ہے کہ جسمانی مجبوریاں اور معذوریاں عورت اور مرد دونوں کو لاحق ہو سکتی ہیں مثلاً (عورت کے لیے) دوران حمل۔ نماز، روزہ، حج حتیٰ کہ خاندانی منصوبہ بندی وغیرہ کے بارے میں بھی طبی مشورے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اگرچہ یہ مسلّمہ امر ہے کہ اضطراری ضرورت کے وقت فرائض ساقط ہو جاتے ہیں اور حلت و حرمت کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا تاہم ایک مسلمان طبیب کا فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے وہ اپنے مریض کو دواؤں کے استعمال میں یا علاج کے کسی سلسلے میں خواہ کھلانے پلانے کی دوا ہو یا عمل جراحی کی ضرورت، ہر طرح اس کی کوشش کرے کہ وہ حدود شرعیہ سے متجاوز نہ ہو۔

طبیب، حکیم، ڈاکٹر یا معالج کی حیثیت دراصل یہ ہے کہ اسے خالق کل نے صحت حیات انسانی کے تحفظ کے لیے ایک ذریعہ وسیلہ یا واسطہ مقدر کیا ہے وہ انسانوں کو بیماریوں سے بچائے رکھنے کے لیے قدرت خداوندی کا ایک آلہ کار ہے اور اپنی اس حیثیت کے لیے طبیب کو ہمیشہ باری تعالیٰ کا شکر گزار رہنا چاہیئے۔ اور اس سے استعانت کرنی چاہیئے۔ ایک طبیب کو اس کی منکسر المزاجی اس طرح مریض کو متاثر کرتی ہے جس طرح معالج کی اعلا صلاحیت اور

جہالت ولاعلمی کے اثرات منفی ہوتے ہیں، مریض کی موت پر طبیب کی ان خصوصیات کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ طبیب پر انسانوں کی جو ذمہ داری ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے اوقات کی تقسیم میں حق داروں کا زیادہ لحاظ رکھے بالکل اسی طرح جیسے کم آمدنی والے غریب لوگوں کا امیر طبقے کی آمدنی میں ایک حق معین اور مسلم ہوا کرتا ہے۔ طبیب پر غریب طبقے کے مریضوں کا یہ بھی حق ہے کہ ان کی خاطر طبیب نئے نئے تجربوں اور طبی ترقیات کا برابر مطالعہ کرتا رہے۔

طبیب کو اس کا اندازہ ہونا چاہیے کہ اسلام میں حصول علم پر بہت زور دیا گیا ہے۔ علاج معالجے اور شعبۂ طبابت کے عملی پہلو کے علاوہ بھی حصول علم کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔ نص قرآنی ہے۔

وقل رب زدنی علما۔ اور آپ کہا کیجیے اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ کر۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ اللہ سے ڈرنے کا حق تو اس کے بندوں میں وہی ادا کرتے ہیں جو عالم ہیں۔

ویرفع اللہ الذین آمنو منکم والذین اوتو میں سے جو ایمان لائے اللہ ان کا رتبہ بلند کرتا ہے۔ اور جن کو علم دیا گیا۔

اوتو العلم درجات ہے۔ ان کے مدارج تو بہت ہی بلند ہیں۔

طبیبوں کے باہمی تعلقات و روابط:

طبیب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اس مشن یا خدمت کی انجام دہی میں ایک دوسرے کے قریبی شریک ہیں جس کا اشارہ حسب ذیل آیت قرانی میں ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

اور اے لوگوں! نیکی و خدا ترسی پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ و سرکشی پر تعاون نہ کرو۔

ساری قوم کی صحت و سلامتی کی ذمہ داری مشترکہ طور پر تمام طبیبوں پر عاید ہوتی ہے۔ اپنے مخصوصی تجربوں اور علم و صلاحیت کے ذریعہ ہے یہ ایک دوسرے کا تکملہ کرتے ہیں۔ علم اور صلاحیتیں مختلف ہیں بعض کا تعلق امراض کی روک تھام سے ہے اور بعض کا علاج معالجے سے، اس طرح علاج خواہ نجی طور پر کیا جائے خواہ سرکاری سطح پر ایک طبیب اس اخلاقی ضابطے اور قوانین و روایات

کا بہر حال پابند ہے جو اس معزز پیشے سے متعلق ہیں۔

قوم کی ہیئت مجموعی میں ایک صاحب پیشہ کی حیثیت سے طبیبوں پر اجتماعی طور سے نیز انفرادی طور پر بھی یہ چند ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں مثلاً یہ کہ ایسی روایات قائم کریں اور ان کو فروغ دیں نیز ایسے ضوابط و قوانین تیار کریں جو ان کو اجتماعی نیز انفرادی طور پر اپنے فرائض کی انجام وہی میں ممکنہ حد تک مدد دیں۔

طبقۂ اطبا ایک ایسے رشتۂ رفاقت و مودت میں منسلک ہیں کہ ان سے توقع یہی رکھی جاسکتی ہے کہ ایک دوسرے کو بالمشافہ بھی اور ایک دوسرے کے غائبانہ بھی کلمۂ خیر سے یاد کرتے رہیں گے باہمی حفظ مراتب کا مظاہرہ کریں گے اور حسب طلب ایک دوسرے کو مشورے دیں گے۔ ایک دوسرے کی مدد پر کمر بستہ رہیں گے۔ کسی طبیب کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسرے طبیب کی غیبت کرے غیبت کو کلام پاک میں بھائی کا گوشت کھانے کے مماثل قرار دیا گیا اور نہ کسی طبیب کے لیے یہ کوئی مناسب بات ہے کہ وہ دوسرے طبیب کی خامی یا غلطی کو اچھالے یا اس کی شہرت کو داغ دار بنانے کی کوشش کرے ہر طبیب سے یہی توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ اپنے رفیق کار کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ قانون کے معاملے میں ایمان داری کے تقاضے پورے کرنے کے جرم کو روکنے یا عدالتی گواہی کے سلسلے میں بھی وہ اپنے ہم پیشہ کی بے جا حمایت و طرف داری کرے۔

طبیبوں کا باہمی تعلق ایسا ہونا چاہیے کہ ایک دوسرے کے علم و تجربے میں اضافہ ہو نہ کہ باہمی رقابت اور مسابقت زور پکڑ جائے۔ مریضوں کے مفاد کی خاطر صدق دل سے باہمی تعاون جاری رہنا چاہیے۔

دوسرے طبیب یا طبیبوں سے چھپائے رکھنا نہ چاہیے۔

یہ ساری تفصیلات صاف گوئی کے ذریعہ با سلیس عبارت میں لکھ کر (حسب طلب) دوسرے طبیب یا طبیبوں کو دے دینا چاہیے۔ البتہ اس ساری تفصیل کے لیے ضروری ہے کہ (غیر متعلقہ لوگوں سے) پوشیدہ رکھی جائیں اور صرف طبیبوں کے حلقے تک محدود رہیں۔

اگر طبیب کو علاج کے بارے میں کوئی مشکل یا شک ہو تو اس کا فرض (اور مریض کا حق ہے) کہ دوسرے طبیبوں سے مشورہ کیا جائے اور ضروری ہو تو خصوصی ماہر کی خدمات حاصل کی جائیں اس سلسلے میں بھی نص قرآنی ہے

کاتم العلم ملعون علم کے چھپانے والے پر لعنت ہے۔

خصوصی ماہر اپنے علم و تجربے کی بنا پر علاج کرے گا لیکن اسے چاہیے کہ اصل معالج کو بھی تفصیل سے آگاہ کرتا رہے۔

طبیب کا یہ فرض ہے کہ اپنے سے کم تر اطباء (جونیروں) کو اپنے تجربات اور علم سے استفادے کا موقع دیں۔ اس کا یہ بھی فرض ہے کہ اپنے جونیروں کا مناسب تعلیم اور تربیت کا بندوبست کرے کیوں کہ اس کا علم سے استفادہ کرنا حق ہے۔ طبیب کے ہم عصروں کا مریضوں کا، خود پیشۂ طب کا اور آئندہ آنے والی نسلوں کا بلکہ نسلاً بعد نسل کا۔

"اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث شریف یاد رکھنا ضروری ہے......

کہ مرنے کے بعد انسان کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے صرف تین صورتیں اس کی یاد اور اس کے ثواب کے لیے رہ جاتی، یا تو اس کا کوئی صدقہ جاریہ ہو یا پھر اس کا علم جس سے لوگ استفادہ کر سکیں یا اس کی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔

طبیبوں کو ایسی تمام صورتوں میں ایک دوسرے کے ساتھ پورا پورا تعاون کرنا چاہیے اور فوراً ایک دوسرے کی مدد کو پہنچنا چاہیے۔ خاص طور پر اس وقت جب کوئی طبیب بیمار ہو جائے یا اس کے خاندان کا کوئی فرد کسی مرض میں مبتلا ہو یا کوئی ایسی ناگہانی مصیبت یا ضرورت پیش آجائے یا وہ فوت ہو جائے۔

فی زمانہ علاج معالجے کا معاملہ صرف طبیب کی حد تک محدود نہیں رہ گیا ہے بلکہ طبیب نرس، امراض، دواؤں کی تجربہ گاہوں اور سماجی بہبود کے ادارے سب مل کر ایک ایسے گروہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جو مریض کو مدد کرتا ہے۔ موجودہ زمانے کے طبیب کو چاہیے کہ اس اجتماعی کام کے جذبے کی قدر کرے اسے فروغ دے اس میں دوسروں کا ہاتھ بٹائے تعاون کرے تاکہ مریض کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچ سکے۔

یہ طبی ضابطۂ اخلاق صرف طبیبوں کے لیے نہیں بلکہ اس کا اطلاق ان تمام افراد پر بھی ہونا ہے جو صحت عامہ کے کام سے کسی نہ کسی طرح متعلق ہیں۔

طبیب اور مریض کا باہمی تعلق:

طبیب کا وجود مریض کی بدولت ہے نہ کہ مریض طبیب کی خاطر۔ اصل مقصدِ حیات صحت طلبی ہے اور طبی خدمت حصول مقصد کا ذریعہ "مریض" کی حیثیت آقا یا حاکم مخدوم کی ہے اور

"طبیب" اس کا خادم۔ حدیث شریف میں ہے۔ الضعیف امیر الرکب رکم زور آدمی شہ سوار کا سردار ہے) اس لیے کہ اس کی حالت دیکھ کر ہی قافلہ کی رفتار کا تعین کیا جاتا۔ قواعد و ضوابط دوا وُں کا نظام الاوقات، تیمار داری اور خدمات سب مریض کی حالت دیکھ کر مرتب کی جاتی ہیں اور ان سب کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ مریض کو آرام و صحت حاصل ہو۔ دوسرے تمام مصالح اسی کلیے کے تحت متعین کیے جاتے ہیں۔

سب سے زیادہ فوقیت اور اہمیت بیماری کو دی جاتی ہے اور اس وقت تک جب تک وہ بیمار ہے، اس میں مریض کا سماجی رُتبہ، اس کی مالی حیثیت سرکاری رتبہ یا ذاتی تعلقات کو مدخل ہونا ہے نہ ہونا چاہیے۔ طبیب کا مریض کے ساتھ برتاؤ رکھ رکھاؤ طبیب کے ایمان و عمل کا معیار سمجھا جاتا ہے۔

ایک طبیب کا دائرہ اخلاق نیکی، رواداری، دبردباری کی صلاحیت اتنی عام ہونی چاہیئے کہ مریض کے اعزا اقربا بھی اس سے استفادہ کر سکیں اس کے دوست اور وہ سب لوگ بھی جو مریض کے تیمار دار ہوں طبیب کی ان خصوصیات سے مطمئن رہیں۔ البتہ یہ ضرور دیکھنا ہو گا کہ پیشے کے لحاظ سے جن باتوں کو راز رکھنا ہے ان کا افشا نہ ہو۔

صحت انسان کی ایک ضرورت ہے کہ یہ کوئی ذریعہ تعیش نہیں ہے۔ اس لحاظ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے، طبّ کا پیشہ اس لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے کہ کسی مریض کا علاج معالج سے محض اس لیے محروم نہیں رکھا جا سکتا کہ مالی معاوضہ ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ طبّ اور طبّی خدمات کے بارے میں ایسے کئی سرکاری قوانین مرتب ہونے چاہئیں جن کی رو سے ہر صاحب ضرورت مریض کو طبّی امداد بروقت مل سکے اور یہ مریضوں کا قانونی حق تسلیم کیا جائے۔

نجی مطب کرتے والے طبیبوں کو معاوضہ (فیس) وصول کرنے کا حق ہونا چاہیئے۔ یہ ان کا قانونی حق ہے۔ ایسی آمدنی قطعی طور سے جائز ہے اور خود طبیب کا ضمیر اس کا محاسب ہے اسے خوب معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے طرز عمل کو دیکھ رہا ہے۔ اگر طبّی ضرورت کے تحت ایک غریب آدمی بیمار ہو کر طبیب کے پاس اعانت کے لیے پہنچا ہے تو یہ طبیب کا فرض ہو جاتا ہے کہ اس کے ساتھ مہربانی اور خوش اسلوبی سے پیش آئے اور فیس پر اصرار نہ کرے کہ فیس کی ادائیگی مرض کی تکلیف پر مستزاد ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ جو کچھ ایک غریب صاحب ضرورت کی امداد کی

جائے وہ گویا خداوند تعالیٰ کے پاس امانت رکھوادی گئی ہے۔ خیرات صرف مال متاع پر ہی واجب نہیں بلکہ انسان کی تمام صلاحیتوں، علم اور استعداد سب پر واجب ہے۔ معزز پیشۂ طبابت کا اصل مقصد انسانوں کی خدمت کرنا ہے نہ کہ کسی ضرورت مند کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانا۔

ایک طبیب کو یہ پورا حق ہے کہ وہ نفاست پسندانہ زندگی گزارے، صاف ستھری آمدنی حاصل کرے لیکن اس کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ پیشۂ طبابت کے اعلیٰ معیار کو قائم رکھے۔ اس کے وقار کو ٹھیس نہ لگنے دے، پروپیگنڈے کے ہتھکنڈوں سے میلوں دور رہے۔ کمیشن یا ایسی کسی غیر معقول آمدنی کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

پیشہ ورانہ رازداری:

دوسروں کے رازوں کو محفوظ رکھنا ہر صاحب ایمان کا فرض ہے۔ یہ فرض طبیبوں پر اور زیادہ شدت سے عائد ہوتا ہے کیوں کہ لوگ اپنے مرض یا تکلیف کے سلسلے میں بلا جھجک ایسی باتیں طبیب سے کہہ دیتے ہیں جن کی حیثیت راز کی ہوتی ہے اور طبیبوں سے قدیم روایت کے مطابق یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایسی باتوں کو راز ہی رکھیں گے۔ یہ روایت ابتدائے آفرینش سے پیشہ طبابت کے ساتھ منسلک ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منافق کی علامت یہ بتائی تھی کہ اس کا قول جھوٹا اور ناقابل اعتبار ہوتا ہے، وہ وعدہ خلاف ہوتا ہے اور کسی کا راز محفوظ نہیں رکھتا۔ طبیب کا فرض ہے کہ مریض سے جو کچھ سنے یا جو کچھ دیکھے اور جو نتیجہ اخذ کرے وہ سب راز سربستہ رہے۔ اخلاق انسانی کا بھی تقاضا ہے کہ طبیب کو جو کچھ بھی مریض سے معلوم ہو اسے راز رکھے اور مریض کے اس قانونی حق کا احترام کرے کہ اس کی راز ہی رہیں گی۔ اس اصول کی خلاف ورزی سے نہ صرف معزز پیشۂ طبابت کو نقصان پہنچے گا بلکہ بہت سے مریض افشائے راز کے خوف سے طبیب سے رجوع ہی نہ کریں گے اور علاج معالجے سے محروم رہ جائیں گے۔

مایوس اور لاعلاج مریضوں کے ساتھ معالج کا طرز عمل:

طبیب کا کام زندگی کا تسلسل قائم رکھنا ہے نہ کہ موت مدارج کا تسلسل!

طبیب ایسا کوئی تعطلی قدم نہ اٹھائے جو مریض کا سلسلہ حیات ختم کرنے کے مترادف ہو۔

کسی شخص کو مردہ ثابت کرنا بڑی سخت ذمہ داری کا کام ہے اور یہ ذمہ داری صرف طبیب پر عائد ہوتی ہے ایک طبیب اس ذمہ داری کا پوری طرح احساس کرے گا اور پوری دیانت داری وایمان داری کے ساتھ اور یقین کے ساتھ اپنے فیصلے کا اعلان کرے گا اگر ذرا بھی شک ہو تو طبیب کو چاہیے کہ موجودہ زمانے کے وسائل سے مدد لے اور دوسروں سے بھی مشورہ کرے

طبیب کا فرض ہے جب مریض کی حالت بہت نازک ہے یا مایوس الاعلاج ہے تو باقی ماندہ زندگی کو بچانے کی پوری کوشش کے ساتھ ساتھ اس کی بھی کوشش کرے کہ جتنی زندگی باقی ہے وہ اچھی طرح گزرے۔ پوری توجہ کے ساتھ اخلاقی طور سے بھی اس کو تکلیف و درد سے (دواؤں کے ذریعہ سے) نجات دلانے کی کوشش کرے۔

طبیب پر یہ فریضہ بھی عائد ہوتا ہے کہ اگر مریض چاہے تو اُسے مرض کی تفصیل سے آگاہ کر دے۔ یہ مریض کا حق ہے۔ البتہ اس فریضے کی ادائیگی میں مختلف مریضوں کی کیفیات کا لحاظ رکھنا بھی طبیب کا فرض ہے۔ یہ لحاظ اندازِ بیان کے انتخاب کے ذریعہ رکھا جا سکتا ہے۔ مریض کی ذہنی اور نفسیاتی کیفیت کا اندازہ کرنا طبیب کا فرضِ اوّلیں ہے۔ یہ طبیب کی صلاحیتوں میں داخل ہے کہ پاس الفاظ کا ایسا ذخیرہ ہو اور ایسی قوتِ بیان کہ نہ تو مریض کو خوف زدہ کر دے اور نہ نئے نئے الفاظ اور محاورے استعمال کر کے بات کو ناقابلِ فہم بنا دے۔

بہر حال طبیب پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ مریض کی ہمت افزائی کرتا رہے اور تسکین وتسلی کا فریضہ بھی انجام دیتا رہے۔

باب

طبیب کی ذمہ داریاں

پیشۂ طبابت کے لیے قانوناً وہی لوگ موزوں سمجھے جاتے ہیں جو قانون کی مختلف دفعات کی رو سے تعلیم یافتہ تربیت یافتہ اور اہل قرار پائیں۔ اس سلسلے میں بھی حدیث بالکل واضح ہے من طبیب ولیس بہ بصر فی الطب فقد ضمن ۔ جس نے علاج کیا درآں حالیکہ اس کو علاج میں کوئی دخل نہیں تو اس نے گناہ کیا۔

طب میں خصوصی تعلیم کے فروغ کے ساتھ ساتھ اب یہ آسان ہو گیا ہے کہ مشکل امراض کے علاج کے لیے خصوصی ماہرین طب سے رجوع کیا جائے اور حدیث شریف ہے ہر آدمی کے لیے وہی کام آسان ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

ایک مریض کے سلسلے میں اگر کسی طبیب نے اپنی پوری صلاحیت اور معمول کے مطابق توجہ صرف کر کے مرض کی نوعیت اور اس کے علاج کی ایسی کوشش کی ہو کہ ویسی ہی صلاحیت رکھنے والے اور تعلیم و تربیت پائے ہوئے دوسرے اطباء اس اہتمام کو قابل اطمینان اور موزوں قرار دیتے ہیں تو نتائج جو بھی برآمد ہوں وہ طبیب ہرگز مورد الزام نہ ہو گا۔

دورانِ علاج یہ سمجھا جائے گا کہ مریض نے طبیب کو اپنے جسم کا وکیل مقرر کر دیا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ مریض نے جب کسی طبیب کو علاج کے لیے قبول کر لیا ہے تو یہ اس کی ضمانت ہے کہ طبیب جو طرز علاج منتخب کرے گا مریض اسے منظور کرے گا اگر دوران علاج عمل جراحی کی ضرورت کا احساس ہو تو طبیب اس قسم کی تحریر حاصل کرنے کا مجاز ہو گا تاکہ عواقب کی ذمہ داری اس پر عائد نہ ہو۔ اگر مریض اس طرز علاج (عمل جراحی) کے لیے رضامند نہ ہو تو یہ بھی ضابطہ تحریر میں آنا چاہیے اور اس پر مریض اور گواہوں کے دستخط لے لیے جانے چاہئیں۔

اگر مریض کی طرف سے عمل جراحی کی مخالفت محض خوف کی وجہ سے ہو رہی ہو تو

طبیب کو چاہیے کہ مسکنات کا استعمال کرا کے اسے ذہنی اعتدال تک لائے لیکن ایسی کوئی دوا نہ دی جائے۔ جس سے مریض کے ہوش و حواس مختل ہو جائیں صرف ایسی دوا دمسکن پر اکتفا کیا جائے جو مریض کو پورے دماغی وقلبی سکون کے ساتھ فیصلہ کرنے میں معاون ثابت ہوں مسکنات کے بجائے سب سے بہتر بات یہ ہوگی کہ طبیب اپنے طرز عمل سے بات چیت کے ذریعہ سے مناسب موزوں الفاظ استعمال کر کے مریض کی ذہنی کیفیت میں اعتدال پیدا کرے۔

ایسی صورتوں میں کہ عمل جراحی کی فوری ضرورت ہو اور ایسی کسی تدبیر کے بغیر کام نہ چلے تو طبیب کو اپنے اختیار و تمیز سے کام لے کر مناسب اقدام کر گزرنا چاہیے۔ خواہ نتیجہ کچھ بھی نکلے ذمہ داری طبیب پر نہ ہوگی بہ شرطے کہ طبیب نے جو اقدام کیا ہے وہ مسلمہ طبی اصولوں کے عین مطابق ہو اور طبیب کا یہ فعل اسلامی اصول کے عین مطابق سمجھا جائے گا کہ ضروریات حرام کو مباح کر دیتی ہیں۔

اس سلسلے میں دو باتیں قابل غور ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ مریض کی بات مان لی جائے اور اس کو بچانے کے الزام سے پرہیز کا "گناہ" سرزد ہو اور دوسری بات یہ کہ مریض کی بات نہ مان کر ایک "نیکی" کمائی جائے ایسی صورتوں میں "گناہ" بہتر ہے۔ ایسے "نیکی" سے کیوں کہ اس "نیکی" کے معنی یہ ہوں گے کہ مریض کو اجازت اور آزادی دے دی جائے کہ وہ اپنے آپ کو ختم کرے۔ اسلامی اصولوں کا تقاضہ یہ ہوا کہ "بدی یا گناہ" کو روکنے کے بجائے "نیکی" کمانے کی کوشش مناسب نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ "اپنے بھائی کی مدد کرو اگر وہ اچھا کام کر رہا ہو اور مدد کرو، اگر وہ غلط کام کر رہا ہو۔ جب استفسار کیا گیا کہ اچھے کام میں مدد دینا تو سمجھ میں آیا لیکن غلط کام میں مدد سمجھ سے باہر ہے تو ارشاد ہوا "غلط" کام میں مدد اس طرح دی جائے کہ اسے اس کام سے روکا جائے وہ اسی مدد کا محتاج ہے۔"

معزز پیشۂ طب سے منسلک لوگوں کی مداقعت کے لیے بنیادی مذہبی اصول یہ ہیں۔

۱۔ مسلّمہ مداقعت نامے۔ ۲۔ مریض کا طبیب سے علاج کرانے پر رضامند ہونا۔

۳۔ طبیب کی نیک نیتی اور مقصد واحد کہ مریض کو شفا ہو جائے۔

۴۔ کسی ایسی غلطی یا خطا کا سرزد نہ ہونا جو طب کے بنیادی قوانین میں مذکور ہو۔"

طبیب کو چاہیے کہ مسکنات کا استعمال کرا کے اسے ذہنی اعتدال تک لائے لیکن ایسی کوئی دوا نہ دی جائے۔ جس سے مریض کے ہوش وحواس مختل ہو جائیں صرف ایسی دواؤں پر اکتفا کیا جائے جو مریض کو پورے دماغی وقلبی سکون کے ساتھ فیصلہ کرنے میں معاون ثابت ہوں مسکنات کے بجائے سب سے بہتر بات یہ ہوگی کہ طبیب اپنے طرز عمل سے بات چیت کے ذریعہ سے مناسب موزوں الفاظ استعمال کر کے مریض کی ذہنی کیفیت میں اعتدال پیدا کرے۔

ایسی صورتوں میں کہ عمل جراحی کی فوری ضرورت ہو اور ایسی کسی تدبیر کے بغیر کام نہ چلے تو طبیب کو اپنے اختیار وتمیز سے کام لے کر مناسب اقدام کر گزرنا چاہیے۔ خواہ نتیجہ کچھ بھی نکلے ذمہ داری طبیب پر نہ ہوگی بہ شرطے کہ طبیب نے جو اقدام کیا ہے وہ مسلمہ طبی اصولوں کے عین مطابق ہو اور طبیب کا یہ فعل اسلامی اصول کے عین مطابق سمجھا جائے گا کہ ضروریات حرام کو مباح کر دیتی ہیں۔

اس سلسلے میں دو باتیں قابل غور ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ مریض کی بات مان لی جائے اور اس کو بچانے کے الزام سے پرہیز کا "گناہ" سرزد ہو اور دوسری بات یہ کہ مریض کی بات نہ مان کر ایک "نیکی" کمائی جائے ایسی صورتوں میں "گناہ" بہتر ہے۔ ایسے "نیکی" سے کیوں کہ اس "نیکی" کے معنی یہ ہوں گے کہ مریض کو اجازت اور آزادی دے دی جائے کہ وہ اپنے آپ کو ختم کرے۔ اسلامی اصولوں کا تقاضہ یہ ہوا کہ "بدی یا گناہ" کو روکنے کے بجائے "نیکی" کمانے کی کوشش مناسب نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ "اپنے بھائی کی مدد کرو اگر وہ اچھا کام کر رہا ہو اور مدد کرو، اگر وہ غلط کام کر رہا ہو۔ جب استفسار کیا گیا کہ اچھے کام میں مدد دینا تو سمجھ میں آیا لیکن غلط کام میں مدد سمجھ سے باہر ہے تو ارشاد ہوا "غلط" کام میں مدد اس طرح دی جائے کہ اسے اس کام سے روکا جائے وہ اسی مدد کا محتاج ہے۔"

معزز پیشۂ طب سے منسلک لوگوں کی مدافعت کے لیے بنیادی مذہبی اصول یہ ہیں۔

۱۔ مسلمہ صداقت نامے۔ ۲۔ مریض کا طبیب سے علاج کرانے پر رضامند ہونا۔

۳۔ طبیب کی نیک نیتی اور مقصد واحد کہ مریض کو شفا ہو جائے۔

۴۔ کسی ایسی غلطی یا خطا کا سرزد نہ ہونا جو طب کے بنیادی قوانین میں مذکور ہو۔"

طبیب اور معاشرہ :

طبیب ہر حیثیت سے معاشرے کا ایک جز ہے معاشرے کے عمل اور ردعمل سے پوری طرح تعلق اور اس کی فلاح کا طالب ہوتا ہے "جو کو مسلمانوں کے حالات و معاملات سے بے پروا اور لاتعلق رہے اس کا شمار مسلمانوں میں نہیں ہو سکتا۔"

طبیب کا کام محض مرض کے علاج پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے فرائض میں مرض کے انسداد کی پیشگی تدابیر بھی ہیں جیسا کہ نص قرآن میں ہدایت ہے " اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔"

انسداد کی پیشگی تدابیر کے سلسلے میں اس حدیث شریف میں اشارہ موجود ہے۔

"ایسی جگہ نہ جاؤ جہاں وبا پھیلی ہوئی ہو۔"

پیشہ طب سے منسلک لوگوں کا فرض ہے کہ مضر صحت باتوں کا انسداد کریں مثلاً تمباکو نوشی شراب خوری، غلاظت اور گندگی وغیرہ۔ حکومت پر پیشہ طب سے منسلک لوگوں کو زور دینا چاہیے کہ عوام کو تعلیم دیں اور ضروری معلومات فراہم کریں۔ ساتھ حکومت کا محکمہ عدلیہ بھی اس سلسلے میں ضروری قوانین نافذ کرے۔ ماحول کی آلودگی کے خلاف تحریک اور ماحول کو آلودگیوں سے پاک کرنا بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔

جنسی امراض جنسی بے راہ روی اور ان سے متعلقہ پیچیدگیوں سے بچنے کے لیے قدرت نے جو طریقے اور مدافتی تدابیر بنائی ہیں ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت بھی ہے کہ عصمت و عفت، پاکیزگی و طہارت نفس پر قابو رکھتے اور ارادۃً یا بلا ارادہ اپنے آپ کو یا دوسروں کو نقصان پہنچانے سے بچنے کے لیے جنہیں ایک طرح سے مذہبی حیثیت حاصل ہے تبلیغ کرنا بھی مدافعانہ تدابیر کی تعریف میں آتا ہے اور اس طرح پیشہ طب کے فرائض و واجبات میں شامل ہو جاتا ہے۔

بعض ترقی یافتہ ممالک میں (سوزاک و آتشک ایسے) امراض خبیثہ نے وبا کی صورت اختیار کر لی ہے حتی کہ وہاں کی حکومتوں کے محکمہ صحت کی طرف سے ایک طرح کی قومی ہنگامی صورت حال کا اعلان کرنے کی درخواست دی گئی ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اس سلسلے میں ماہرین طب کی طرف سے جو اشتہار یا اپیلیں شائع ہو رہی ہیں

سب میں ایک مشترکہ بات یہی ہے کہ خیر جو کچھ ہو رہا ہے ٹھیک ہے۔ اس میں شرم کی کوئی بات نہیں یہ قدرتی بات ہے لیکن جیسے ہی مرض کا شبہ ہو براہ کرم طبّی مشورہ ضرور لیجیے کسی اشتہار اپیل یا پمفلٹ میں کہیں یہ دیکھنے میں نہیں آتا کہ غیر فطری اور غیر اخلاقی طریق کار سے بچیں۔

ماحول کی پامالی، تمباکو نوشی، سیکرین کے استعمال مرغن غذاؤں کے خلاف طرح طرح کی اپیلیں اور علاج کے مشورے تو بہت ہیں لیکن اخلاقی نقطۂ نظر سے اس کی مذمت کو طبیبوں نے اپنے دائرہ عمل سے خارج سمجھ لیا ہے۔

پیشۂ طبابت سے منسلک مسلمان طبیبوں کو اسلامی تعلیمات سے واقف اور ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ ان مسلمان طبیبوں کو چاہیے کہ اسلامی معاشرے فی الوقت جو مختلف دائرہ ہائے عمل کارفرما ہیں ان کے بارے میں پورے اعداد و شمار اور پوری تفصیلات اپنے پاس رکھیں اور پھر اس بات پر غور کیا جائے کہ دوسرے معاشروں سے مسلمانوں کو کیا کیا استفادہ کرنا چاہیے دوسرے معاشروں کے تجربات کو کورانہ طور پر اپنانے کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔

معاشرے پر طبیب کا یہ حق عاید ہوتا ہے کہ اس پر پورا اعتماد کیا جائے اور وہ طبیب کے لیے اتنی آمدنی کا انتظام کر دے کہ وہ آرام سے زندگی بسر کرے اور اپنا وقار قائم رکھ سکے

طبیب کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ان حقوق کا اہل ثابت کرے ورنہ تعزیر کے لیے تیار ہے "اس وقت دنیا میں ہر جگہ ایسے لوگ موجود ہیں جو یا تو اس وجہ سے کہ ان کی خدمت کا اعتراف نہیں کیا جاتا یا ناواقفیت کی بنا پر یا پھر محض سنسنی پھیلانے کے شوق میں معزز پیشۂ طب کو بدنام کرنے پر تل گئے ہیں اس کا بُرا اثر صرف مریض پر پڑتا ہے، جو طبی امداد یا جرّاحی کے لیے طبیب کے پاس جانے پر مجبور رہے۔ کیسی ذہنی صعوبت اسے ہو گی اگر اسے یہ بتا دیا جائے کہ وہ طبیب اچھی سیرت و عادات کا مالک نہیں ہے۔ اخبارات پر خاص طور سے یہ ذمہ داری عاید ہوتی ہے کہ وہ اس صورت حال پر نظر رکھا کریں اور بغیر پوری تحقیق کے بدنام کن خبریں شائع کرنے سے پرہیز کریں۔ حکومت کے شعبۂ صحت کو چاہیے کہ ایسی مطبوعات کے خلاف نہ صرف قلیل المیعاد اقدامات کریں جن سے طبیبوں کی مدافعت مقصود ہو۔ بلکہ عام قومی مصالح کے پیش نظر خاصے طویل المیعاد اقدامات کریں۔ جہاں بدنامی اور بری شہرت کے اندیشے عام ہوں وہاں پیشۂ طبابت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتا۔ البتہ اگر

کسی طبیب سے کوئی ناشائستہ یا غیر قانونی حرکت سرزد ہو جائے تو خود پیشہ طبابت کی طرف سے اس کی سخت سرزنش ہونی چاہیے تاکہ اس پیشے کا وقار قائم رہے۔

نئی طبی تحقیقات اور طبیب:

اسلام میں سائنسی تحقیقات پر کوئی پابندی نہیں ہے خواہ یہ تحقیقات اسی مقصد سے ہوں کہ علمی سطح پر باری تعالٰی کی آیات اور اس کی مخلوق کے لیے ثبوت فراہم کیے جائیں خواہ کسی خاص مسئلے کے سلسلے میں ہو۔

سائنسی تحقیقات کو ایسی آزادی البتہ نہیں دی جا سکتی جس کی وجہ سے انسان کی یہ حیثیت اور انسان کی قدر و قیمت گر جائے یا وہ کسی نقصان کا شکار ہو یا نقصان کا اندیشہ ہو یا اسے طبی امداد و علاج سے محروم رہنا پڑے یا اس کے ساتھ دھوکہ ہو رہا ہو یا اس کا مادی استحصال ہوتا ہو۔

اس طرح ایسی سائنسی تحقیقات جائز نہیں جس میں کسی جان دار کے ساتھ تشدد یا ظلم کیا جائے جانوروں پر تجربے کرنے کے سلسلے میں ایسے قوانین و ضوابط مرتب کیے جائیں جن کے ذریعے جانوروں کو تکلیف پہنچائے بغیر نتیجہ معلوم کیا جا سکے۔

سائنسی تحقیقات کے طریقے ایسے اختیار کیے جائیں اور ان سے برآمد ہونے والے نتائج کا استعمال اس طرح کیا جائے کہ کسی اسلامی قانون کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو اور کسی گناہ کا ارتکاب نہ ہو۔ مثلاً غیر مباح مواصلت نسلی، تسلسل میں خلل، انسان کی کردار کشی اور ازالہ حیثیت عرفی اور پھر ذمہ داری سنبھالنے میں رکاوٹ:

طب کے پیشے کا یہ حق بھی ہے اور ذمہ داری بھی کہ طبی و سماجی سائنس کے غیر متوقع واقعات یا ممکنہ صورت حال کے بارے میں قانون بیماری کے وقت مذہبی نقطہ نظر پیش کرنے کی کوشش کرے اور یہ کوشش بہت قابل لحاظ بلکہ کامیاب ہو سکتی ہے کہ جب ماہرین فن طب مذہبی علما اور اصول قانون اسلامی کے ماہروں سے جسمانی علوم کے بارے میں تبادلہ کرتے رہیں، ایک طرفہ رائے اکثر بلکہ ہمیشہ اس لیے مسترد کی جاتی رہی ہے کہ فنی یا قانونی طور پر وہ قابل لحاظ یا قابل عمل قرار نہیں دی جا سکتی۔

ایسے واقعات کے سلسلے میں جن کی پہلے سے کوئی نظیر نہ مل سکی ہو یا جن کے بارے

میں رہنما اصول، قانون سازی کے لیے پوری عبادت موجود نہ ہو سب سے بڑا رہنما اصول اسلام نے یہی پیش کر رکھا ہے جہاں انسان کی بھلائی کی گنجائش نکل آئے سمجھ لینا چاہیے کہ قانون خداوندی بھی یہی ہے۔

ایک مریض اپنی انفرادی حیثیت میں سارے معاشرے کی ذمہ داری ہے اور اس معاشرے کا فرض ہے کہ اس ذریعہ سے اس مریض کی صحت کا انتظام کیا جائے کہ کسی اور فرد معاشرہ کا نقصان نہ ہو۔ اس اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی گنجائش نکل آئی ہے کہ ایک شخص اپنے جسم کا مائع عنصر خون یا کوئی عضو کسی صاحب ضرورت مریض کو دلائے مثلاً کوئی شخص اپنا ایک گردہ نکلوا کر کسی ایسے مریض کی صحت کا انتظام کر دے جو عرصے سے ناقابلِ علاج مرض گردہ میں مبتلا تھا۔ اس قسم کی مدد بھی "فرض کفایہ" کے ضمن میں آتی ہے اور یہ وہ فرض ہے جو ایک شخص پورا کر دے تو گویا پورے معاشرے کا فرض ادا ہو گیا۔ فنی تعلیم سے قطع نظر عوام کی تعلیم کی ذمہ داری بھی ہمیشہ طب پر عائد ہوتی ہے اور یہ اس پیشے سے متعلق لوگوں کا فرض ہے کہ طرز کار، تنظیمیں اور فنی معاملات میں قواعد وضوابط بنائیں، اور تقدم و تاخر کا تعین کریں۔

یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ اعضائے جسمانی کا عطیہ اس طرح ہو کہ اس میں کسی طرح کا اثر یا دباؤ نہ ڈالا گیا ہو۔ خاندانی معاملات متاثر نہ ہوں اور روپے پیسے یا کسی اور ذریعہ سے استحصال نہ کیا جائے۔

عضو انسانی کا عطیہ دینے کے سلسلے میں ہمیشہ طبابت پر بہت زیادہ ذمہ داری اس کی عاید ہوتی ہے کہ عطیہ دینے والے کی زندگی میں اس کی موت کے بعد اس کے وصیت نامے وغیرہ میں جو کچھ درج ہو اس پر کون کون سے قوانین کا نفاذ ہوگا۔ معطی کے خاندان کی مرضی سے متعلق بھی قوانین کی تدوین ضروری ہوگی۔ ان تمام قوانین کی تدوین اس سے متعلق اداروں کی تنظیم اور طریق کار کا تعین کرنے میں ہمیشہ طب کے ماہروں کو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے نیز اجزائے جسم انسانی کو جمع رکھنے کے سلسلے میں جو ذخیرہ گاہیں قائم ہوں ان کا انتظام و انصرام بھی شعبہ طب کو اپنے ذمے لینا چاہیے۔ بیرون ملک کی ایسی ذخیرہ گاہوں سے تعلق و تعاون باہمی تبادلہ امداد کی سطح پر ہونا چاہیے۔

حضرت عمر ابن الخطاب خلیفہ ثانی نے یہ حکم نافذ کیا کہ اگر کوئی شخص محض اس لیے

مرگیا کہ اسے فاقہ تھا تو (اس علاقے) کی آبادی پر اس کی "دیت" واجب ہوگی گویا ان سب لوگوں نے اس کو مارا ہے۔ اب کسی ایسے شخص کی موت کو جو خون کے عطیے یا گردے کے عطیے سے محرومی کی بنا پر فوت ہوا ہے۔ تو اس کو حضرت عمرؓ کے زمانے کے واقعے کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں اس سلسلے میں خاص طور سے پیش نظر رہنی چاہئیں، ایک یہ کہ

۱۔ تمام مسلمان باہمی اُلفت و محبت کے لحاظ سے جسدِ واحد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ایک عضو بیمار ہو تو سارے اعضا چیخ اٹھیں۔

۲۔ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے بنیاد اور دیوار ہے۔ ہر ایک کو دوسرے سے تقویت ہے۔

۳۔ قرآن کریم کی آیت ہے ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ
ترجمہ:۔ اور وہ دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں حال آنکہ خود انہیں شدید ضرورت ہوتی ہے۔

دوسری آیت ہے ومن احیاھا فکانما احیی الناس جمیعا
ترجمہ:۔ جس نے ایک نفس کو زندہ کیا اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کیا۔

معاشرے کے لیے قرآن پاک کے اس ارشاد سے بہتر رہنما اصول کوئی اور نہیں ہوسکتا من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے۔

یہ ایک ایسا اقدام ہے جو گردے کا عطیہ دینے سے بھی زیادہ ہے کیوں کہ معطی ایک گردہ دے کر صرف ایک گردے پر بھی زندہ رہ سکتا ہے جیسا کہ گردے کا عطیہ دینے سے پہلے اطمینان کر لیا جاتا ہے۔ اب اگر ایک زندہ شخص کسی عضو کا عطیہ اس طرح دے سکتا ہے تو کسی مردہ جسم کے اعضا کو مثلاً دل گردے یا عضلات کو نکال کر کسی اہل ضرورت کے زندہ جسم میں داخل کر دیا جائے تو اسے مردہ جسم کا کوئی بھی تو نقصان نہ ہوگا۔ یہ ایک بہت بڑا صدقہ ہو اور باری تعالیٰ کے اس فرمان کے عین مطابق!

بہ حال ایک ضروری تنبیہ اس سلسلے میں ہے اور وہ یہ کہ عطیہ بالکل رضامندی اور آزادرائے سے ہونا چاہیے ورنہ اگر حکماً یہ عمل کیا گیا تو وہ اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی

ہو گی یہ کہ ہر فرد کو آزادی کا حق حاصل ہے اور دوسرا یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی چیز پر ملکیت کا حق حاصل ہے۔

مسلمانوں کے معاشرے میں عطیات رضا کار پہنچاتے چاہئیں اور ان کے دل میں خداوند تعالیٰ پر ایمان کامل اور اس کی اور اس کے بندوں کی محبت کا جذبہ ہونا چاہیے، تاکہ دوسرے معاشرے، ہمارے اس خیر محض میں ہم سے بازی نہ لے جا سکیں۔

(اسلامک فاؤنڈیشن آف میڈیکل سائنز کویت (اخبار الطب کراچی) کے زیر اہتمام عالمی طب اسلامی کانفرنس میں معالجین طب اسلامی کے لئے منظور شدہ عہد نامہ سے ماخوذ)

معالج اور قانون :

معالج کے لئے ضروری ہے کہ وہ قانون کا احترام کرے اس سلسلہ میں سب سے پہلے حکومت کی منظور کردہ کسی طبی درسگاہ سے تعلیم طب حاصل کرنے کے بعد حکومت پاکستان کی قومی طبی کونسل سے رجسٹریشن کرائیں اور کونسل کے ضابطہ اخلاق کا پورا احترام کریں اور معالج سے متعلقہ قانون کی دفعات سے پوری طرح واقفیت حاصل کریں کیونکہ قانون میں کسی لاش کے پوسٹ مارٹم طبی معائنہ یا کسی بھی زیر علاج مریض کے بارے عدالت میں زیر سماعت مقدمے میں اس کے معالج کو گواہ کی حیثیت سے طلب کیا جا سکتا ہے اس طرح معالج کو اگر قانون کی واقفیت ہو گی اور وہ علاج و معالجہ میں قانونی تقاضوں کو مدنظر رکھے گا تو اسے کسی قسم کی دقت پیش نہیں آئے گی۔ کیونکہ معالج جب اپنے نسخہ پر ہوالشافی لکھتا ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شفا دینے والی ذات اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اپنے علم کی حد تک تدبیر کوشش کرتا ہے۔

باب دہم

سرورِ کائنات فخرِ دو عالم کی پسندیدہ غذائیں

احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بعض غذاؤں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خصوصی طور پر پسند فرماتے تھے۔ ان میں جن غذاؤں پر تحقیق کی گئی ہے جدید تحقیقات نے ان کے فوائد کو مسلّم قرار دیا ہے۔ ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

گوشت

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دنیا و جنت دونوں جگہ سب کھانوں کا سردار گوشت ہے

(زاد المعارج ۲ ص ۱۷۱)

اس کا مطلب یہ ہے گوشت دنیا اور آخرت میں بہترین سالن ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے ایک دفعہ حضورؐ کے ساتھ کسی شخص کے ہاں رات کے کھانے میں گیا پس حضورؐ نے بکرے کا بازو بھوننے کا حکم دیا پھر آپ اس میں کاٹ کاٹ کر مجھے دینے لگے۔

کھجور اور مکھن

سلمہ کے بیٹوں عطبہؓ اور عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم ہمارے ہاں تشریف لائے سو ہم نے آپ کی خدمت میں مکھن و کھجوریں پیش کیں کیونکہ آپؐ یہ پسند فرماتے تھے۔ (زاد المعارج ۳ ص ۴۴۶)

دودھ

اس سلسلے میں ترمذی شریف میں حضورؐ کا ارشاد ہے "کوئی ایسی چیز نہیں جو طعام اور مشروب دونوں کا کام دیتی ہو مگر دودھ"۔

(زاد المعارج ۲ ص ۱۳۱)

کدو

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو کھانے پر اپنے ہاں بلایا میں بھی آپ کے ساتھ گیا۔ صاحب خانہ نے جو کی روٹی اور شوربہ پیش کیا۔ شوربے میں کدو گوشت تھا پس میں نے دیکھا کہ آپ کدو کے ٹکڑے پیالے میں سے تلاش کر کے نکالتے تھے اس دن میں بھی کدو کو پسند کرنے لگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۶۴)

حلوا اور شہد حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حلوا اور شہد پسند فرماتے تھے"۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۶۴)

نوٹ :۔ عربی میں حلوا سے مراد میٹھی چیز لیا جاتا ہے۔

زیتون اور اس کا تیل حضرت ابو رشید انصاری سے روایت ہے۔ انہوں نے بتایا حضورؐ نے ارشاد فرمایا "تم زیتون کا پھل کھاؤ اور اس کا تیل استعمال کرو۔ کیونکہ یہ بابرکت درخت ہے۔

کباث حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ ہم ایک دفعہ حضورؐ کے ساتھ مظہران (مکہ کے قریب ایک وادی) میں کباث (پیلو کے پھل) چن رہے تھے پس حضورؐ نے فرمایا کالے کالے دانے چننا کیونکہ یہ زیادہ عمدہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ سے کہا گیا کیا آپ بکریاں چراتے رہے ہیں میں تو آپؐ نے جواب دیا ہاں ہر ایک نبی نے بکریاں چرائی ہیں"۔

کھجور اور ککڑی حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے انہوں نے بتایا کہ میں نے حضورؐ کو ککڑی کے ساتھ تر کھجور کھاتے دیکھا۔

نمک حضرت انس بن مالک رض سے روایت ہے انہوں نے بتایا حضورؐ نے ارشاد فرمایا تمہارے سب سالنوں کا سردار نمک ہے۔

ثرید حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے بتایا کہ حضورؐ کا محبوب ترین کھانا ثرید تھا۔ خواہ وہ ثرید خبز یعنی روٹی کا ہو خواہ حیس کا ہو۔

احادیث میں اغذیہ کے بارے راہنمائی

حضورؐ نے غذاؤں کے بارے ہماری راہنمائی کے لیے ہدایات فرمائی ہیں اور ان کو

نا بینتوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ جن کی تصدیق آج کی سائنس بھی کرتی ہے۔

گائے کا دودھ حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: "تم لوگ گائے کے دودھ کو اپنے لیے لازم قرار دے لو کیونکہ یہ شفا بخش ہے اور اس کا گھی دوا ہے۔"

برنی کھجور حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری کھجوروں میں بہترین کھجور برنی ہے وہ روگ کو دور کرتی ہے اس میں کوئی روگ نہیں۔"

ادارے کی بہترین بکس

پاکٹ میٹریا میڈیکا ڈاکٹر عتیق الرحمٰن قیمت =/180	ایلو پیتھک طریقہ علاج زور پر چل رہا ہے اور آپ اگر ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں اور دواؤں کی افادیت پر عبور حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہماری کتاب میٹریا میڈیکا دیکھیے۔ دواؤں کی ترتیب بیماریوں کو کونسی دوائیں کیسے دور کرتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں اس کتاب میں۔
پاکٹ لیبارٹری ٹیسٹ ڈاکٹر عتیق الرحمٰن قیمت =/60	اب ٹیسٹ کروا کر ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ اب اپنا ٹیسٹ کروا کر خود تشخیص کریئے، چیک اپ کریں اور کتاب سے دوائی تجویز کر کے علاج وصحت پائیے۔ لیبارٹری ٹیسٹ کے متعلق آسان کتاب پہلے آپ نے کبھی نہیں دیکھی ہو گی اور لیبارٹری ٹیسٹ کے متعلق معلومات کا خزانہ۔
اناٹومی فزیالوجی ڈاکٹر عتیق الرحمٰن/حکیم مقصود قیمت =/600	پیرامیڈیکل اور میڈیکل فیکلٹی کے نصاب و جنرل نصاب کے لئے یکساں مفید اناٹومی فزیالوجی پر مشتمل پاکستان میں چھپنے والی سب بڑی مکمل معلوماتی کتاب ہے جس کو پاکستان کے 62 بکس کے مصنف عتیق الرحمٰن نے لکھا ہے۔

اسلام میں حفظان صحت کے اصول

علم طب، علم کی وہ شاخ ہے جس میں جسم انسانی سے بحیثیت صحت و مرض کے بحث کی جاتی ہے صحت و مرض پر بحث کے لیے ان کے اسباب جاننا ضروری ہوتا ہے اس لیے اسباب کا علم بھی علم طب کا حصہ ہے۔ طب کا موضوع جسم ہے جسم کی قوت اس کی صحت ہے جسے برقرار رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر بسا اوقات اس میں کامیابی نہیں ہوتی اور مرض حملہ آور ہو جاتا ہے علم طب کا دوسرا فریضہ یہ ہے کہ اس حملہ کو پسپا کرے اور جسم کو پھر سے صحت کی نعمت عطا کرے اور اسکی طبعی حالت برقرار رکھے علم طب کے ماہرین کی صحت کی حفاظت اور زائل ہونے والی صحت کی بحالی کا دوہرا فریضہ سرانجام دینا ہوتا ہے۔ اس لیے انہیں انسانی جسم میں موجودہ صلاحیتوں سے آگاہ ہونا چاہیئے صحت برقرار رکھنے کے اصول و ضوابط کو حفظان صحت کے اصول کہا جاتا ہے۔ اور زائل ہونے والی صحت کی بحالی کے عمل کو علاج کہتے ہیں پیغمبر اسلام حضور اکرم کی تعلیمات اور ارشادات علم طب کے دونوں پہلوؤں پر محیط ہیں آپ نے حفظان صحت کے لیے واضح اور بے لاگ اصول مرتب فرمائے اور مرض کے ازالے کے لیے مختلف طریقہ ہائے علاج تجویز کیے آپکے ارشادات پر عمل پیرا ہوا جائے تو صحت کی حفاظت بھی ہوتی ہے اور بیماری کے حملوں سے بھی بچا جاتا ہے۔

اسلام دین کامل ہے زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق راہنمائی دیتا ہے اس پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف سارے معاشی اور سیاسی عروج حاصل کر سکتے ہیں بلکہ صحت و دولت کی توانائی سے بھی بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ صحت کی اہمیت کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "نعمتوں میں سب سے پہلے قیامت کے روز صحت کی بازپرس ہوگی"

حفظان صحت کے حوالے سے احادیث مبارکہ میں واضح ھدایات موجود ہیں۔

صبح جلد بیدار ہونا اور شام جلد سو جانا صحت کی فروری ہے اور تحقیقات جدید بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کے نزدیک عشاء سے قبل سونا اور عشاء کے بعد باتیں کرنا سخت ناپسندیدہ تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فطری امور پانچ ہیں:۔

(۱) ختنہ کرانا (۲) زیرِ ناف کے بال لینا (۳) ناخن کٹوانا (۴) بغلوں کے بال لینا (۵) اور لبوں کے بال کترانا۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب تم کسی علاقے میں طاعون کی وبا سنو تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تم اس علاقے میں ہو جہاں وبا پھیلی ہوئی ہو وہاں سے باہر نہ جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے دس باتوں کو دینِ فطرت کا حصہ قرار دیا ہے ان میں سے ایک بات روایہؓ کو یاد نہ رہی باقی نو یہ ہیں:۔

(۱) لبیں کٹوانا (۲) داڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی ڈالنا (۵) ناخن کٹوانا (۶) انگلیوں کے جوڑ دھونا (۷) بغلوں کے بال لینا (۸) زیرِ ناف کے بال صاف کرنا (۹) استنجا کرنا (۱۰) راوی فرماتے ہیں دسویں یا عمل وہ بھول گئے۔

ناخن ہفتہ وار ترشوانے کی ہدایت فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ ناخن منہ سے نہ کترے جائیں۔

یہ بات اب واضح ہو چکی ہے کہ پُرخوری متعدد امراض کا سبب بنتی ہے اور معدہ کی خرابی بہت سے امراض کی جڑ ہے۔ زیادہ کھانا نہ صرف بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے جن میں سب سے زیادہ خطرناک ذیابیطس (شوگر) بلڈ پریشر، امراضِ قلب، فالج اور موٹاپا ہیں۔

اس حوالے سے سب سے پہلے اللہ کی فرمان کو لیجئے:

"کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز سے نہ کرو۔ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اس آیت مبارکہ میں کم خوری کی تلقین کی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اپنے متبعین کو یہی تعلیم فرمائی ہے اور زیادہ کھانے سے منع فرمایا ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے۔

"انسان کو کمر سیدھی رکھنے کے لیے چند لقمے ہی کافی ہیں اور لازماً زیادہ کھانا ہی پڑے تو معدہ میں ایک تہائی کھانا پر اور ایک تہائی سانس کے لیے جگہ ہو۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

"اللہ بھوک سے زیادہ کھانے والوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے"۔
ایک اور حدیث ہے۔
"جو شخص جتنی زیادہ پرخوری کرے گا اتنا ہی زیادہ لمبا عرصہ قیامت کو بھوکا رہے گا"۔

یہ فرمان نہایت ہی قابلِ غور ہے۔ "یعنی زیادہ کھانے والے سے اللہ کی پناہ مانگو"۔

وضو

یہ حفظانِ صحت کے زرین اصولوں میں سے ہے جدید تحقیقات طب کے نتیجے میں بہت سی بیماریوں کا سبب جراثیم ہیں یہ جراثیم ہمیں چاروں اطراف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ہوا زمین الغرض استعمال کی ہر چیز پر یہ موذی مسلط ہے جسم انسانی کی حیثیت ایک قلعہ کی ہے کوئی دشمن اس میں داخل نہیں ہو سکتا سوائے زخموں یا سوراخوں کے۔ منہ اور ناک کے سوراخ ہر وقت جراثیم کی زد میں ہیں اور ہمارے ہاتھ ان جراثیم کو اندر لے جاتے میں بہت مدد کرتے ہیں۔ وضو کی بدولت ہم نہ صرف ان سوراخوں کو بلکہ اپنے جسم کے ہر حصے کو جو کپڑے سے ڈھکا ہوا نہیں ہے اور آسانی سے ان جراثیم کی آماجگاہ بن سکتا ہے ان میں کئی بار دھوتے ہیں اس طرح وضو بہت سے امراض سے بچاؤ کی عمدہ تدبیر ہے۔

دانتوں کی صفائی

طبی نکتہ نگاہ سے دانتوں کی صفائی حفظانِ صحت کے حوالے سے امراض معدہ کے سدِباب کا بہت بڑا ذریعہ ہے یہ بات واضح ہے کہ دانتوں کا ہضم غذا کے ساتھ بہت قریبی تعلق ہے۔ اگر یہ صحیح نہ ہوں گے تو غذا کے ساتھ فاسد اور خراب مادے حل ہو کر غذا کو بھی فاسد کر دیں گے جس کے نتیجے میں جسم انسانی کی نشوونما کرنے والے اخلاط بھی خراب ہو کر صحتِ انسانی کو تباہ و برباد کرنے اور مختلف امراض کی پیدائش کا سبب بنیں گی۔ رسول صلعم نے دانتوں کی صفائی پر بہت زیادہ زور دیا ہے فرمایا:

"اپنا منہ صاف رکھو"۔

ایک اور حدیث میں فرمایا۔

"اگر میں اپنی امت پر باعث دشواری نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز میں مسواک کا حکم دیتا"۔

حضرت محمدؐ جب خواب سے بیدار ہوتے تو اپنے دہن مبارک کو مسواک سے صاف فرماتے۔ رسولِ اکرمؐ کا معمول تھا کہ آپ عرضاً دانتوں پر اوپر نیچے مسواک فرماتے۔ جدید تحقیقاتِ طبّ بھی اسی نتیجے پر پہنچی ہے۔

"نبی اکرمؐ عرضاً مسواک فرماتے تھے"۔ (بخاری شریف)

خلال کرنا

کھانے کے بعد دانتوں میں خلال کرنا چاہیئے۔ دانتوں کی صفائی کے لیے طب اِسے ضروری قرار دیتی ہے تاکہ دانتوں میں کھانے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پھنس نہ جائیں۔ اس سے دانت خراب ہو جاتے ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

"جو شخص کھانا کھائے اُسے خلال کرنا چاہیئے"۔

حفظانِ صحت سے متعلق سانس کی زہریلی گیس سے بچنے کے سلسلے میں آپؐ نے بطورِ خاص تاکید فرمائی۔ حضورؐ پانی یا کسی مشروب کو پیتے وقت برتن کے اندر سانس لینے اور اُسکو پھونک مار کر ٹھنڈا کرنے سے منع فرماتے۔ نبی کریمؐ مشروب پینے کے دوران برتن سے باہر تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔

متعدّی امراض سے بچاؤ

طبّی نقطۂ نگاہ سے صفائی نہایت ضروری ہے۔ جسمانی صفائی سے ہر قسم کے متعدّی امراض کو انسانی جسم میں راہ پانے کا موقع نہیں ملتا۔ متعدی امراض سے تحفّظ انتہائی ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ نے رسولؐ کو حکم دیا۔

"اے پیغمبرؐ! اپنا لباس صاف رکھیئے اور غلاظت و گندگی سے کلی طور پر پرہیز کیجیے"۔

اس سلسلے میں فرمانِ خداوندی ہے:

اللّٰهُ جَمِيلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ ۔ اللہ تعالیٰ خود بھی پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بھی صاف ہے اور صفائی والوں سے محبت کرتا ہے"۔

گندگی، غلاظت اور میل کچیل اللہ وحدہٗ لاشریک کے نزدیک انتہائی بُری چیز ہے۔ رسولِ اکرمؐ کا ارشادِ گرامی ہے۔

"صفائی ایمان کی ایک شاخ ہے"۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ میل کچیل اور بکھرے بالوں کو پسند نہیں فرماتے"۔

پھر ایسے مقامات پر بول براز سے بھی منع فرمایا جو عام لوگوں کے استعمال میں آتے ہوں اور مخلوقِ خدا ان سے فائدہ اٹھاتی ہو۔ آپ کا ارشاد ہے۔

تین چیزوں سے بچو جو لعنت کا باعث ہیں:

(۱) پانی کے گھاٹ پر

(۲) سائے میں

(۳) گزرگاہ میں بول و براز کرنے سے۔

کھڑے پانی میں پیشاب نہیں کرنا چاہیئے اس سے غلاظت پھیلتی ہے جو صحت کے لیے خطرناک ہے چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے:

"تم میں سے کوئی شخص ساکن پانی میں پیشاب نہ کرے"۔

جدید طب اس بات کی قائل ہے کہ انسان کے منہ سے بھی جراثیم نکلتے ہیں جو فضا میں پھیلتے اور قریب بیٹھے ہوئے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں پھر اس سے کئی قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں اسی بناء پر اطباء حضرات کا کہنا ہے کہ مجلس میں حتی الامکان منہ کھول کر جمائی نہ لی جائے اگر نہ رُکے تو منہ پر ہاتھ رکھ لینا چاہیئے اس حوالے سے حضورؐ کا ارشاد ہے

"جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کو بند کر لے"۔

حفظانِ صحت کے لیے یہ امر ضروری ہے کہ گلیاں اور سڑکیں کھلی ہوں تاکہ کھلی ہوا میسر آئے اور متعدی امراض کسی کو لاحق نہ ہوں حضورؐ کا ارشاد ہے:

"گلی کی چوڑائی سات ہاتھ رکھو"۔

یہ کم از کم حد ہے حالات و مواقع کی مناسبت سے گلیاں اور راستے جس قدر کھلے ہوں صحت کے لیے مفید ہیں۔ حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے۔

"کہ جو شخص میت کو غسل دے وہ خود بھی بعد میں غسل کرے"۔

اس سے متعدی امراض کی روک تھام میں مدد ملتی ہے۔

- حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا تم برتنوں کو ڈھانپ دو۔ پینے کے برتنوں پر کپڑا ڈال دو۔

اس طرح بازار کی چیزیں کھانا یا بازار میں چلتے پھرتے کھانا تہذیب و ثقافت کے اور حفظانِ صحت کے منافی ہے چنانچہ حضورؐ نے فرمایا:

"بازار میں کھانا کمینہ حرکت ہے۔"

ادارے کی بہترین بکس

سر تاج الحکمت حکیم و ڈاکٹر عبدالرحمٰن قیمت =/425	یہ کتاب علم کا خزانہ ہے اس میں علامات اسباب اور اس کی وجوہات اور پانچ طرح کے علاج شامل ہیں۔ ہومیو پیتھک، ایلو پیتھک طبی یونانی، بائیو کیمک، علاج بالغذا، جدید سائنسی تقاضوں کے پیش نظر رجسٹر پریکٹشنر کے لئے انمول تحفہ۔
بلڈ پریشر ہائی لو ڈاکٹر احمد حسن عسکری قیمت =/45	بلڈ پریشر کا اچانک ہائی یا لو ہو جانا کوئی اچھی علامت نہیں۔۔ آپ اس کتاب کو پڑھ کر اپنا بلڈ پریشر کنٹرول کر سکتے ہیں اور اس تکلیف دہ صورتحال سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کتاب میں آپ کو کھانے پینے اور پرہیز کے بارے میں معلومات کے علاوہ دواؤں سے متعلق تفصیل بھی ملیں گی۔
آداب مباشرت **(4 حصے یکجا)** ڈاکٹر آفتاب احمد شاہ قیمت =/210	ہر طریقے سے علاج معالجہ معلومات اور مختلف طریقے، کمپیوٹر کتابت کی خوبصورت ترین کتاب دوران مباشرت پیش آنے والے مسائل کا حل قوت باہ کے 101 نسخہ جات، میاں بیوی کے جنسی تعلقات کا اسلامی طریقہ، اس کتاب میں آپ کو ملیں گے۔ ہر جامع موضوع مباشرت کے طریقے، مردانہ و زنانہ امراض، نامردی، کمزوری، نفسیاتی بیماریاں، ہاتھوں کی غلط کاریاں، انڈین کوک شاستروں کی معلومات، بے پناہ نسخہ جات و میڈیسن آپ کو ملیں گی۔
رعشہ، تھر تھرانا، کانپنا ڈاکٹر طاہر نظامی/ قیمت =/45	جو لوگ اس میں مبتلا ہو وہ اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں اس بیماری سے بچاؤ کے طریقے، علاج، میڈیسن وغیرہ شامل کر دیے گئے ہیں۔
آتشک سوزاک کا علاج حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی	مردوں اور عورتوں میں ہونے والے یہ دو امراض جو واقعی دونوں کو موت کے منہ میں لے جاتے ہیں ان امراض کے بچاؤ کے طریقے اور میڈیسن۔ ت =/45

عیادت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احباب یا اعزہ میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو آپ اس کی عیادت کے لیے ضرور تشریف لے جاتے اور اس طرزِ عمل کے لیے مسلمانوں کو بھی ہدایت فرمائی ہے۔ حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا بیشک جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے چل کر جاتا ہے تو واپس لوٹنے تک جنت کے علاقے میں رہتا ہے۔

حضرت ابوسعید سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اُسکی درازی عمر کے متعلق خوش کُن باتیں کرو کیونکہ اس کا کوئی ھرج نہیں اور مریض کا دل خوش ہو جاتا ہے۔

احادیث میں عیادت کے حوالے سے یہ بھی سامنے آیا ہے کہ عیادت کی غرض سے مریض کے پاس جاؤ تو زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہیئے اور اچھی باتوں سے اس کا دل بہلانا چاہیئے تاکہ وہ تسلی اور اطمینان محسوس کرے۔

اسی طرح حضورؐ مریضوں کی عیادت میں ان کی تسلی و تشفی کے لیے کئی ایک نفسیاتی طریقوں پر عمل فرماتے اور امید افزا فقرے ارشاد فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ کا یہ معمول تھا۔ جب آپ کسی بیمار کی عیادت کے لیے جاتے تو اسے کہتے۔

"کوئی خطرے کی بات نہیں انشاء اللہ پاکیزگی اور سلامتی ہوگی"۔

علاج معالجہ اور پرہیز

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ خداوندی میں سوال کیا۔
"اے میرے پروردگار بیماری کس کی جانب سے ہے؟"
اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا:
میری طرف سے!
پھر انہوں نے سوال کیا۔
"دوا کس کی جانب سے ہے؟"
ارشاد ہوا۔ "دوا بھی میری طرف سے ہے!"
ان سوالات کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا
"پھر معالج کا کیا کام ہے؟"
اللہ تعالےٰ نے فرمایا!
"معالج کے ہاتھ سے دوا بھیجی جاتی ہے۔"

مندرجہ بالا مکالمہ جس کو حضورؐ نے بیان فرمایا ہے۔ میں سوال کرنے والے حضرت ابراہیمؑ اور جواب خود پروردگارِ عالم کے ہیں اس پر گہرائی سے غور کیا جائے تو علاج معالجہ کا پورا فلسفہ سمجھ میں آجاتا ہے اسی لیے اطباء حضرات اپنے نسخہ کی ابتداء ہوالشافی سے کرتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ شفا من جانب اللہ ہے اور ان کی دوا صرف تدبیر یا ذریعہ ہے۔

علاج معالجہ کے حوالے سے عام طور پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا دوا تقدیر الٰہی بدل سکتی ہے ذیل کی حدیث اس کا بہترین جواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس

میں ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے سوال کیا یارسول اللہ صلی اللہ وسلم کیا تقدیر کے معاملے میں دوا سُود مند ہو سکتی ہے؟ اس کے جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" دوا بھی تو تقدیر الٰہی سے ہے وہ جسے چاہے اور جیسے چاہیئے نفع بخشتی ہے"! اندازہ کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر جملے میں تقدیر کے بارے کتنے بڑے مسئلے کو حل کر دیا یعنی تقدیر کا کسی کو علم نہیں لہٰذا کوشش بہرحال اچھائی کرنا چاہیئے یعنی بیماری اگر تقدیر ہے تو شفا بھی تقدیر ہو سکتی ہے۔

علاج نہ کرنا بھی گناہ ہے

حضرت اسامہ بن شریکؓ سے حضرت زیاد بن علاقہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔ چند بدو حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے سوال کیا یارسول اللہ اگر ہم علاج نہ کریں تو کیا ہم پر گناہ ہوگا؟

آپ نے فرمایا:

ہاں اللہ کے بندو تم علاج کیا کرو اللہ بزرگ و برتر نے ایک کے سوا ہر بیماری کا علاج پیدا کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا۔

" یارسول اللہ وہ کونسی بیمار ہے؟"

آپ نے فرمایا " وہ بڑھاپا ہے"

اس حدیث مبارک سے یہ بات واضح ہے کہ ہر بیماری جو پیدا کی گئی کا علاج بھی پیدا کی گئی کا علاج بھی پیدا کیا ہے اسی لیے بیماری کا علاج نہ کرنا گناہ ہے اس لیے کسی بیماری کو تقدیر سمجھ کر علاج نہ کرنا گناہ ہے۔ "تدبیر کرنا انسان کا فرض ہے۔ تقدیر قدرت کے ہاتھ میں ہے۔

آنحضرتؐ کا طب پر اعتماد

حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے طب پر اعتماد کے بارے پہلے باب میں حدیث مبارک بیان کی جا چکی ہے حضورؐ کا اپنے گھر والوں کے متعلق بھی یہی طرز عمل تھا جب کوئی بیمار ہوتا تو اسے معالج کی طرف توجہ دلاتے۔ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے کسی کو بخار ہوتا تو آپ اس کے لیے جَو کا دلیہ بنانے کا حکم دیتے۔ دوسری حدیث میں ہے۔

حضرت بلال بن لساف رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے آپؐ نے فرمایا۔

"طبیب کو بلا بھیجو"

اس پر کسی نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ۔ کیا آپ یہ فرما رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں بے شک اللہ تعالیٰ نے بیماری اتاری ہے تو اس کی دوا بھی اتاری ہے۔

علاج معالجہ معاشرے کے لیے ایک مذہبی فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے اور مذہب اس بات کا درس دیتا ہے کہ ضروریات کی تکمیل کے لیے سامان مہیا کیا جائے۔ معالج کی حیثیت درحقیقت یہ ہے کہ اسے خالق کُل نے صحت حیات انسانی کے تحفظ کے لیے ایک ذریعہ مقدر کیا ہے وہ انسانوں کو بیماریوں سے بچانے کے لیے قدرت خداوندی کا آلۂ کار ہے معالج کے لیے بعض ایسی چیزیں بھی مباح ہیں جو دوسروں کے لیے نہیں مثلاً جسم انسان کے پوشیدہ حصوں کا معائنہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

مباح ہے اس کے لیے جو مجبوری میں گرفتار ہوا اور قانون کا بنیادی نکتہ ہے کہ اضطراری ضرورت کے فرائض قطع ہو جاتے ہیں اور حرام حلال ہو جاتا ہے اور شرطیکہ گناہ کا ارادہ نہ ہو۔

تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں ہی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ حضورؐ کی لشکر میں خواتین کا گروہ زخموں کی مرہم پٹی اور دوا دارو کے لیے موجود تھا اور یہ عمل پردے کی پابندی سے مستثنیٰ تھا۔

پرہیز

ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ جھاڑ پھونک جو ہم کرتے ہیں اور دوا جس سے ہم علاج کرتے ہیں اور پرہیز جو ہم اختیار کرتے ہیں کیا یہ تقدیر الٰہی روک سکتے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا

"یہ خود تقدیر الٰہی سے ہے"

یعنی سوال تھا کہ تدبیر بیماری یا اس کے نتائج کو روک کر تقدیر الٰہی بدل سکتی ہے۔

جس کے جواب میں حضورؐ کا جواب کس قدر پر از حکمت ہے کہ کیا معلوم کہ تدبیر ہی سے شفاء تقدیر ہی سے شفاء تقدیر الٰہی ہو۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت اُسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب تم کسی علاقے میں طاعون کی وبا کی خبر سنو تو وہاں نہ جاؤ اور تم اگر ایسے علاقے میں ہو جہاں وبا پھیل چکی ہو تو وہاں سے باہر نہ جاؤ۔"

اس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ پرہیز و احتیاط کا بھی حکم الٰہی ہے۔

ادارے کی بہترین بکس

شمس المعارف ازقلم: علامہ ابوعباس بونی مترجم: پروفیسر گل بہار تکبیر وسولوی اول قیمت =/480	روحانی عملیات وتعویزات پر مشتمل ایک ضخیم مستند اور قدیم عربی کتاب کا اُردو ترجمہ جس میں خواص اسماء الحسنیٰ عظام، اسم اعظم، قرآن کریم کی سورتوں کے خاص اثرات، حروف کی طاقت، بروج کو کب ومنازل قمر وسیارگان، صنعت الٰہی مجر مکرم، علم اکسیر وکیمیا، حروف کے اسرار و چلہ کشی، حب وتسخیر، آسیب، جادو کا توڑ اور ہر ضرورت کے اعمال درج ہیں۔ نایاب تحفہ!
جامع الرمل / آئینہ غیب پنڈت گردھاری / قیمت =/210	رمل کی سولہ شکلوں کے ذریعے ہر سوال کا جواب، مکمل جلد اول نقشہ وحساب اس کتاب میں شامل ہے۔ اس سے پہلے آپ نے رمل پر اتنی اچھی کتاب نہیں دیکھی ہوگی۔
لوح سلیمانی =/150	الف سے لے کر یے تک عملیات کی مکمل کتاب!۔ عملیات کی زکوۃ قرآن خوانی، اسمائے الٰہی اور دیگر بے شمار اعمال جو آپ کو معلوم نہیں۔ محمد برکت اللہ لکھنوی

کھانا اور کھانے کے آداب

اسلام دینِ فطرت جس کا کوئی بھی حکم فطرت انسانی کے خلاف نہیں بلکہ اس کا ہر حکم نوعِ انسانی کے لیے باعث رحمت و برکت ہے اس نے اپنے پیروکاروں کو مہد سے لے کر لحد تک زندگی گزارنے کے ذریعے ہم تک پہنچائے آج سے چودہ سو سال قبل ہمارے طبیب روحانی نے جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے جو اصول وضع کیے طب آج بھی اس کی تصدیق کرتی ہے کیونکہ یہ اصول راہ فطرت ہیں اور فطرت سے جنگ انسان کے لیے خسارہ ہے۔ فطرت سے انسان کبھی جنگ نہیں جیت سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے حلال اشیاء کھانے اور پینے کا حکم دیا ہے اور حرام اشیاء سے پرہیز کا حکم دیا ہے جو چیزیں حلال قرار دیں۔ یہی جسم انسانی کے لیے مفید ہیں اور جن کو حرام قرار دیا گیا وہ انسان کے لیے مضر ہیں۔ حلال اشیاء کھانے پینے والا دنیا و آخرت میں بدنی صحت اور روحانی سکون حاصل کرتا ہے حرام اشیاء کھانے والا اپنی بدنی صحت ور روحانی صحت کو تباہ کرتا ہے۔

اسلام نے کھانے پینے کے آداب بتائے حضورؐ اور صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل کیا۔ انسان کو چاہیئے کہ کھانے کے وقت اتار دیجئے تاکہ طبیعت پر بوجھ نہ ہو۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب کھانا رکھا جائے تو اپنے جوتے اتار دو یہ تمہارے قدموں کے لیے زیادہ راحت کی بات ہے۔

جب تم سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ کہے پس اگر بھول جائے تو (جب یاد آئے) یہ کہے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلِهٖ وَآخِرِهٖ (اس کے آغاز و انجام پر اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں)۔ جب کھانا کھائے تو درمیان میں سے نہ کھائے بلکہ اطراف میں سے کھائے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

"کھانے کے درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے پس اس کے اطراف میں کھاؤ اس کے درمیان میں سے نہ کھاؤ"۔

مسلمانوں کو مل جل کر کھانے کا حکم دیا ہے۔ ایک روایت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا ہم کھاتے ہیں مگر سیر نہیں ہوتے آپؐ نے فرمایا:

"شاید آپ جدا جدا کھاتے ہیں؟"

انہوں نے کہا "ہاں"

آپؐ نے فرمایا:

کھانے پر جمع ہو کر کھاؤ اس پر اللہ کا نام لو۔ تمہارے لیے اس میں برکت ہو گی۔

بعض لوگ ذرا سی بات پر کھانے پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ عادت اچھی نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا اگر چاہا تو کھا لیا اگر ناپسند کیا تو چھوڑ دیا۔

بیماری کے جراثیم کھانا کھاتے وقت ہمارے اندر آسانی سے داخل ہو سکتے ہیں اس کے دو ذریعے ہیں۔ اول ہاتھ اور دوسرا کھانے پینے کی اشیاء۔ ماہرین طب و سائنس کا کہنا ہے کہ کھانے سے قبل ہاتھ دھو کر کپڑے یا تولیے سے صاف کیے جائیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ "کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا باعث برکت ہے۔"

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

"تم سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے جب پئے تو دائیں ہاتھ سے پئیے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ جو لوگ کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتے وہ شیطان کے ہم نشین ہو جاتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

کھانے میں فضول خرچی بھی ناپسندیدہ عادت ہے۔"

یعنی پیٹ کی ہر خواہش پوری کرنے لگے تو یہ ڈرم پر نہیں ہو گا۔ حضرت مقدام بن معد یکربؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضورؐ کو فرماتے سنا ہے آدمی نے پیٹ سے برا برتن کوئی نہیں بھرا۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جس سے اپنی پیٹھ سیدھی رکھے اگر ضروری ہی (زیادہ کھانا) ہو تو پہلا حصہ کھانے کے لیے دوسرا پینے کے لیے اور تیسرا سانس لینے کے لیے ہو۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضورؐ کے سامنے ڈکار لی تو

آپ نے فرمایا:
"اپنی ڈکار ہم سے رد کو کیونکہ تم سے قیامت کے دن زیادہ طویل بھوکے وہ ہوں گے جو دنیا کے گھر میں زیادہ سیر رہیں گے۔"

کھانا پکائے تو پڑوسیوں کا لحاظ رکھے اور ہو سکے تو انہیں بھی کھانے میں شریک کر کیا جائے گا ہے بھی ایسا کیوں نہ ہو۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔
"جب تم شوربا بناؤ تو پانی زیادہ کر دو اور اس میں سے پڑوسیوں کے لیے بھی ایک چُلّو اٹھا (یعنی انہیں بھی سالن دو)۔"

"جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اُسے پکڑے اور اس کے ساتھ لگنے والی خرابی کو دُور کرے اور اسے کھائے، اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور جب تک انگلیاں چاٹ نہ لے تب تک رومال کے ساتھ صاف نہ کرے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کُھلے برتن یا گلاس وغیرہ سے پانی پینا چاہیئے ایسا برتن جو کہ بند ہو یا نل کے ساتھ منہ لگا کر پینا مُضر ہو سکتا ہے کیا خبر اس میں کوئی کیڑا ہو۔ اگر برتن نہ ہو تو ہاتھ کو چلّو بنا کر پانی پیئے یہ اچھا برتن ہے۔"

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک تالاب کے قریب سے گزرے ہم اس میں منہ لگا کر پانی پینے لگے تو حضورؐ نے فرمایا۔
"مُنہ لگا کر نہ پیو بلکہ اپنے ہاتھوں کو دھو لو پھر (ان کے ساتھ) پیو ہاتھ سے زیادہ پاکیزہ برتن کوئی نہیں ہے۔"

جو روٹی بغیر سالن کے ہو وہ دیر سے ہضم ہوتی ہے، معدے کو اذیت ہوتی ہے۔ پھر آسانی سے کھائی نہیں جاتی۔

حضورؐ کا ارشادِ گرامی ہے:
"کھانے کے ساتھ سالن استعمال کرو اگرچہ وہ پانی کی صورت میں ہو۔"

کھڑے ہو کر کھانا سخت معیوب ہے بلکہ ہمیشہ بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ کھانا چاہیئے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے کھڑے ہو کر پانی

پینے سے منع فرمایا۔
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی کھڑے ہوکر پیئے۔ پوچھا گیا پھر (کھڑے ہوکر) کھانا (کیسا) ہے فرمایا: یہ اس سے بھی سخت (یعنی غلط کام) ہے۔

البتہ زمزم کا پانی کھڑے ہوکر پینا بہتر ہے۔ حضورؐ نے ایسے ہی کیا اور بہتر وہی ہے جو حضورؐ نے کیا۔ کھانے کے کسی حصے میں برکت ہے۔

رات کے کھانے کا ناغہ نہ کرے۔ چاہے تھوڑی سی غذا کھائے۔
حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:
"رات کا کھانا کھاؤ۔ اگرچہ چند لقمے ہی ہوں۔ اس لیے کہ عشاء کا کھانا چھوڑ دینا بڑھاپا لاتا ہے۔"

سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھائے پیئے یہ دنیا دار متکبرین کا طریقہ ہے۔ اگر اتفاقاً کھانا سامنے آجائے اور اُس وقت نماز بھی کھڑی ہو جائے تو کھانا کھالے پھر نماز پڑھے بشرطیکہ نماز کا وقت کافی باقی رہے تاکہ نماز کی حالت میں کھانے کی بات نہ سوچتا رہے۔

کھانا تیار کرنے والے ملازم کو کھانے میں شریک کرنا چاہیئے اگر کسی وجہ سے اُسے شریک نہ کرسکو تو پھر اسکو تھوڑا سا کھانا ہی دے دو۔
حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے حضورؐ نے فرمایا:
"جب تم سے کسی کا خادم کھانا لائے تو اس میں سے کچھ اسے دے دے کیونکہ اس نے اس کی گرمی اور دھواں سہا ہے۔"
"پانی پیتے وقت تین وقفے کرے اور ایک دم سارا گلاس نہ چڑھائے۔"
(حضرت انسؓ)

برتن میں سانس نہ لیا جائے اور نہ ہی پھونک ماری جائے اس طرح جراثیم اندر چلے جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے برتن میں سانس لینے یا اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔

کھانے پینے کے بعد کی دُعا

جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو اللہ کی حمد بیان فرمائی جائے۔
ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ کہتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَاَسْقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

ترجمہ:۔ سب حمد اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور ہمیں پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)

عبادات کے طبی فوائد

اسلام دینِ فطرت ہے۔ زندگی کا مکمل نظام ہے اس پر عمل پیرا ہونے سے نہ صرف معاشی۔ سیاسی عروج حاصل کر سکتے ہیں بلکہ صحت و توانائی کی دولت سے بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ اسلام میں عبادات کا جو تصور دیا گیا ہے اس کا مقصد تطہیر روح اور تزکیہ نفس ہے مگر اس کے ساتھ بے انتہا ضمنی فوائد مضمر ہیں۔

نماز کو ہی لیجیے جہاں اس سے روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے اور دل کو سکون و قرار ملتا ہے وہاں اس میں جسمانی فوائد بھی ہیں اگر اسے باقاعدگی سے ادا کیا جائے تو یہ صحت کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور کئی جسمانی بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔ جسم کو چاق و چوبند رکھنے، اعصابی اور جوڑوں کی تکالیف سے بچانے اور غذا کو ہضم کرنے میں مدد دینے میں نماز بہت بڑا ذریعہ ہے۔ نماز کا ایک طبی فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ جسم میں کولیسٹرول یعنی چربی کو کم کرنے کا باعث بنتی ہے۔ کولیسٹرول یعنی چربی جو کہ شریانوں میں تنگی کرتی ہے۔ کم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ورزش ہے اور یہ ورزش بھی اور ضروری ہے بلکہ دن میں کئی بار۔ کیونکہ ہم جتنی دفعہ کھانا کھاتے ہیں اتنی دفعہ ہی ہمارے خون میں عام سطح سے بلند ہو جاتی ہے اور خون گاڑھا ہو جاتا ہے۔ اور اسی وقت یہ شریانوں میں بیٹھ جاتی ہے اگر یہ جم جائے تو پھر اکھڑنا مشکل ہو جاتا ہے عام طور پر اتنی زیادہ اور اتنی بار ورزش سوائے مزدوری کا تنذ کاری کرنے والوں کے ناممکن ہے۔ البتہ نماز جو عبادت بھی ہے اس مقصد کو حل کر دیتی ہے۔ نماز اگر صحیح طور پر ادا کی جائے تو ہر عمر کے مرد و عورت کے لیے نہایت وازن ورزش کا کام دیتی ہے۔ نماز میں ان امور کا خیال بہت ضروری ہے۔

رکوع میں جھکی ہوئی کمر کو سیدھا یعنی زمین سے متوازی رکھا جائے۔

اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر سجدے میں جایا جائے۔

سجدے میں کہنیاں زمین پر نہ لگائی جائیں۔

مرد سجدے میں رانوں کو پیٹ کے ساتھ نہ لگنے دیں۔
سجدے سے اٹھتے وقت ہاتھ گھٹنوں پر رکھے جائیں۔
سلام پھیرتے وقت گردن کو پوری طرح موڑا جائے۔
اس طرح جسم کے تمام عضلات کی باری باری ورزش ہو جاتی ہے۔ دورانِ ورزش تیز ہوتا ہے جو جسم انسانی کی نشو ونما کے لیے ضروری اور صحت کے لیے مفید ہے۔
سجدے میں اور بہت سے جسمانی فوائد مضمر ہیں۔ دماغ کو رئیس الاعضا ہونے کے سبب خون کی بہت مقدار کی ضرورت ہوتی ہے سجدہ میں یہ مقصد پورا حاصل ہو جاتا ہے۔

روزہ: روزہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے اور ایک فرض عبادت ہے۔ ایک خاص وقت تک کھانے پینے اور دیگر خواہشات سے باز رہنے کا نام روزہ ہے اور روزہ ہر مذہب میں اور ہر دور میں کسی نہ کسی طریق سے موجود رہا ہے مگر اسلام جو دینِ فطرت ہے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام کی ہر ہدایت میں انسانی فلاح ہے۔ روزہ صحت کے لیے مفید ہے جس کی تصدیق جدید ماہرینِ طب نے بھی کی ہے یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ بہت سے امراض کی جڑ معدہ میں فتور ہے۔ روزہ نہ صرف معدہ کی اصلاح کرتا ہے بلکہ جسم انسانی کے ہر حصّے کی ان رطوبات کو ختم کرتا ہے جن سے انسان کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے آج کی جدید طب اس بات کی تصدیق کر چکی ہے کہ روزہ جسم سے موادِ غلیظہ کا استیصال کرتا ہے اور اعضائے جسم کو کوئی تکلیف نہیں رہتا۔ دورِ حاضر کی مشینی زندگی نے جن امراض کو جنم دیا ہے سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ روزہ ان میں سے بیشتر کا قدرتی علاج ہے۔ روزہ نہ صرف روحانی طور پر انسان کی اصلاح کرتا ہے بلکہ جسمانی امراض کی بھی اصلاح کرتا ہے۔ بعض لوگ روزہ کو محض فاقہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے جسم انسانی تحلیل ہوتا ہے لیکن یہ بات تحقیقات کے بعد پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ فاقہ سے جسم کو اس وقت تک نقصان نہیں پہنچتا ہے جب تک ایک خاص حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ روزہ کے متعلق تمام ماہرین اس امر پر متفق ہیں کہ یہ جسم انسانی کے لیے مفید ہے۔ ہائی بلڈ پریشر، جوڑوں کا درد، موٹاپا، جلدی امراض اور نظام ہضم کی تکالیف اس سے جاتی رہتی ہیں۔ روزہ کی حقیقت کو

جاننے کے لیے ضروری ہے کہ قدرت نے جسم کے اندر ایک قوتِ مدافعت پیدا کی ہے، یہ قوت کسی خارجی تدبیر کے بغیر ہر وقت قوتوں کی حفاظت کرتی ہے اس لیے علاج میں یہ اصول پیشِ نظر رکھا جاتا ہے کہ علاج کے لیے وہ تدابیر سے احتیاط کی جائے جس سے ان قوتوں کو نقصان پہنچنے روزہ اس قوت مدافعت کو تقویت دیتا ہے دنیا بھر کے معالجین ترک خورد نوش کو ازالہ مرض کی بہترین قرار دیتے ہیں۔

ویدک طریق علاج میں تو اسکی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ تمام طریق علاج میں حیوانی اجسام کے بارے یہ قدرتی اصول رائج ہے کہ ایسے اشیاء جن میں زندگی کے آثار نہ پائے جائیں۔ جسم سے خارج کر دینے چاہئیے۔ روزہ ان غیر حیات بخش اجزا کو خارج کرتا ہے گویا قوت ہضم جو ان عناصر کے لیے مصروف کار رہتی ہے ان سے فارغ ہو کر قوتِ مدافعت کی مددگار ہوتی ہے۔ دنیا بھر کے مختلف جرائد میں روزہ کے بارے جس قدر مشاہدات شائع ہوتے رہے ہیں ان سب نے روزہ کو صحت انسان کے لیے مفید قرار دیا ہے۔ یورپ کے ماہرین طب و سائنس نے تو روزہ کو بہت سے لا علاج امراض کا قدرتی علاج قرار دیا ہے۔ الغرض روزہ نہ صرف انسان کو متعدد امراض سے نجات دلاتا ہے بلکہ کھانے کے اوقات میں باقاعدگی سے بہت سے امراض کا انسداد بھی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ قرآن حکیم نے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے البتہ ایسا روزہ جس میں حفظانِ صحت کے اصولوں کی پاسداری نہ کی جائے مثلاً پرخوری و ثقیل اشیاء کا استعمال بڑھا دیا جائے اور دن بھر کے فاقے کے اثرات کو زائل کرنے کی خواہش میں انواع و اقسام کے کھانوں سے پیٹ بھر لیا جائے یہاں تک کہ تنوا ویح بھی نہ ادا ہو سکے تو روزہ اس صورت میں مفید نہیں ہوتا۔ اس طرح روزہ کا مفہوم ہی ختم ہو جاتا ہے۔

روحانی امراض اور علاج

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طبّی معالجہ کے ساتھ ساتھ بیماری کی شفاء کے لیے روحانی طریقوں پر بھی عمل فرماتے تھے۔ بیماروں کی عیادت کرتے ہوئے تسلی دینے والے خوش افزا فقرے ادا فرماتے اور ساتھ زبان مبارک سے دعائیں پڑھتے۔ کیونکہ شفاء کامل اور صحت کلی کے لیے اطمینان قلب ضروری ہے چنانچہ حکم خداوندی ہے۔

"جان لو کہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کو سکون نصیب ہوتا ہے"۔

اس کا اصل ثبوت تجربہ ہے۔

اس طرح حضورؐ بھی بیماروں کی عیادت کرتے ہوئے مریضوں کی تسلی کے لیے خوش کن فقرے ادا فرماتے اور دعائیں پڑھتے۔ البتہ جب کسی مرض کے علاج کے لیے دوا اور روحانی طور پر دعا یا وظیفہ جمع فرما لیتے تو طبی علاج معالجہ کے لیے پہلے حکم دیتے اور دعا یا وظیفہ پڑھنے کا بعد میں حکم دیتے یعنی یہ ایک روحانی۔ نفسیاتی طریقہ سے مریض کو سکون قلب فراہم کرنا ہے۔ حضورؐ کا اپنی ذات کے بارے بھی یہی طرز عمل رہا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان فرمایا کہ ایک رات کا واقعہ ہے کہ حضورؐ نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب آپ نے سجدے کے وقت زمین پر ہاتھ رکھا تو اس پر بچھو نے ڈنک مارا چنانچہ آپؐ نے اس بچھو کو اپنے نعل مبارک سے مار ڈالا اور فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ یہ بچھو بھی کیسی ملعون چیز ہے کہ یہ نمازی اور غیر نمازی کسی شخص کو نہیں چھوڑتا (یا نبی یا غیر نبی کے الفاظ استعمال فرمائے۔ یہ شک راوی کی جانب سے ہے) پھر آپ نے نمک اور پانی منگوا کر ایک برتن میں ڈالا اور اسے اپنی انگلی پر جہاں بچھو نے ڈسا تھا ڈالنے گئے اور ساتھ ہی اس پڑھنے لگے (زاد المعارج ۳ ص ۲۰۴)۔

اس طرز عمل سے واضح ہوتا ہے کہ طبّی معالجہ کی اہمیت مسلمہ ہے۔ البتہ سکون قلب کے لیے حضورؐ روحانی طریقوں پر بھی عمل فرماتے تھے۔ لیکن اس کی اہمیت ثانوی تھی۔

اول حقیقت طبّی معالجہ کو حاصل ہے اس طرح علاج معالجہ کی سائنسی حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے۔

آپ کی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کی انگلی پر پھنسی نکلی ہوئی تھی تو حضورؐ نے ان کے علاج معالجہ کے تجویز فرمایا اور حکم دیا۔ اس پر باندھ لو اس کے بعد ایک دُعا پڑھنے کا حکم دیا۔ اس میں بھی یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ طبّی معالجہ کو اوّل حقیقت حاصل ہے البتہ روحانی سکون کے لیے دُعا فرمائی۔ اس طرح یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ حضورؐ نے دُعا یا وظیفہ کا یہ مفہوم ہرگز نہیں بتایا کہ علاج معالجہ کو ترک کر کے صرف روحانی دُعا پر قناعت کر لو بلکہ حضورؐ نے صرف قرآن حکیم سے یا اپنی زبان مبارک سے بعض دعائیں پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ دَم۔ جھاڑ پھونک تعویذ گنڈے کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں اس سلسلے میں یہ حدیث کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ حضرت زینبؓ سے روایت ہے کہ میرے شوہر حضرت عبداللہ نے میرے گلے میں کچھ دھاگے دیکھے سو آپؓ نے پوچھا یہ کیا ہے میں نے عرض کیا کہ یہ دھاگے کسی نے مجھے جھاڑ پھونک کر کے دیئے تھے اس پر حضرت عبداللہ نے انہیں لیکر توڑ دیا اور کہا تم عبداللہ بن مسعودؓ کے گھر والے شرک سے بے نیاز ہو میں نے خود حضورؐ سے سُنا تھا آپؐ نے فرمایا کہ جھاڑ پھونک کے منکے اور جادو شرک ہیں۔ حضرت زینبؓ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ آپ ایسی بات کیوں کرتے ہیں حالانکہ میری آنکھ دُکھتی تھی اور میں فلاں یہودی کے پاس جھاڑ پھونک کے لیے جایا کرتی تھی تو میری آنکھ کو آرام آجاتا۔

حضرت عبداللہؓ نے کہا یہ سب شیطانی کام ہیں جسے شیطان اپنے ہاتھ سے سرانجام دیتا تھا اور جب منتر ختم ہو جاتا تو وہ پھر سے ہٹ جاتا۔ تمہارے لیے وہ کلمات کافی ہیں جو حضورؐ نے فرمایا کرتے تھے۔ اے انسانوں کے پروردگار اس تکلیف کو دُور کر اور شفاء عطاء کر بیشک شان تیری ذات ہے تیرے سوا اور کسی کے پاس شفا نہیں اور تیری شفا وہ ہے جو کسی مرض کو باقی نہیں رہنے دیتی۔

فلسفہ دُعا

مادیت اور سائنسی ترقی کے موجودہ دور میں جہاں ہر چیز کا سبب دریافت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس طرح دُعا کا فلسفہ جاننے کی خواہش پیدا ہوتی ہے دُعا کا مفہوم یہ ہے کہ بارگاہ ایزدی میں خواہش اور آرزو پیش کرنا ۔

قرآن حکیم میں دُعا کا ذکر متعدد جگہ پر آیا ہے ۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے مخاطب ہوکر کہتا ہے کہ

"تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔"

خُدا کا یہ بھی فرمان ہے کہ

"کچھ نہیں تمہارے لیے لیکن وہ جس کی تم کوشش کرلو۔"

اس لیے ہم بیماری کی صورت میں دوائی برائے علاج کی طرف توجہ کرتے ہیں لیکن متعدد ایسے واقعات مشاہدے میں آتے ہیں کہ ہر طرح کے علاج کے باوجود شفا دُعا سے ہوئی ۔ موجود دور کی بڑی سائنسی ترقی کے باوجود ابھی تک کسی دوا کو کسی مرض کا تیر بہدف علاج نہیں کہا جا سکتا ازالہ مرض کی تدبیر قرار دیا جاسکتا ہے تو پھر کونسی طاقت انسان کی مدد کرتی ہے؟ یہ طاقت خدا ہی کی ہے جسے ہم دُعا کے ذریعے اپنی مدد کے لیے بلاتے ہیں۔ انسان جب مصیبت و پریشانی کا شکار ہوتا ہے یا کسی خواہش کی تکمیل چاہتا ہے الغرض دنیا میں ہر انسان کی زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب وہ دُعا مانگتا ہے گویا انسانی دماغ کی گہرائیوں میں ایک نورانی حقیقت جاگزیں ہوتی ہے کہ ایک ایسی ہستی ضرور ہے جو اُس سے بلند تر اور عظیم ہے اس طرح انسان اپنی عاجزی کو تسلیم کرتا ہے اور اپنے فطری تقاضوں کے مطابق اس بزرگ و برتر ہستی کی طرف رجوع کرتا ہے ۔

دُعا کیا ہے ؟ ہر دور میں اس کی مختلف وضاحتیں پیش کی گئی ہیں لیکن بقول ایک دانا دُعا نام ہے قلب کی کشادگی کا جس طرح آپ ایک باوفا دوست پر بھروسہ کرتے ہوئے حالِ دل سناتے ہیں! ہم دُعا کے وقت خدا سے اسی طرح باتیں کرتے ہیں جیسے ایک

بندہ اپنے معبود سے کرتا ہے ہم اسے سب کچھ بتا کر مدد کے لیے ملتجی ہوتے ہیں۔ اصل دوستی وہ ہے جس میں خود غرضی کا شائبہ نہ ہو ہم اس کا ہر مشورہ قبول کرنے کو تیار رہتے ہیں ہم اس کی ہر ہدایت پر فخر کرتے ہیں جو کچھ اس سے مل جائے اسے خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ اس طرح دُعا ذریعہ ہے۔ اللہ تک پہنچنے کا جو ہمارا سب سے بڑا دوست سب سے بڑا محب اور سب سے بڑا چاہنے والا ہے۔ مشہور بات یہ ہے کہ مصیبت میں خدا یاد آیا۔ دُکھ تکلیف میں بے اختیار اللہ کا نام زبان پر آتا ہے لوگ اس کے نام صدقے دیتے ہیں صحت کے لیے دُعا مانگتے ہیں دوسروں سے بھی دُعا کراتے ہیں۔ اگر اسے خود غرضی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا دُعا تو وہ ہے جو ہر حال میں مانگی جائے اور خدا کی معاونت و نصرت تلاش کی جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زلزلے قحط اور دوسری آفات سماوی پر اجتماعی دُعا کی جاتی ہے اور خدا کی پناہ تلاش کی جاتی ہے لیکن اگر ہم صحت و عافیت کے طالب ہیں تو ہمیں خدا سے اپنا رابطہ ہر وقت استوار رکھنا چاہیئے وہ ہماری ضروریات جانتا ہے اور انہیں اس انداز میں فراہم کرتا ہے جو ہمارے لئے سب سے بہتر سمجھتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا ہماری تمام ضروریات کو جانتا ہے تو پھر ہمیں دُعا کیوں مانگنی چاہیئے؟ وہ سب کا حاجت روا ہے خواہ کوئی اسے مانے یا نہ مانے۔۔۔۔ تو کیا دُعا سے فرق پڑتا ہے جواب صرف یہ ہے کہ خود غرضی سے آلودہ دُعا بے فائدہ رہتی ہے۔ دُعا ہمارے وسائل کے حصول کا ذریعہ نہیں بلکہ خالق کائنات سے قریب تر ہونے کا ذریعہ ہے ہم خدا کی قدرت پر اثر انداز ہونے کے لیے دُعا نہیں مانگتے بلکہ اس سے ہم آہنگی و قربت چاہتے ہیں۔

دُعا صحت :

ایک شخص کسی مرض میں مبتلا ہو گیا ہے۔ طبی سائنس کوئی مدد نہیں کر سکتی اور وہ شخص یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ اللہ نے اس تکلیف کے لیے اُسے ہی کیوں منتخب کیا ہے فرق یہ ہے کہ ہم اللہ کی حکمت کو سمجھنے سے قاصر ہیں، ہماری عقل محدود ہے ہو سکتا ہے کہ ہمارا طرز زندگی کچھ تبدیلیوں کا متقاضی ہو۔ ہمارے کھانے پینے کی عادات۔ تفریح۔ کام کاج ہم خود تو کوئی تبدیلی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے لیکن بیماری ہم سے

سب کچھ کرا لیتی ہے مایوس نہ ہوئیے۔ مایوسی گناہ ہے جس خدا نے مرض دیا وہ شفا بھی دے گا وہ بڑا رحیم ہے۔ بیماری ہی سے بعض ارفع جذبات بیدار ہوتے ہیں مثلاً ترحم، استقلال، صبر، استقامت، برداشت، کرم، ہمدردی وغیرہ۔ بیماری کے زمانے میں اپنے متعلق کچھ سوچنے کا موقع بھی مل جاتا ہے ورنہ ہنگامہ زندگی میں اتنی فرصت کہاں ملتی ہے اس طرح اصلاح کا ایک موقع بھی مل جاتا ہے۔ یہ دُعاءِ صحت کے قبول نہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم قوانین صحت کی خلاف ورزی کرتے ہیں بیماری سے نجات کے بعد بھی ہم اصلاح نہیں کرتے پھر وہی حرکت کرتے ہیں غلطی کی اصطلاح کرتے ہوئے زندگی کو قوانین فطرت کے مطابق گزارنا چاہیئے۔ اگر خُدا پر یقین ہے اور اسے ربِ رحیم خیال کرتے ہیں تو پھر تمام معاملات کو اس پر چھوڑ دینا چاہیئے اگر کسی دُعا سے کسی کو شفا نہیں ہوتی یا کسی قریبی عزیز کو شفاء نہیں ہوتی۔ تب بھی ہمت نہیں ہارنی چاہیئے خدا اعتقاد اور ایمان میں کمزوری نہیں آنی چاہیئے اس کے ہر فیصلے کو خندہ پیشانی سے قبول کرنا چاہیئے۔ دُکھ درد کے وقت دُعا کی اہمیت بڑھ جاتی ہے اس سے مریض کو بڑا سکون ملتا ہے کیونکہ اس کا رابطہ براہِ راست خالقِ کائنات سے ہو جاتا ہے نہ صرف یہ بلکہ زمین اور آسمان کے درمیان رشتہ قائم کرنے کا روحانی اقدام بھی دُعا ہے۔ دُعا سے انسان کو اپنی بے بضاعتی اور خدائی لامحدود قوتوں کا احساس ہو جاتا ہے خدا کی محبت کا جذبہ اُبھرتا ہے اور عجز و انکسار کا بھولا ہوا سبق یاد آ جاتا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ زندگی اور موت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ محض دوا کچھ نہیں کر سکتی بیماری کی صورت میں ممکن معالجہ کی سعی کرنا چاہیئے اور نتائج اللہ کریم پر چھوڑ کر اس سے شفایابی کی دُعا کرنا چاہیئے جو سب سے بڑا شفا دینے والا ہے۔ معالج تدبیر کرتا ہے اور نسخہ پر ہوالشافی لکھتا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ شفاء اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

ماخذ و مراجع

اسلامی حکومتیں اور شفاخانہ	شبلی نعمانی
طب اسلامی	سید سلیمان ندوی
ریگ رواں	حکیم محمد سعید
جامع الحکمت	حکیم محمد حسن قرشی
طب العرب	حکیم نیّر واسطی
تاریخ طب	حکیم محمد ایوب صدیقی
اخبار الطب کراچی	متفرق شمارے
مخزن الحکمت	ڈاکٹر غلام جیلانی

نصاب تاریخ طب سال اوّل

(۱) تاریخ کی تعریف (۲) علم طب کے حدوث و قدیم کی بحث

(۳) مختلف ادوار طب۔ بابلی طب مصری طب، ہندی طب، یونانی طب، چینی طب، ایرانی طب اور رومی طب۔

(۴) اسلامی طب۔ قرآن مجید میں طبی ادبیات۔ طب رسالت مآبؐ کے عہد میں طب دورِ خلافت راشدہ میں، طب دور بنو امیہ میں، طب دور بنو عباس میں، اندلس کا طبی دور، اسلام میں حفظان صحت کے اصول، بیمار اور تیمارداری، علاج معالجہ اور پرہیز، کھانا اور کھانے کے آداب، سرورِ کائنات فخر دو عالم کی غذا، عبادت کے طبی فوائد، روحانی امراض اور علاج، فلسفہ دعا، طبی شخصیات، اسقلی بیوس، بقراط، ارسطو، جالینوس، ابن سہل مسیحی، خالد بن یزید، علی بن ابن الطبری، زکریا رازی، علی بن عباس، مجوسی، بو علی سینا، ابو القاسم زہراوی، اسمٰعیل جرجانی، عبد اللطیف بغدادی، علاؤالدین قرشی، برہان الدین نفیس، محمد آملی، علی حسین گیلانی ابن زہیر، ابن الہیثم، کمال الدین ایرانی، ابن خطیب، نجیب الدین ثمرقندی۔

۶۔ برصغیر میں طب، برطانوی عہد اور حکیم اجمل خان، اطباء اور دیگر کا ملت میں حصہ۔

۷۔ پاکستان میں طب اسلامی کی ضرورت، عہد نامہ بقراط، اخلاق کی اہمیت، طبی اخلاق۔

۸۔ اطباء پاکستان اور ترویج طب کی کاوشیں۔

۹۔ اخلاقیات طب، معالج کی ذمہ داریاں، معالج اور ہم پیشہ لوگوں سے تعلقات، معالج اور مریض کے تعلقات، مایوس العلاج مریضوں سے معالج کا رویہ، معالج اور قانون۔

شرح حمیات بخار

حکیم محمد عبداللہ پاپڑ منڈی

شمس الحکماء حکیم عبداللہ نے اس کتاب میں جملہ حمیات بخاروں کی تشریح و علامات اوران کا علاج بطریق یونانی اور آیورویک و دیگر علاج درج کئے گئے ہیں۔

60/-

پھلوں اور سبزیوں سے علاج

حکیم محمد عبداللہ پاپڑ منڈی

انسانی صحت کے لیے پھل اور سبزیاں نہایت مفید اور قدرت کا عطیہ ہیں۔ پھلوں اور سبزیوں سے تقریباً ہر مرض کا شافی علاج۔ اس کتاب میں درج ہے۔

90/-

بانجھ پن۔ بے اولادی

حکیم محمد عبداللہ پاپڑ منڈی

بانجھ پن کی ماہیت۔ اسباب علامات اور علاج استقرار حمل کا نہ ہونا بھی بانجھ پن کہلاتا ہے۔ اولاد پیدا کرنے کے نسخے درج ہیں اب آپ بے اولاد نہیں رہے گی۔

75/-

بواسیر اور اس کا علاج

حکیم محمد عبداللہ پاپڑ منڈی

کاروباری مصروفیات۔ تفصیل خوراک کا عام استعمال اس مرض کا بنیادی سبب ہیں اس کتاب کے مطالعہ سے آپ انشاءاللہ اس مرض سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔

45/-

ہر قسم کی بکس منگوانے کیلئے یا کسی بھی ادارے کی بکس منگوانے کے لیے اس پتہ پر رابطہ کریں

عثمان پبلی کیشنز

جلال الدین ہسپتال بلڈنگ،
چوک اُردو بازار، لاہور

042-7640094, 0333-4275783
upublications@hotmail.com
sh_publication@yahoo.com

اداروں کی بہترین بکس

بلڈ یوریا
حکیم شوکت علی شاکر
ڈاکٹر جاوید اقبال
قیمت: 200 روپے

اچھی خوراک نہ کھانا ورزش نہ کرنا وقت بے وقت ناکس چیزوں کا استعمال اب ایسی بلڈ یوریا جیسی بیماریوں کو جنم دیں رہے ہیں۔ اپنی صحت کا خیال کریں بلڈ یوریا کا علاج اب ممکن ہے۔ اس کتاب کو ضرور دیکھیں۔

کام دیوشاستر
رام کشن

پرانے شاستروں کے جنسی راز ان رازوں سے علاج کچھ ایسی نئی بیماریاں جنونی جنسی کام، جنونی مباشرت، جنونی ہم جنس پرستی کا علاج اب ممکن

قیمت: 300 روپے

کارڈیالوجی
ڈاکٹر جاوید اقبال

دل کے امراض کیا ہیں کیسے اچانک ہارٹ اٹیک کولیسٹرول کا ہو جانا کونسے امراض کیسی خوراک سے یہ امراض جنم لیتے ہیں گھر میں موجود غذا سے علاج فوری پرہیز سے علاج ممکن جدید میڈیسن سے علاج اور جدید ریسرچ موجود

قیمت: 360 روپے

موٹاپا.....(باتصویر)

از قلم: ڈاکٹر عتیق الرحمٰن

موٹاپا جو کہ انسانی صحت کا خاموش دشمن ہے۔ یہ آہستہ آہستہ انسان کے تمام اعضاء کو ناکارہ کر دیتا ہے۔
موٹاپے سے کیسے بچیں؟ کیا موٹاپا کم کرنا ممکن ہے؟
کیا موٹاپے کو کنٹرول کرنے کے لئے ڈائٹنگ (Dieting) بہت ضروری ہے؟
ان تمام سوالات کے جوابات پڑھنے کے لئے ڈاکٹر عتیق الرحمٰن کے قلم سے لکھی گئی کتاب ''موٹاپا'' کو ضرور ملاحظہ کریں۔

ہر گھر کی ضرورت!

قیمت -/60

ادارے کی دیگر کتب

کولیسٹرول

از قلم: ڈاکٹر عتیق الرحمٰن

انسانی دل کا ازلی دشمن ''کولیسٹرول'' جس کے خون میں اضافے سے انجائنا اور دل کے دوروں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہر انسان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ کولیسٹرول کو کیسے کم کیا جائے؟
کولیسٹرول کو کم کرنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔
اس کتاب میں کولیسٹرول کو غذائی پرہیز کی مدد سے کنٹرول کرنے کے طریقے تفصیلاً بیان کئے گئے ہیں۔
جدید تحقیق پر مبنی یہ کتاب کسی شاہکار سے کم نہیں ہے۔

قیمت -/75

عثمان پبلی کیشنز کی مایہ ناز بکس

سیرپ گائیڈ
حکیم مقصود علی
ڈاکٹر ظفر اقبال

سیرپ کیسے بناتے ہیں حکیم ہومیوڈاکٹر اور میڈیکل ڈاکٹر سیرپ کیسے تیار کرتے ہیں کونسی بیماری میں کونسا سیرپ دیتے ہیں۔ ہر قسم کے سیرپ بنانے اور بچوں کو سیرپ دینے کی کتاب

قیمت:225روپے

عضو تناسل کے کرشماتی قیمتی 300 فارمولے
شاکر صدیقی
قیمت:200روپے

نوے فیصد لوگ عضو تناسل کے امراض میں مبتلا ہیں۔ کسی کا عضو تناسل چھوٹا ہے۔ کسی کا کھڑا نہیں ہو سکتا کوئی عضو کی نامردی میں مبتلا ہے۔ کسی کا عضو مردانہ نہیں ہے صرف عضو تناسل کے 300 فارمولے مجرب دوائیں جس سے عضو تناسل کی خرابی کا مسئلہ ختم۔

سیمن (منی) کے خاص مجربات خاص
حکیم مقصود علی
قیمت:270روپے

منی کیا ہے۔ منی کیونکر نہیں بنتی ہے اولاد کیون کر نہیں ہوتی۔ 1 نمبر منی کیا ہے۔ 2 نمبر منی کیا ہے۔ اصل منی 1 نمبر ہوتی ہے جس کی اصل حقیقت اصل شکل کیا ہے۔ وہ کونسی خوراک ہے۔ جس سے صرف منی بنتی ہے۔ ایسی دوائیں درج جو صرف عمدہ منی بنائے گی۔

بقراط
حکیم بقراط
قیمت:180روپے

بقراط کا نام سنہری لفظوں ن میں لکھا جائے گا۔ کیونکہ اس نے چند ایک بیماریوں کو آج سے 120 سال پہلے ختم کیا جواب دوبارہ سر اٹھا رہی ہیں ان بیماریوں کو اب بقراط کی اس کتاب سے دیکھ کر آپ بھی مکمل بیماریوں پر عبور حاصل کر سکتے ہیں۔

طب و حکمت پر ادارہ نے نایاب کتابیں شائع کردی ہیں

آج ھی طلب فرمائیں

مجربات نوردین

حکیم نوردین

حکیم اسماعیل جرجانی

قیمت: 200 روپے

حکیم نوردین کے وہ مجربات جو پہلے منظر عام پر نہیں آئے بازاروں میں اس نام سے جعلی کتابیں چھپی ہوئی آپ کو مل جائے گی لیکن یہ اصل کتاب جس پر حکیم اسماعیل جرجانی لکھا ہوا ہے۔ یہ حکیم اسماعیل جرجانی نے اصل کتاب فارسی مجربات نوردین کا ترجمہ کیا ہے خود دیکھیں۔

مجربات اعظم

حکیم اعظم خان

حکیم اعظم خان کی بہت سی بکس آپ نے دیکھی ہوں گی لیکن صرف مجربات کے حوالے سے یہ منفرد کتاب ہے مجربات اعظم ایک سو بیس سال پرانے اس حکیم کی بے نظیر کتاب جس کے مجربات خود منہ سے بولتے ہیں۔

انتخاب کامل تشخیص

صادق حسین طور

قیمت: 270 روپے

آج تک جتنی بکس تشخیص پر لکھی گئی ہیں شائد ہی کوئی کتاب صرف تشخیص پر ہو لیکن یہ کتاب یعنی کامل تشخیص انتخاب مکمل اور صحیح معنوں میں تشخیص کی کتاب ہے۔ تشخیص ہر حکیم کی ضرور ہے اور اصل تشخیص کیا ہوتی ہے کیسے ہوتی اور کیسے کرتے ہیں اس کتاب سے سیکھیں۔

دواسازی کا انسائیکلوپیڈیا

باتصویر

حکیم منصور عزیز

قیمت: 240 روپے

نوے فیصد حکیم دواسازی کرنا نہیں جانتے صرف حکیم ہیں دواسازی کا اصل مقصد کیا ہے۔ کیسے دواء بناتے ہیں درست طریقہ دوا بنانے کا کیا ہوگا معجون سفوف شربت کیپسول کشتہ جات کیسے بناتے ہیں۔ مکمل طریقے لکھے ہیں 75 مہینوں کا ذکر ہے جس سے آپ باآسانی دوائیں بناسکتے ہیں اس کتاب کی مدد سے۔

CamScanner

شرح حمیات بخار
حکیم محمد عبداللہ پاپڑ منڈی

شمس الحکماء حکیم عبداللہ نے اس کتاب میں جملہ حمیات بخاروں کی تشریح و علامات اور ان کا علاج بطریق یونانی اور آیورویک و دیگر علاج درج کیے گئے ہیں۔

60/-

پھلوں اور سبزیوں سے علاج
حکیم محمد عبداللہ پاپڑ منڈی

انسانی صحت کے لیے پھل اور سبزیاں نہایت مفید اور قدرت کا عطیہ ہیں۔ پھلوں اور سبزیوں سے تقریباً ہر مرض کا شافی علاج۔ اس کتاب میں درج ہے۔

90/-

بانجھ پن۔ بے اولادی
حکیم محمد عبداللہ پاپڑ منڈی

بانجھ پن کی ماہیت۔ اسباب علامات اور علاج استقرار حمل کا نہ ہونا بھی بانجھ پن کہلاتا ہے۔ اولاد پیدا کرنے کے نسخے درج ہیں اب آپ بے اولاد نہیں رہے گی۔

75/-

بواسیر اور اس کا علاج
حکیم محمد عبداللہ پاپڑ منڈی

کاروباری مصروفیات۔ تفصیل خوراک کا عام استعمال اس مرض کا بنیادی سبب ہیں اس کتاب کے مطالعہ سے آپ انشاءاللہ اس مرض سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔

45/-

ہر قسم کی بکس منگوانے کیلئے یا کسی بھی ادارے کی بکس منگوانے کے لیے اس پتہ پر رابطہ کریں

عثمان پبلی کیشنز
جلال الدین ہسپتال بلڈنگ،
چوک اُردو بازار، لاہور
042-7640094, 0333-4275783
upublications@hotmail.com
sh_publication@yahoo.com

لذت وصال

جنس کی وہ کون سی بات جو آپ کو معلوم نہیں..... اس کتاب سے جنسی معلومات کی ابتدائی باتیں اور طریقے سیکھئے، جنسی دوائیں بنائیں اور ضرورت مندوں کو استعمال کرائیں اور دعائیں حاصل کریں۔

قیمت: -/75

ڈاکٹر غذا، ڈاکٹر آلو، ڈاکٹر پیاز

مؤلف: ڈاکٹر بنگن

ہر بیماری کا علاج گھریلو اشیاء مثلاً سبزیوں وغیرہ سے کریں۔ گھریلو غذا پر بہترین کتاب! نیچرل زندگی کے لئے غذا سے بہتر علاج کوئی نہیں۔

قیمت: -/75

آئینہ شباب

مؤلف: حکیم رفیق حجازی

شباب ہی شباب، کمال کے نسخے اور شباب کی بیماری کا آسان طریقے سے بیان سمجھانے کا طریقہ......اور طلاء اور دوائیں وغیرہ بنانے کے طریقے۔

قیمت: -/60

شیخ محمد بشیر اینڈ سن۔ عثمان پبلی کیشنز

جلال الدین ہسپتال چوک اُردو بازار، لاہور

فون: 042-7640094,0333-4275783

ادارے کی بہترین کتابیں

اسرار شربانیہ معہ مجربات انصاریہ حکیم عبدالوہاب نابینا قیمت:90روپے	حکیم بننا یا حکمت کا آجانا کوئی فن نہیں ہے سب سے پہلے نبض پر عبور حاصل کرنا نبض سیکھنا اصل حکیم کی پہچان ہے اس کے لئے اس کتاب کو ضرور پڑھ لیں۔
آسان نبض شناسی کتاب النبض حکیم کبیرالدین بوعلی سینا	نبض سکھانے والی واحد کتاب جس سے نبض پر عبور حاصل کرنا اب نہایت آسان ہوگیا ہے جو حکیم یا عام لوگ نبض سیکھنا چاہے اس کتاب کو پڑھ لیں میں یقین سے کہتا ہوں وہ نبض سیکھ جائے گا۔ قیمت:90روپے
مرہم بنائے مرہم سے علاج مرہم سازی قیمت:130روپے	مرہم کیسے بناتے ہیں، مرہم سے علاج کیسے کرتے ہیں، کون سے حصوں پر صرف مرہم لگانی چاہیے، مکمل تفصیل صرف اس کتاب میں ہے مکمل سازوں سامان مرہم بنانے کا اس میں درج ہے۔
پبلک ہیلتھ گائیڈ اینڈ ہائی جین قیمت:390روپے	پبلک ہیلتھ کے موزوں پر اس سے بہتر کتاب کوئی نہ ہوگی مکانات اور عمارات، سیوریج سسٹم گندگی پیشہ وارانہ صحت ازالہ جراثیم مذبحہ خانہ سینٹری انجینئرنگ جغرافیائی تحقیقات میونسپل ہائی جین غذا اور غذائیت اور بہت کچھ اس کتاب میں موجود ہے۔
چورن بنائے سفوف بنائے قیمت:99روپے	چورن بنانے کی واحد کتاب چورن، پھکیا، سفوف کیسے بناتے ہیں۔ پیٹ درد، اپھارہ، جسم میں کچھ پڑنا ایسے تمام امراض کے لئے بہترین چورن بنانے کے بیشمار اور مفید طریقے اس کتاب میں موجود ہیں۔

ادارے کی بہترین بکس

نشاط شباب

جنسی علاج واقعات کا حسین سنگم ہندو کیا کہتے ہیں جنس کے بارے میں جنسی خواہشات سے ابرتی ہیں آنکھوں سے دماغ اور دماغ سے جنسی ابھار کیسے عیاں ہوگئے ہیں حکیموں اور ڈاکٹروں کیلئے اور عام افراد علاج معلومات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

عضو تناسل کے کرشماتی قیمتی 300 فارمولے

شاکر صدیقی

قیمت: 200 روپے

نوے فیصد لوگ عضو تناسل کے امراض میں مبتلا ہیں۔ کسی کا عضو تناسل چھوٹا ہے۔ کسی کا کھڑا نہیں ہو سکتا کوئی عضو کی نامردی میں مبتلا ہے۔ کسی کا عضو مردانہ نہیں ہے صرف عضو تناسل کے 300 فارمولے مجرب دوائیں جس سے عضو تناسل کی خرابی کا مسئلہ ختم۔

سیمن (منی) کے خاص مجربات خاص

حکیم مقصود علی

قیمت: 270 روپے

منی کیا ہے۔ منی کیونکر نہیں بنتی ہے اولاد کیوں کر نہیں ہوتی۔ 1 نمبر منی کیا ہے۔ 2 نمبر منی کیا ہے۔ اصل منی 1 نمبر ہوتی ہے جس کی اصل حقیقت اصل شکل کیا ہے۔ وہ کونسی خوراک ہے۔ جس سے صرف منی بنتی ہے۔ ایسی دوائیں درج جو صرف عمدہ منی بنائے گی۔

بقراط

حکیم بقراط

قیمت: 180 روپے

بقراط کا نام سنہری لفظوں ن میں لکھا جائے گا۔ کیونکہ اس نے چند ایک بیماریوں کو آج سے 120 سال پہلے ختم کیا جواب دوبارہ سر اٹھا رہی ہیں ان بیماریوں کو اب بقراط کی اس کتاب سے دیکھ کر آپ بھی مکمل بیماریوں پر عبور حاصل کر سکتے ہیں۔

ہومیو پیتھک کی نصابی مطبوعات

سٹوڈنٹس گائیڈ عبدالرحمٰن یوسف' اے آر انجم

سال اوّل

- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے میٹریا میڈیکا 24/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے اناٹومی پریکٹیکل 24/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے فارمیسی پریکٹیکل 27/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے برائے فلاسفی 27/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے فزکس' کیمسٹری 24/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے بیالوجی 30/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے سال اوّل مکمل سیٹ 156/-

سال دوم

- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے میٹریا میڈیکا 24/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے فزیالوجی پریکٹیکل 27/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے ہائی جین 30/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے فلاسفی دوم 24/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے سال دوم مکمل سیٹ 105/-

سال سوم

- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے میٹریا میڈیکا 30/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے فلاسفی سوم 27/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے گائناکالوجی 24/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے پیتھالوجی پریکٹیکل 27/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے سائیکالوجی 30/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے سال دوم مکمل سیٹ 138/-

سال چھارم

- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے میٹریا میڈیکا 30/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے فلاسفی 24/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے میڈیکل جیورس 24/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے مائنر سرجری 24/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے کیس ٹیکنگ اینڈ ریپرٹرائزیشن 30/-
- سٹوڈنٹس گائیڈ برائے سال چہارم مکمل سیٹ 132/-

اے ٹیکسٹ بک سیریز

سال اوّل

- میٹریا میڈیکا......ڈاکٹر نصیر طارق 90/-
- اناٹومی......ڈاکٹر شاہد محمود 90/-
- فارمیسی......ڈاکٹر شاہد محمود 60/-
- فلاسفی......ڈاکٹر نصیر احمد طارق 75/-
- فزکس' کیمسٹری......ڈاکٹر شاہد محمود 60/-
- بیالوجی......ڈاکٹر شاہد محمود 60/-
- مکمل سیٹ 435/-

سال دوم

- میٹریا میڈیکا......ڈاکٹر نصیر احمد طارق 90/-
- فزیالوجی......ڈاکٹر اوالاد حسنین نقوی 90/-
- ہائی جین......ڈاکٹر نصیر احمد طارق 90/-
- فلاسفی دوم......ڈاکٹر شاہد محمود 75/-
- مکمل سیٹ 345/-

سال سوم

- میٹریا میڈیکا......ڈاکٹر شاہد محمود 75/-
- فلاسفی سوم......ڈاکٹر صدیق ہاشمی 60/-
- گائناکالوجی......ڈاکٹر احمد حسن عسکری 60/-
- پیتھالوجی......ڈاکٹر صدیق ہاشمی 135/-
- سائیکالوجی......ڈاکٹر شاہد محمود 75/-
- مکمل سیٹ 405/-

سال چھارم

- کمپرینو میٹریا میڈیکا......ڈاکٹر صدیق ہاشمی 120/-
- فلاسفی......ڈاکٹر شاہد محمود 75/-
- میڈیکل جیورس......ڈاکٹر شاہد محمود 75/-
- مائنر سرجری......ڈاکٹر شاہد محمود 75/-
- کیس ٹیکنگ اینڈ ریپرٹرائزیشن۔صدیق ہاشمی 90/-
- مکمل سیٹ 435/-

ہومیو پیتھک حل شدہ پرچے' غیر حل شدہ پرچے' گیس پیپرز' ڈائیوا اور پریکٹیکل کاپیاں بھی دستیاب ہیں

عثمان پبلی کیشنز

جلال الدین ہسپتال بلڈنگ' چوک اُردو بازار' لاہور۔فون: 7640094, 0333-4275783